ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ

الحمد للہ کہ یہہ کتاب مستطاب ترجمہ منطق الطیر کا جو فارسی میں تصنیف کی ہوئی عارف باللہ سالک مسالک مرشد روزگار شیخ فرید الدین عطار کی تھی اسکا ترجمہ شیخ وجیہ الدین نے

دکھنی زبانمیں کر
نام اسکا پنچھی نامہ
رکھا
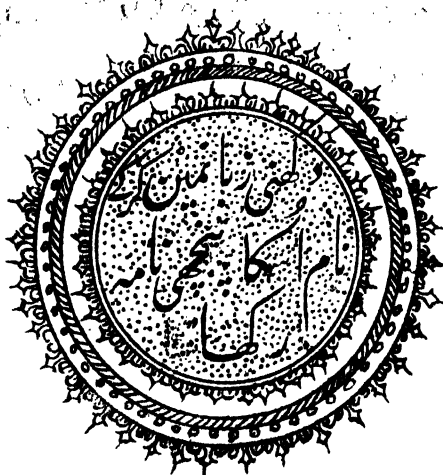
اور اُسکو بصد سعی وکوشش سیادت پناہ وشرافت دستگاہ میر صاحب حسینی سید غلام حسین شاہ نے سنہ ۱۲[illegible] ہجریہ مقدسہ معلی میں مطبع محمدیہ میں

حلیہ طبع کا پہنایا ؛

رب یسر ولا تعسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمم بالخیر

ای پنچھی پیارے سخن آغاز کر — حمد سے حقکے بلند آواز کر

شوق سے دل کے اُٹھا ایک چہچہا — جو ہے نر لوگ عالم کا بہا

گلشنِ وحدت ہی تیرا آشیاں — احدیت کا راز سب تجپر عیاں

وحدیت کا ہی تجھے اسرار یار — تو ہی وحدانیت کا مسئلہ رازدار

تو ہی جامِ عشق کا ہی می پرست — تو لیا ہی لذت جامِ الست

کیا کہوں ای صاحبِ سیر سلوک — جائے تیری بات سنتے پیاس بھوک

تازہ کر تک اب زباں توحید سے — دور تر ہو شرک اور تقلید سے

پاک دل سے یاد کر اُس پاک کو — جن دیا جیو اس مٹھی بھر خاک کو

نیستی سے ہست کیتا یو جہاں
سات طبقے جو زمیں لو آسماں

خالق جاں صانع ہر خار و گل
جسکی پیدائش ہے یہہ خار و گل

خار بولینگے تو بے علت نہیں
گل کو دیکھینگے تو بے حکمت نہیں

دوزخ و جنت نہیں بے مصلحت
خوب ہی معلوم اسکو اسکی گت

کھول انکھیاں دیکھ یہہ سب کائنات
کیا یہہ حیواں کیا جمادی کیا نبات

کیا زمیں کیا آسماں کیا چاند سور
کیا رین کیا روز کیا ظلمات و نور

گر فکر دیکھو تو کچھ بیکار نہیں
نیں ہے ویسی شی جو کچھ درکار نیں

نا ہلے کوئی پات اسکے حکم باج
کچھ نہیں لیکن کسی سے احتیاج

نا زن و فرزند نا اسکو مثال
ملک اسکا بے شریک و بے زوال

ہے منزہ سب سے وہ پروردگار
نا دسے قدرتنکو اسکی انت و پار

رین کو دن کا کبھی کرتا ہے کہیں
روز کو شب کا کبھی دیتا ہے بھیں

گرچہ ضد ہیں اگ و آب و خاک باؤ
اسکی قدرت سے ہے چاروں میں نباؤ

وہ کیا کیچڑ سے آدم کا وجود
پس کرایا وہ فرشتونکو سجود

جو ہوا نمرود مغروری سے مست
نیم جان مچھر نے کیتا اسکو پست

نیں عجب تیری سگت سے ای دھنی
جو جنی سنگ سیاہ سے اونٹنی

تو دیا دو پھانک کر دریائے نیل — موسیٰ و موسیٰ کے لشکر کو سبیل

جب ابابیلونکوں تو فرمان دیا — ابرہہ کی فوج کو غارت کیا

تو کیا جب لطف اپنے پر نظر — ہوئی اگن گلشن خلیل اللہ پر

قدرت اپنی جب تو دکھلانے پہ آئی — گل گئے جو ہار پھر کر جیو پائے

اُمّیِ مُطلق کوں تو گویا کیا — درس جسّتے سب فصیحاں نے لیا

چار پنکھی کاٹ یکتھار کُوٹ تیں — جیو دیا چارونکو تو نہیں بات جھوٹ

ای خدا تجھکو خدائی سازوار — جو ہیں تیری قدرتاں توں بیشمار

کسکو اندازہ جو تجہ قدرتکو پائے — آدمی یہاں ہوش اپنا سب گنوائے

کیا ہماری فکر کیا وہم و قیاس — کیا گماں جو ہوسکے قدرت شناس

فکر سے اُسکے جو ہیں حیراں و دنگ — عقل اِس رستے میں ہی ہے کہنہ لنگ

کہاں یہہ ذرّہ کہاں یہہ خورشید مُنیر — کہاں یہہ قطرہ کہاں وہ دریائے گنبھیر

کہاں مجھ بیچارہ اور سمیع کہاں — کہاں زمیں پاتال اور کہاں آسماں

کہاں یہہ جیونتی اور کیا اسکی نظر — کیوں سکے مُلکِ سلیماں دیکھکر

کیا یہہ قدرت ہی نہیں جس انت پار — کس طرح کیوں کر سکے اُسکا شمار

کیا زباں میری کہاں تیری ثنا — آسماں ہوتا سو کیوں کر ما پنا

عجز بس ہی مجکو اس وادی مینیں — وادی پر حیرت ہی آبادی مینیں

عاقبت میں بندگی کی راہ سے — جی بندھا ہوں لا و الا اللہ سے

لا و الا اللہ کی برکت سے مجھے — بہرہ ور کر دین کی دولت سے مجھے

لا و الا اللہ سے میری زبان — گر کشادہ جس گھڑی ہو نزع جان

لا و الا اللہ کا دے مجھ چراغ — گور میں میری رہے جوں پرہ زاغ

کیا بڑا کلمہ محمد کا ہی یہہ — دست غیب گنج سرمد کا ہی یہہ

دے مجھے اس دست کا تو دستگاہ — جو تجھے دنیائی دولت پر نگاہ

لطف سے ای دین و دنیا کا دھنی — کر مجھے گنج قناعت مین غنی

شوق میں اپنے مجھے سرگرم رکھ — دین اور دنیا میں میری شرم رکھ

بخش دے میرے گناہونکو تمام — بخشنا تیرے آگے ہی سہل کام

گرچہ ہیں میرے گناہاں بیشمار — بس ہوں تیرے فضل کا امیدوار

کر نہیں میرے گناہوں پر نظر — کر نظر یارب تو اپنے فضل پر

میں سو کیا ہوں رزق پروردہ تیرا — سر سے پا لگ پر گنہہ بردہ تیرا

جو مجھے پالا ہے تو مت دے عذاب — نا دو باوے ہر وجہ لکریکو اب

در بیان مناجات شیخ فرید الدین عطار مشتمل بر حکایت دزد کہ مسافر را بغارت بردہ و باز ...

شیخ عطار آشنائے سوز و ساز — کیا گئے ہیں طرفہ نقل جاں گداز

کس مسافر کو ملا کوئی راہ زن — لوٹ لیکر اُسکو لایا گھر میں وطن

بعد ازاں دوڑا گیا لانے کو تیغ — تا سے سرکاٹ اُسکا بے دریغ

از قضا بھوکھا اتھا بیچارہ وو — تا دیا روٹی اُسے رہزن کی جو

ہاتھ لے کھاتا تھا روٹی جب کہ وہ — لیکے آیا تیغ رہزن بے شکوہ

دیکھ کر پوچھا اُسے رہزن کہ تو — کس دیا روٹی کہا تیری وہ جو

بعد ازاں وہ راہ زن شمشیر ست — پیش آیا عذر خواہی سے بنت

کای مسافر جا تو اب آزاد ہے — مارنا روٹی کھلا بیداد ہے

پس کہا ہے عاجزی سے شیخ یہاں — کہ ای خداوند کریم مہرباں

ہیں تو تیرا رزق کھایا سب عمر — پس مجھے بھی فضل سے آزاد کر

یہہ دعا مانگی ہے گرچہ شیخ پس — بخش وجیہ الدین کو ای فریادرس

در نعت سید المرسلین و خاتم النبیین محمد مصطفی احمد مجتبی صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم

ای میرے پیارے نبی جیسے بچن — بول میٹھے لب سے کچھ میٹھے بچن

ای شکر گفتار راوی بات کر — بات ہریک جوں میٹھی تو بات کر

نعت سے احمد کے کھول اپنی زباں — جو ہے وہ سیمرغ قاف لامکاں

شاہ بازِ اوج مازاغ البصر | ہدہد ایوانِ باغ ہشت در
بلبلِ گلزار فردوسِ برین | طوطیِ شیریں زبان طوبیٰ نشیں
وہ رسولِ ہاشمی محبوبِ رب | سرورِ ملکِ عجم فخرِ عرب
صاحبِ معراج تاجِ اصفیاء | رہنمائے انبیا اور اولیا
آفتابِ شرع و شمعِ بزمِ دین | نورِ عالم رحمت للعالمیں
صدرِ عالم پادشاہِ دو جہاں | پیشوائے آشکارا اور نہاں
مہترین بہترین کائنات | سایۂ حق ماہتاب نورِ ذات
جب پڑا اُس نور کا روشن جھلک | صورت ہستی لیا ملک و فلک
اصل موجودات اُسکا نور ہے | جس سے مخلوقات یہہ معمور ہے
نور سے اُسکے ہیں یہہ دونو جہاں | یک فرہ ہے یہہ جہاں اور وہ جہاں
تو نبوت دو جہانکی اُنپہ ہوئی | آگہی سرِّ نہانکی اُنپہ ہوئی
پس ہوا واجب ہمیشہ حشر لگ | اُمتی کہلاویں اُنکے یہہ دو جگ
آج لگ ایسا نبی کوئی نہیں ہوا | گرچہ ہر جا پر نبی ہر کئیں ہوا
ہر نبی ہر ٹھار پر کئیں تھے ولے | کوئی نہ ایسا دو جگ کو جو فرمانے لے
حشر لگ ہوتا نہیں پھر کوئی نبی | جسکی امت جز و کل ہووین سبھی

تو نبوت ختم حق ان پر کیا ۔ کئی ہزاروں معجزے انکو دیا
جنکی اونگلی کی اشارت سے چندر ۔ ہو گیا دو پھانک نیلے چرخ پر
سورسا دو نو کھبوں کے درمیان ۔ نقش تھا مہر نبوت کا نشان
دیکھ حرمت انکی جو امت منیں ۔ غول ملوں نیں ہوا ملت منیں
کافروں پر بھی کیا نیں حق عتاب ۔ نیں ٹھرایا عہد منیں انکے عذاب
گرچہ عیسی قم باذن اللہ کر ۔ گور سے مردے اٹھائے ہیں مگر
مصطفی کے امتی بعضے فقیر ۔ قم باذنی کہہ اٹھائے مردہ پیر
حشر کے دن سب زباں ای فلان ۔ کوئی رہیگی نیں سوا اسکی زبان
قرب کو انکے ہی او ادنی مقام ۔ کیا اچھیگا اس سے زیادہ والسلام
جہاں نہوگا کسکو کسکا آسرا ۔ آسرا وہاں خواجۂ ہر دوسرا
ای محمد عاصیوں کے عذر خواہ ۔ مانگ لے حق سے ہماری بھی پناہ
ہو خلاصی ہمکو بھی روز جزا ۔ آسرا ئیں ہمکو ہی تیرے سوا

در نعت اصحاب کبار کہ بدین صفت موصوف بودند رضوان اللہ علیہم اجمعین

مصطفی کے خاص چار اصحاب ہیں ۔ دین کے نسخہ کے چاروں باب ہیں
اولاً صدیق اکبر یار غار ۔ دوسرے عادل عمر صاحب وقار

ابن عثمان تیسرے صاحب حیا
دین احمد کے ہیں چاروں یہہ ستون
کچھہ نہ بولو بیش و کم اُنکے جناب
ایک سے چاروں ہیں اور چاروں سے ایک
کوئی جو کہتے ہیں ابوبکر و عمر
جھوٹھہ ہی یہہ بات کہتے ہیں جو وو
کینہ اُو نہیں ہوئیگا کہو کس سبب
یہہ خلافت دین کی ہی ای عزیز
غیر جانبازی نہ تھا کچھہ کام وہاں
کافروں کے ساتھہ اُنکو جنگ تھا
کچھہ غنیمت ہاتھہ لگتی تھی جو ہاں
فقر و فاقہ سے اتھا ہر ایک کو کام
وے خلیفہ کچھہ نہ تھے اُنکے مثال
وے تو ملک اور مال سے بیزار تھے
وے تو دائم تھے طلب میں دینکی

شمشیر حق چوتھے علیِ مرتضیٰ
صدق دل سے لے ثمر چاروں سے تو
فضل میں چاروں برابر ہیں جناب
اعتقاد اپنا رکھہ اُنچاروں سے نیک
حیدر کرار سے تھے کینہ ور
کوئی نہ تھا آپس میں ہرگز کینہ جو
جو نہ تھی کچھہ کسکو دنیا کی طلب
جسمیں نے حاصل نہ تھا کچھہ یک پشیز
ایکدم کسکو نہ تھا آرام وہاں
کیا کہوں تجکو وہاں یکرنگ تھا
بانٹ دیتے تھے برابر سبکو وہاں
نا خلافت میں کسے اُمیدوار
جو ہو اُنکو ذکر تو ہو ملک و مال
خاص حق کے دوست اور دیندار تھے
نا تھی دنیا کی رسم اور کین کی

درصفت اصحاب کبار مفصل اصحابان رضوان اللہ عنہم بایکدیگر متفق بودند

کیا انتھا صدیق کا سُن جہد کم   جو پتھر مو نمنہ میں پکڑتے تھے جنم
وے نہ بولے بات کچھ بے احتیاج   نیں زباں پر لائے حق کے نام باج
جو تھا سینے میں نبیکے فیض رب   سو فیض تھا صدیق کے سینے میں سب
جس کے سینہ میں ہووے فیض نبی   کیوں رکھے دلمیں تو سن کینہ کبھی
جسکو منبر پر نبیکے تھا ادب   بیٹھتے وہ نیں نبیکے تھا رکب
حُبّ جو رکھتے خلافت کا اگر   تو خلیفہ کرکے بیٹھلاتے پسر
کب عمر ہوتے خلافت کے دھنی   کہاں سے ہوتی دین کی یہہ روشنی
اِس خلافت کا کہوں تجھسے بیاں   جو گنوا تا جاے تیرا ہوش یہاں
یہہ خلافت وُہ ہی جو عادل عمر   مار ڈالے تھے دُروں سے یا پسر
پس کہیں جاتے تو جاتے پانو چل   کسکو نیں کہنے کہ آگے سے نکل
ہاتھ سے اَنٹیاں بناتے تھے کبھی   سر پہ لکڑیاں لاتے جنگل سے کبھی
بیٹھتے سفرے پہ جب کھاتے طعام   سات لقمے کھا کے بس کرتے تمام
سالنے کا کچھ نہ تھا اُنکو اٹک   سِرکا بس تھا اُنکو سالن بے تنا
جب انکھو نمیں نیند کا آتا خمار   خواب کرتے خشت رکھہ سر کے تلھار

رات کو کاندھے پہ لیکر مشک آب
رات کو لشکر کے چوکیدار ہوئیں
پھاٹ جاتا جو کبھی جامہ نکل
یہہ خصائل سُن سبھی عثما نہیں تھے
گر نہ کرتے جمع عثماں یہہ قرآں
کیوں تو کرتا بغض اُنسے بے بنیاد
ہوویگی جن کی خلافت اِسو ضا
مرتضی کو تو نہیں مظلوم بُول
مرتضی تو تھے خدا کے شیر نر
تو نہیں اپنے دُشمن اُسکو سمجھ
جائے حبب تجھسے نکل کر صاحبی
وے سو دکھہ سُکھہ میں اتھے با اتفاق
تو جو اپنے دل میں جب کرتا ہی ہوش
مرتضی ہوتے اگر تیرے مثال
خوب تھے تیر ایسے وے مردانہ تر

تیر پہ یا سو نکو پلاتے وقت خواب
نید بھر کر کب نہ اپنے تھا رسوئیں
وہاں لگاتے ترت چمڑیکا پھگل
متقی اور جامع القرآن تھے
دین کی دولت کھو رہتی کہاں
بس نہیں قرآں سے تجکو اجتہاد
ظلم وے کِس پر کرینگے کِس و ضا
حق سے اپنے انکو مت محروم بول
ظلم کر سکتا ہی کیوں کوئی شیر بیر
جو بڑی تھوڑ یسے یاروں نسے اُلجھ
دکھہ پہ یگاد لمنیں تیرے تبھی
دل منے کِسکے نہ تھا اُسکا نفاق
مرتضی تو یوں نہ تھے ہرگز خموش
کون کہتا انکو شیر ذوالجلال
کیوں کیئے ہیں کِس لئے تم شور و شر

وے ایکس کے ایک سب غمخوار ہیں — ان خیالوں سے تیرے بیزار ہیں

کیا تو سمجھا ہے عمل کو ای عزیز — ہے نہیں کس بات کی تجکو تمیز

تو فضولی دلمیں اپنے کر نہیں — کینہ کسکا دلمیں اپنے دھر نہیں

بت پرستاں تجہ زبانسے ہیں خلاص — نیں مگر تجسے بنی کے یار خاص

در صفت ہدہد کہ خبر بلقیس از شہر صبا آوردہ سلیمان علیہ السلام را رسانیدہ و معتمد الیہ شدہ و مرتبہ یافتہ

واہ واہ ای ہدہد ہادی راہ — ہے تجھے معلوم ہر وادیکی راہ

ای صبا کے شہر پر تیرا گذر — لا سلیماں کو دیا تو خوش خبر

تا سلیماں کا ہوا تو رازدار — تب ہوا تو تاجدار و سازوار

کر اپس کے دیو کو جلدی تو بند — بعد زاں کر تو سلیمانسے انند

بند کرتا نہیں تو جب لگ دیو کو — کب سلیمانسے ملیگا جاکے تو

در بیان موسیج کہ آواز خوش دل کش معشوقانہ می آرد

واہ واہ ای یار مٹھے بولے بچن — ای میرے دلکے لگن جیوکے سجن

تو اپس کا جب سناتا ہے گلا — ہوکے جاتا ہے میرا جیو مبتلا

فارسی میں ہے تیرا موسیج نام — تو کرے موسی نمن حقسے کلام

نفس کے فرعوں کو تو کر مار چور — بعد زاں میقات سے ہو مرد طور

بس کلام بے زبان و بے خروش
کہاں تسے آوے سمجھ اتنا فہم و ہوش

در سخن طوطی شیرین گفتار گوید

واہ واہ ای بھائی راوی واہ واہ
ای میرے جیکے سجن تجہ واہ واہ

واہ واہ ای طوطی طوبیٰ نشین
تن بہ حلہ گل ہیں طوقِ آتشین

کر اول نمرود کو اپنے ذلیل
بس اگن میں بیٹھ جا مثلِ خلیل

جب تو اس نمرود سے فارغ رہے
کیوں نہ طوق آتشیں تجپر سہے

نفس کے نمرود کو مارے اگر
نیں اگن سے ایکذرہ تجکو ڈر

در سخن کبک خوشخرام گوید

واہ واہ ای مست کبک خوشخرام
واہ واہ ای عشق کے سرمست جام

مار اس پربت سے ایسا تہتہا
جو پڑے سا توں گگن پر جہجہا

آئے جب وے اونتنی تیرے منڈیر
کاں پہاٹسے پائیگا تو شہد و شیر

بس خوشی سے اونتنی آگے چلا
تا کہ صالح آئے تیرے بیٹھوا

در سخن شاہ باز افزوں بین گوید

واہ واہ ای شاہ بازِ سرچشم
تند کب لگ تو رہیگا باخشم

نامۂ عشقِ ازل کو پانئے سے بند
بعد زاں پرواز کا دے دلکو جہند

عشق مادر زاد کر دل سے بدل	تا ابد آوے نظر میں اور ازل
چار پا سے تن کے اپنے توڑ ڈال	بعد ازاں جا غار وحدت کا سنبھال
جب تیرا دل غار میں پکڑے قرار	صدر عالم ہووین تجھ سے یار و غار

در سخن دراج گوید

خوش خوش ای معراج دراج الست	جام سے قالو بلیٰ کے مست مست
تو سنا ہے جونکہ آواز الست	مت بھلا کے نفس کا ہو زیر دست
یہہ بھلا ہے تجکو گرداب بلا	اس بلا سے خوب ہے کرنا گلا
نفس خر کو مثل عیسیٰ کر ہلاک	پیشوا آونیگے روح اللہ پاک

در سخن بلبل راز مست گلزار گوید

واہ واہ ای بلبل گلزار عشق	واہ واہ ای پنچھی بیمار عشق
شوق سے دہکے دم غول اوٹھہ	درد دل مٹھی زبانسے بول اوٹھہ
اکیدم الحان داودی اوٹھا	جیو کی جگ کو کر اس سے مبتلا
زرہ داودیکی خواہش ہے اگر	اس لوہیکو نفس کے جوں موم کر
جب لوہا یہہ موم سا ہووے نرم	عشق میں تب آوے داودی کرم

در سخن طاؤس دربان بہشت گوید

واہ واہ ای مور دربان بہشت
غم سے ایکدم کو کہہ اُوٹھہ ای خوش سرشت

سانپ کے سنگ نے کیا ہی تجکو خوار
تا پڑا ہی دور تو جنت سے بار

کردیا ہی نفس نے تجہ دل سیاہ
گم کیا ہی سدرۂ طوبیٰ کی راہ

جب تلک مارا نہیں تو مار کو
پائیگا تو کس وجہہ اسرار کو

مار ڈالیگا جبھی تو مارِ شہوت
پائیگا آدم کی سنگت سے بہشت

در سخن بشیر کہ در چاہ ظلمت بخودی شد

واہ واہ تیز رو پنچھی بشیر
ای تیرا دل نور کے چشمہ سے سیر

تو جو ظلمت کے کووے میں بندہی
گرد اندھارا ہو رہا سر کندھے

اس کو ویسے جلدی آپکو نکال
گر روحانی ہی اوجالیگا خیال

اس کو ویسے باہر آ یوسف بمن
مصر میں عزت کے کر اپنا وطن

ہوئیگا جب مصر میں تو پادشاہ
پائیگا مجلس میں تو یوسف کی راہ

در سخن قمری کہ صدائے خو میزند

واہ واہ ای قمری دم ساز ہو
لحجہ عجب تیرا ہی یہہ آواز ہو

ہو نہ تو مغرور اِس آواز پر
دم پکڑ رہ میں ینے کو ترک کر

جب رہیگا دم پکڑ ماہی بمن
کر سکیگا قعر دریا میں وطن

قعر دریا کیا ہی دنیا بیوفا — دیکھتا ہی جس میں تو سو سو جفا
ہوویگا جب اُسکی موجوں سے خلاص — مونس یونس کرینگے تجکو خاص

در سخن فاختہ آواز باختہ گوید

واہ واہ ای فاختہ شیریں صدا — تو کرے جب اُٹھہ کے نت حقّے صدا
ہی تیری گردنمیں جوں طوقِ وفا — بیوفائی سے نہیں دکھلا جفا
گر خودی سے ہی تجھے یک مو خبر — بیوفا سمجھینگے تجہ کو سر بسر
آخودی سے باز بیخود ہوکے جا — بعدزاں معنے طرف توبھی لیجا
ہوئیگا جب تجکو معنے میں ثبات — لاکے دیوینگے تجھے آبِ حیات

در سخن باز بیراز حرص آواز گوید

واہ واہ باز چیلِ واہ واہ — گر تیرے دلمیں ہی مولا کی سُو خواہ
سرکشی سب چھوڑ دے ہو سرنگوں — درد سے کر دل کو اپنے غرقِ خوں
گر تجھے ہی ہمت معنی بلند — دل نہ اِس مُردار دنیا ساتھہ بند
نا دنیا پر کرنہ عقبیٰ پر نگاہ — رکھہ بزاں سر پر بزرگی کا کلاہ
جائیگا وہ تو جہاں سے جب گذر — بیٹھہ ذوالقرنین کے جا تھہ پر

در سخن مرغ زریں کہ آواز آتشیں میدارد

واہ واہ ای مُرغ زریں باصفا
جو کچھ کہ آگے آوے اُسکو دے جلا
جال ڈالیگا تو کچھ یہہ ہی جو سب
جب ہوا اول واقفِ اسرارِ حق
جب ہوا تو کام میں حق کے تمام

واہ واہ ای آتشیں ساز نوا
موندھ کر جگ جسکی جگ سے کر کلا
حق کے مہا نیکلے آگے آوے تب
وقف کر آپکو تو در کارِ حق
تو نہ رہو سے حق رہیگا والسلام

در سخن ہمہ مرغان کہ بایکدیگر صدای رای بر داشت
از تفکر ی از جہ کہ در ما حاکم نیست گوید

ایک دن سب جگ کے پنکھیرو جانور
شوق سے دلکے لگے وے بولنے
تا کہاں باتوں سے نکلی بات یوں
اور ہر ایک فرقے کا ہے ایک بادشا
بادشاہ ہم میں نہیں کسکے کہائیں
یہہ جہاں تو ہے پر از خوف و خطر
کوئی زبردستی کرے جاویں کہاں
کیوں نپچے رکھوال بن بکریوں کی دھند

ملکے بیٹھے جمع ہو یک تھار پر
راز دِل ہر یک لگا وہاں کھولنے
جو نہیں کوئی پادشاہ پنکھیوں میں کیوں
پادشاہ اپنا نہیں یہہ کیا گناہ
کام گر جو ہوئے تو کس پاس جائیں
الحذر خوف و خطر سے الحذر
داد اسے اپنے رنج کی پاویں کہاں
یا چو مالی باغیں پر تے میں دھند

اى دريغا بادشاه بن كيا كريں ‏— دِن اپنى زندگى كيونكر بهريں

اسرا ئيں كيونكريں ہم زندگى ‏— جگ منے ہے زندگى شرمندگى

در مقوله همه مرغان وجواب دادن هدهد براى رهنمائى دانايانه و وانمود سبيل سلطان هو الاول والآخر

اس وضا پنكهيوں نے جب كيا پكار ‏— بول اُٹها ويسے ہيں هُدهُد نامدار

اليعزيزاں بات يہ كرنے ہو كيا ‏— دلميں جب وسواس يہ دهرتے ہو كيا

كيوں پڑے ہو اس وضا غفلت منے ‏— كفر ہے ہر مذہب وملت منے

كفر سے توبہ كرو توبہ كرو ‏— پادشاه كى ذات ميں شك نا دهرو

پادشہ كو ميں كہنا كيا بات ہے ‏— وه تو دائم قائم اُسكى ذات ہے

وه تمهارے باج كچه عاجز نہيں ‏— بادشہ كونا كہنا جائز نہيں

گر نہيں اسباتكى تمكو خبر ‏— بات ميرى تم سُنو ٹك كان دهر

ميں پچهانا ہوں ايسكے شاه كو ‏— دهونڈه ليا ہوں ميں اُسكى درگاه كو

كئى مدت تك ميں سليمانكى سنگات ‏— صدق سے حاضر رہا ہوں دن و رات

ميں ہوا يكدم حضور سے جُدا ‏— راز داں انكا ہوا ہوں ميں سدا

وے مجهے جيو كا ہى سمجهيں مدام ‏— ميں ہوا اُنكا سدا جيو سے غلام

وہ رہے نا باج میرے یکنفس ۔ مجھ پنکھی ہدہد کو اتیا قدس
بولتے ہیں مجکو پنکھی نامدار ۔ ہیں کیا شہر صبا کو جاگذار
ہیں سلیمانکا لیجا کر خط شتاب ۔ لا دیا بلقیس کا پھر وہیں جواب
وہ دیا مجہ کو نشاں اوس شاہ کا ۔ شاہ یعنے سایۂ اللہ کا
تو بوجھا ہوں شاہ کو تحقیق کر ۔ بات میری تم سنو تصدیق کر
کیا کہوں کوئی مجھے ہمراہ نہیں ۔ شوق سے میرے کوئی آگہہ نہیں
جو تمھیں منگتے ہو چلنے میرے سنگ ۔ میں بھی آ حاضر کھڑا ہوں بیدرنگ
بیگ تو جلدی کرو چلنے بدل ۔ اگھرتے جب لگ نہیں سر پر اجل
بادشہ کو بد نہیں بولو تمھیں ۔ کفر ہے یوں نازباں کھولو تمھیں
پردۂ غفلت سے آنا باز اب ۔ جب سے کرنا ہے وو اقرار رب
بادشاہ ہے تو ہمارا بے خلاف ۔ سات دریا پار یعنے کوہ قاف
ہے سچے سیمرغ اسکا نام پاک ۔ عاشقو نکے ہیں گریباں جس سے چاک
لکھی کروڑوں سو ہیں پردے درمیاں ۔ نا اندیشہ جا سکے نا فکر واں
نور اور ظلمت کے اسکو کئی حجاب ۔ یہہ عجب جیو ہے اُنھیں وہ بے نقاب
اسکو دیکھے کوئی نیں جز جان باک ۔ عقل اُس وادی منے ہے نت ہلاک

عشق بن اُس شہر کو جا نا سکے
بے نشاں کا کوئی نشان نا پا سکے

نا کسے معلوم ہے اُسکا کمال
فکر و عاجز وہم کو تو کیا مجال

فہم اُسکے بوجھ میں حیران ہے
عقل اس وادی میں سرگردان ہے

عشق کے چیندتو میں پہلے یوں ہیں
کئی ہزاروں سیں جوں جنید و کریں

بس کہ مارگ بحر و بر کا ہے دراز
بوالہوس اِسا تمیں آتا ہے باز

سخت اس مارگ میں ہوتا ہے مرد
جکو سو سا جائے اتنا رنج و درد

نا رکھے کچھ دل میں پروا جانکا
وہ سچا ہے مرد اس میدانکا

جیو تو جان باج کیا آتا ہے کام
بات کیا زیادہ ہے اِس سے والسلام

در حکایت سیمرغ بیمثل بیمثال گوید

بعد زاں شکلے نیکھی شیریں مقال
ہدہد اُدیسے یوں کیتا سوال

ہے اگر سیمرغ شاہ بے نشان
بے نشانکا کیوں نشاں پایا جہان

مرغ زیرک نے دیا پھر یوں جواب
ایکدن کہیں وہ شہ عالیجناب

خوش اوڑا جاتا تھا او آسمان پر
جھڑ پڑا بازو سے اُسکے ایک پر

دیکھکر اُس پر کو سگلے خاص و عام
فکر سے تصویر کھینچے با تمام

بیں تفاوت صورت سیمرغ سب
جگ منے پیدا کیے نقش و عجب

ایک پر کا یہہ سبھی بستار ہی
نقش کا سیمرغ کے آثار ہی

دیکھہ اِس عالم ہوا ہی مبتلا
ہی ابھی اُسکا جہا نمیں غلغلا

تو نبی کا قول ہی اس دین میں
علم سیکھنا گرچہ ہووے چین میں

یہاں تو دستا ہی معمّا ای عزیز
ایک ذرّہ تجھکو کرنا ہی تمیز

علم ظاہر تو نہ تھا اُس وقت پر
صرف و نحو و فقہہ و تفسیر و خبر

کونسا ہی وہ علم ای ذی شعور
ڈھونڈھنے جاتا ہی جسکو اتا دُور

چھوڑ دے وجدی یہاں اُس قال کو
اب اپس کی مدّعا کو بول تو

حکایت عزم نمودن جانوران بسیمرغ

جب قصا ہدہد نے یوں ظاہر کیا
بات کو اثبات پر ما ہر کیا

ای عزیزاں گر تمھیں ہو مرد راہ
بات کہتا ہی اگر کچھہ عشق شاہ

بعد ازاں طائر سبھی اسبات سے
صبر و ہوش اپنا گنوائے ہاتھہ سے

ہر یکس کے دل منے بے اختیار
عشق نے سیمرغ کے پکڑا قرار

متفق ہو عزم کیتے راہ کا
شوق پکڑے شاہ کی درگاہ کا

لیکن آخر دیکھکر رستا کٹھن
ہنس سمجھا حیلہ کسے کچھہ عذر بن

ہر جناور عذر ہر یک بات کا
درمیان لانے لگا ہر صفات کا

حکایت عذر آوردن بلبل پیش ہدہد

سب پنکھیوں کے پہلے بلبل نے نقل
ہے مجھے ہیں پھول بن ملک لحظہ گل

مغز میرے میں بھری ہے بوی گل
بلکہ بالوں بال ہے سب تھیں گل

عشق گل سے بند ہی نت جیو میرا
نیں کسی کے ساتھ ہرگز تھہ میرا

جگ میں غوغا ہی میرے شوق کا
کچھ عجب سودا ہی میرے شوق کا

عشق نے مشہور کردی ملک میں
ہوئی میں رسوا اسی لیئے سب خلق میں

کسکو ہی میرے من سودے عشق
کون ہی مجھ سار کا سودائی عشق

ہی ہر یک گل میرے لیئے پر خروش
عاشقوں کے دل منے میرا ہی جوش

جب عشق جیو میں میرے لاتا ہی دوڑ
جیو میرا دریا من کرتا ہے شور

کہاں ہی کوئی داود جیسا مبتلا
جا سناؤں میں جیسے اپنا گلا

نغمہ داود سے پانچوں زبور
کر ستوں دل عاشقوں کے چور چور

ہے میرے ہر یک بچن میں تازہ راز
ہور ہی ہیں سب رگاں جوں تار ساز

حیف کوئی اس راز کا واقف نہیں
ساز اور آواز کا واقف نہیں

کان دھر آواز میرا جو سنے
مست بیخود ہوا اپس کا سر دھنے

کھولتا ہی جب میرا معشوق لب
جیو میرا سینہ منے کھیلتا ہے تب

باس اس معشوق کی پاؤں جہاں شوق سے پرواز کر جاؤں وہاں
جس گھڑی گلشن مے کھیلتا ہی پھول جیو میرا اسمیں منے جاتا ہی بھول
جب نکل کر جاؤں میں گلشن سے بار جیو میرا اتب ہوئی غمسے خار خار
خوش نہیں آتا مجھے تب بولنا زہر دستا ہی مجھے لب کھولنا
بولنا لب کھول کر مجکو نہ بھاے راز بلبل کا بتاؤں کیونکہ پاے
چھوڑ کر میں پھول کو جاؤں کہاں ڈھونڈھتے سیمرغ کو پاؤں کہاں
میں کہاں سیمرغ کی درگہہ کہاں مجکو اسکی بارگہ لگ رہ کہاں
عشق گل مجھ ناتواں بلبل کو بس کیا مجھے سیمرغ کی لائق ہوس
طی کروں میں کس طرح راہ دراز کہاں سے لاؤں راہ کا میں برگ ساز
برگ میری بات کا صدبرگ بس دیکھنے جسکو بڑھے جیو کا امس
بس ہے مجکو عاشق ازروی گل مغز کو کافی میرے ہی بوئی گل

حکایت جواب دادن ہدہد

بعد ہدہد کا سنو تم یہہ جواب عشق نے گل کے کیا تجکو خراب
جانتا ہی تو کہ گل ہی بے وفا بے وفا سے دل لگانا کیا نفا
خوب تر ہر چند ہے گل کا جمال لیک اسکو آئے ہشتے میں زوال

حسن میں آوے خلل جسکے شتاب / کاملوں کو عشق اسکا نئیں صواب

چھوڑ دے اب نام گل تو ہر سحر / تجھپہ خوش ہنستا ہی سو رکھہ جا نوز

تو نہیں گل دیکھ دیکھا ویگا تجھے / یہہ ہنستا گل کا رو لاویگا تجھے

حکایت دختر بادشاه

نقل کرتے ہیں کہ کوئی تھا بادشاه / ایک لڑکی تھی اُسے جوں رشک ماہ

خوش حسن نازک نپٹ صاحب جمال / زلف دل کا دام اور دانہ تھا خال

فتنۂ غمزے نے تک رہ زن ادا / عاشقاں مارے پڑیں جیسپر سدا

لب ہیں امرت منہہ میں تھا آبحیات / ناز سے اُسکے گُل شربت نبات

سو دسے منہہ کی پڑے جب روشنی / ہو رہے تب خلق و عالم درسنی

از قضا ایک روز وہ بے اختیار / سیر کو نکلی تھی کہیں ہو کر سوار

ناگہاں رستے میں تھا کوئی یکفقیر / دیکھ اُسکو ہو گیا پل میں اسیر

چاند سے رو کی نظر جب آئی حور / ہو رہا درویش وہ اُسکا چکور

ہاتھ میں روٹی تھی آدھی سو ہیں / گر پڑی اس بیخودی کے وقت کہیں

یہہ پری تب دیکھ اسکو مبتلا / جلد تر آگے سے گئی کھوڑا چلا

اس ہنسی کو دیکھ کر وہ مبتلا / دیکھ یہہ دنبل کا اثر سمجھا لوا

عشق کی بس میں پڑا آزاد مرد
ہوگیا یکبار گی سد بدسے فرد

نیم جاں تھا وہ اور تھا نیم قوت
نیں حیاتی تھی اُسے اور لا یموت

پھاڑ کپڑے ست دئیے تنکے لیجا
ڈھول اُسکے عشق کا جگمیں بجا

غم نے گھیرا تسنو جب وہ فقیر
ہوگیا لاغر بدن جوں مرد پیر

نا اسے تھا کھانے اور پانیکا ہوش
یاد میں تھا اُس پری کے پرخروش

یوں ہی گذرے دکھہ میں اسکو سات سال
سوک اسکا تن ہوا لکڑی مثال

مدّعی اُس راز کا سُنکر خبر
سیس پر درویش کے باندھی کمر

دھو لیا ہوں میں تو اس دنیا سے دست
دیکھ تجکو میں ہُوا جیسر و زمست

اب میری یک بات ہے سچ بول تو
کیوں ہنسی اُس روز میرا دیکھہ موں

بعد ازاں بولی اُسے لب کھول کر
میں ہنسی تیرے خیالِ خام پر

اب کہاں میں شاہزادی تو کہاں
کیوں گنوایا ہاتھہ سے تو قوت جاں

یہہ سخن اُس سنگدل کا جو کہ تیر
آلگا ایک پلمیں جیو سونپا فقیر

عذر آوردن طوطی پیش ہد ہد

بعد ازاں آیا وہاں طوطی گمر
تن پہ حُلّہ سبز گلمیں طوق زر

چونچ یہ جوں مرجان اسکی لعل رنگ
دیکھکر جسکو اُڑے دلپرسے زنگ

شہد سے لب کے کیا شکر کے ڈھیر — لعل سے اپنے سنا گوہر بکھیر
عذر خواہی سے اول درپیش آ — بس کہا ہدہد سے یوں ای پیشوا
کیا کہوں کچھ کہا جاتا نہیں — چپ رہوں تو بھی رہا جاتا نہیں
بولتا ہوں تو رکھیں پنجرے میں ڈال — دم پکڑ رہنا تو ہوتا ہے محال
گرچہ مجپر ہے خضر کا یہہ لباس — خضر کے چشمے سے ہیگی مجکو آس
پائیگا جس روز وہ چشمہ مجھے — ہوس میرے جیو کی اُسدن بجھے
بس مجھے خضر کے چشمہ کا آب — کہاں مجھے سیمرغ کے ملنیکا تاب

جواب دادن ہدہد طوطی را

یوں کہا ہدہد اُسے کای نامرد طوطی — دل اپکا کیوں بندھا ہے جیو سوں
جیو تو جاناں باج کیا کام آئیگا — کیا نفع اس جیونے سے پائیگا
جیا نفعا جاناں پہ کر مردوں نمن — تن سے کب لگ کریگا جیو جتن
وار جیو کو پاوے پر تو یار کے — گرچہ نہیں کچھ جیو بن دلدار کے

حکایت دیوانہ با خضر گلہ کردہ بود

ایک مجنوں تھا کہنیں والا مقام — خضر اُستے آ ہوئے تھے ہم کلام
شوق ہے کچھ سنگ کا میرے تجھے — ہنس کے بولا یہہ تو ناہونا مجھے

تم پیے ہو نیر امرت کا اچھل
آس کرتے ہو بہت جینے بدل

میں تو اپنے جیو پہ کرتا ہوں اودھا
جیو کروں کب پیو پر میرے نثاذ

تم منگے کرنے اپکا جیو جتن
میں مانگوں ہونے شہید بے کفن

بس مجھے تم سے تو اب دوری بھلی
بلکہ یہہ دوری نپٹ پوری بھلی

عذر آوردن طاؤس پیش ہدہد

مور آیا بعد آپس کو سنوار
جسکے ہر یک پر میں کیئے نقش و نگار

پانو اپنے ناز سے دھرنے لگا
جلوہ عاروسانہ وہ کرنے لگا

مور ہدہد کے ہوا جب آ قریب
یاد کر فردوس رو یا وہ غریب

بعد ازاں بولا کہ مجھسے یک گناہ
بہشت میں صادر ہوا صد آہ آہ

مار ڈالا ہی مجھے تب سے ہوں
ہی میرے اسرون سے سینہ میں سو

گرچہ میں جبرئیل ہوں پنکھیوں گرا
شرمندہ ہی اتے اب تک جیو میرا

یاد جب فردوس کا آتا ہی باغ
جان و تن ہوتا ہی سارا داغ داغ

کھانے میں یاری لگایا مار سے
جو پڑا ہوں دور حق کے پیار سے

جب سے چھوٹا ہاتھ سے میرا وطن
راتدن روتا ہوں میں اے ہم سخن

ہی اتی یہہ آرزو میری تمان
جو مجھے لیجاے کوئی میرے مکان

جواب دادن ہدہد اُورا

پس کہا ہدہد کہ سُن تو ای گنوار — پادشہ کے گھر میں تو سکتا ہی تھار

کیوں ملیگا گھر تجھے جب شاہ کا — ہوئیگا کیوں محرم اسرار کا

جا تو اول پادشہ کا ہو نفر — بعد ازاں جا دیکھہ اُسکا دار گھر

گھر دھنی کے بعد گھر کیا کام آئے — کوئی خالی گھر میں کیا آرام پائے

کیا ہی جنت ایک گھر خالی پڑا — گرچہ دکھتا ہی تجھے خالی بڑا

کیا بڑا گھر کیا مکاں کیا جزو کُل — ہیں دھنی کے باج یہہ سب اصل

گھر جو چاہے ڈھونڈ لے اول دھنی — پاک مطلق نام جس کا ہی غنی

یہہ بہشت اُسکا ہی ایک اونیٰ مقام — گر نہیں ہی کوئی مکان اُسکے قیام

ہی عبث تو ڈھونڈھتا جنت میں گھر — گر نہیں اعلیٰ او ادنی پر نظر

حکایت شاگرد و استاد

ایک تھا شاگرد کہیں صاحب جمال — اُن کیا اُستاد اپنے سے سوال

حضرتِ آدم تھے حق کے خاص جوں — حق نکالے انکو جنت سے سو کیوں

پس کہا استاد اُس تلمیذ سات — نیک تھی اول ہمیں آدم کی سو ذات

جو رکھے فردوس پر ٹک سی نظر — غیب سے ہاتف نے دیتی یوں خبر

غیر کو جو کوئی پوجے مجکو چھوڑ
مکھ ایس کا لیونمیں جلدی اُس سے موڑ

چھین لیوئیں جو کہ ہووے بیدرنگ
ہے میری غیرت میں یہہ ناموس و ننگ

جو سوا میرے کسیکا ہو عبید
کر رکھوں گر ہووے آدم اسکو قید

میں اگر جنت میں میرا رازدار
سر پہ اُسکے لار رکھوں غم کے پہاڑ

جان با جاناں ملاوے ای سُجان
بلکہ وے جاناں پہ اپنی جان وار

عذر آوردن بط پیش ہدہد

آئی بط جب آپسے مغشول ہو
پہن کپڑے پاکتر جوں پھول ہو

بات کرنے یوں لگی ہے اب کہاں
میرے جیسی پاکدامن پاک جان

سب پنکھیوں نے پاک ہونمیں زیر تن
پاک جامہ پاک جاگہہ پاک من

میں چلوں جوں اولیا پانی پہ آب
گر کرامت کوئی کرے مجسے طلب

بسکہ یو پانی سے ہے میرا جسم
نا رہوں جز آب کے سُن ایکدم

اگر کچھ غم بھی دل پر آئے جب
دیکھتے پانیکو دھویا جائے سب

تازہ گی پانی سے مجکو ہے مدام
میں چلوں خشکی پہ کیوں ای نیکنام

الگا ہے کام میرا آب سے
آب بن یہہ جیو رہے کب تاب سے

تم سنو ہے آب سے عالم حیات
کیسے بیٹھوں آب سے اب دھو کے ہاتھ

نیں ہی طاقت مجکو جو بیٹھ کر کے کھوں
جا کے دیکھوں ملک جہاں ہیں ...

جسکا ایسا ابتدا سے حال ہو
کب ملاقی شاہ سے ہووے کہو

جواب دادن ہدہد بط را

پس کہا ہدہد نے ای پانیکی میت
کیوں بندھی ہی اس وضو پانی سے پیت

چند کیوں پکڑتی ہی تو پانی چرا
نیں رہا منہہ پر تیرے پانی ذرا

گند اپنا ہر کوئی پانی سے دھوے
اب سے تجکو زیادہ گند ہووے

گھٹ پڑی بندھتی ہی پانی ساتھ دل
گھٹ پڑی تو ہی تو جا پانی سے مل

پاک پانی کے مثل تو جب لگوں
گھٹ پریاں کا کب لگن دیکھیگا موں

گر نہیں باور تو کر نا ٹک قیاس
کیا گندی مچھلی مثل تیری ہی باس

حکایت شخصے با دیوانہ سوال کردہ

یک دیوانہ تھا کوئی سیانیکی گت
کوئی پوچھا اسنے کیا ہی یہہ حکمت

بولا اسکو یہہ زمیں اور یہہ فلک
عرش و کرسی آدمی جن و ملک

ایک قطرہ کیا ہی یو نقش و نگار
ایک قطرہ سے ہوا سب آشکار

ایک بوند پانی سے ہی سب کا جماؤ
ایک بوند پانی سے ہیں ساتوں دریاؤ

کیا زمیں کو آب کے اوپر نگار
نقش کو پانیکے کچھ نیں اعتبار

ہووےگا یہہ نقش یک پلمیں خراب
سخت بے بنیاد ہی یہہ نقش آب

تو نہیں دل باندھہ اپنا آب سے
کر حذر اس راہکو اِس بات سے

عذر آوردن کبک پیش ہدہد

کبک خوش رفتار آیا بعد ازان
دل سے جزم منہہ سے خندان شادمان

لعل جیسی چونچ جگمگ کے ہمن
بات کرتے جہڑ پڑیں مکھہ سے رتن

ناگہاں پربت سے خوش آیا اتر
پس کہا ہدہد کو ای عالی گہر

ہیں میرے دراصل گوہر سے لگن
عشق ہیں اُس لعل کے ہوں رات دن

رات دن مجکو ہی گوہر کی تلاش
راز میرا ہو گیا ہی جگمیں فاش

لعل کی آتش تری ہی دلمینے
سنگ گل جاتا ہی جیسے پل منے

کیا ہی میری بھوک سو یکدو چھپر
بس ہی میری پیاس کو آب گہر

جب سے گوہر کا پڑا ہی دلمیں تاب
رات کو دیکھتا مجھے ہی آفتاب

تب سے گوہر ڈھونڈھتا ہوں رات دن
کرنا لگتا ہی صبر مجکو کٹھن

اس دنیا میں جسکو اشیا قوت ہو
کیوں نہ موج خون رنگ یاقوت ہو

بھاگ گئی ہی بھوک اور آرگئی ہی خواب
دل پڑا ہی کش مکش میں جون طناب

عشق گوہر کا نہیں ہی جس کسے
وہ مجھے تو چشم ہیچو ہر دسے

عشق بیجوہر کہو کیا آئے کام
زندگی ناچیز ہی اُسکی تمام

میں تو ہوں عاشق گوہر کا مست لا
جانتے ہیں مجکو سب گوہر پرست

نین گوہر کے بعد مجہ کچھ جستجو
جیب پر میری ہی ہے نت یہہ گفتگو

غمسے گوہر کے میرا جی مبتلا
جیسے دلکو روز و شب ہے تلملا

بس ہی مجکو لعل گوہر کا بیاں
ہر گدا کو پادشہ لگ رہ کہاں

میں کہاں کیا شاہ کا پاؤں وصال
کہاں ملے مجہ سیمرغ صاحب جلال

جواب دادن ہدہد کبک را

بعدزاں ہدہدی بولا بیدرنگ
کس سبب کرتا ہی اتنا عذر لنگ

کس سبب کھاتا ہی تو خون جگر
رنگ جوہر دیکھکر ای بدگہر

کیا ہی گوہر اصل ہیں رنگین کہاں
رنگ پر بھولو نہ اُسکے ای سُجان

گر کبھی جاوے نکل اُسکے رنگ
سنگ سا آخر دسیگا تجکو سنگ

طالبوں کو رنگ پر نہیں ہی نظر
جوہری ہیں سنگ کو ڈھونڈھے مگر

حکایت حضرت سلیمان علیہ السلام

اس جہاں میں ایک یہہ جوہر نہ تھا
جو سلیمانکی انگوٹھی پر اتھا

چو طرف جسکا پرا تھا جگ میں نانک
سو نگینہ اصل میں تھا پاؤ نانک

جب سلیماں پائے وہ انگشتری | آئے سب فرمان میں جن و پری

تخت کئی فرسنگ آحاضر ہوا | حکم سے اُنکے چلے نت ہر ہوا

بعد زاں او پادشاہ نامدار | دیکھہ اِس عظمت کو کرتے یوں پکار

سب کرامت اُس کنکر سے ہی مجھے | جو مانگوں ہوئے حاضر شتی مجھے

گر نہ ہوتا پاس میرے یہہ کنکر | کہاں سے ہوتا مجکو اِتنا کر و فر

کیا کرو نہیں اِس کنکر کا اعتبار | یا دے سے مجکو سو ہرگز پائدار

یہہ کنکر مجکو تو بے سیوت بھلائی نہ | نہیں جسے سیوت سو وہ کیا کام آئے

جس کنکر سے یک گھڑی آرام نیں | ملک و لشکر میں بھی اُسکے کام نیں

کام نیں آوے کسے یہہ ملک و مال | دے مجھے یا رب تو ملک لایزال

پس دنیا کا مال اور نعمت لوتا نیں | اور آپ یک زنبیل بُنکر بیچ کھائیں

باوجود اِس خوف کے اُس شاہکو | دولت دنیا نے ماری راہ کو

سب نبیونسے بہشت میں ابن داود کے | بعد پانصد سالکے جاوینگے دے

یہہ کنکر اُس شاہکو ایسا کرے | پس کہو تجکو کنکر کیا کرے

یہہ گُہر جوں سنگ ہی یوں سنگ نہو | جان جاناں باج کچھہ منگ نتو

کیا کریگا تو گُہر کو ہے عجب | جو ہر یکی دل میں دھر دائم طلب

عذر آوردن ہما پیش ہدہد

بعد ازاں آیا ہما با کر و فر — سایہ جسکا پادشاہوں کا چھتر

بولنے لاگا کہ ای پنچھی ہو تمیں — لالچی بھی کس پنچھی کے سار نیں

اصل میں رکھتا ہو نیں ہمت بلند — گوشۂ عزت میں کرتا ہوں آنند

نفسکو اپنے رکھا ہوں خوار کر — تو دیا عزت مجھے حق پیار کر

جانتے ہیں جو ہما میرا آ، ناؤں — پس ہمایوں کیوں نہووے میری چھاؤں

ہدہد مثل اسکو سمجھنا ہوں ذلیل — بس ہے مجکو یو بزرگیکی دلیل

گر فریدوں ہی دگر جمشید شاہ — چھاؤنسے میری ہوئے ہیں پادشاہ

سایہ پروردہ ہیں میرے سب ملوک — کب گدا طبعانسے ہووے ہیں سلوک

پادشاہاں خوش ہیں میرے نام سے — پادشاہی پائے میری چھاؤں سے

ہی کب سیمرغ کا پروا مجھے — کس سبب اُس سے ہووے سروا مجھے

جواب دادن ہدہد ہمارا

پس کہا ہدہد نے ای نفس غرور — چھاؤں اپنی کر جہانسے دور دور

کوں کہتا تجکو صاحب دو لت جلال — ہی کتیکے مثل تو ہڈ پر خشحال

تا پڑو یہہ چھاؤں تیری کسپہ آج — کاشکے ہوتا تجھے اس ہڈ سے لاج

غرض کیتا ہیں کہ جگ کے پادشاہ
ہووے تیری چھاؤں نسے عالم پناہ

لیکن آخر پادشاہی کے سبب
جا پڑینگے دکھ منے محشر کے سب

گر نہ ہوتی چھاؤں تیری آہ آہ
کیوں بلامیں جا کے پڑتے پادشاہ

حکایت سلطان محمود غزنوی

از قضا محمود سلطاں کو کنے
ایکدن دیکھا مگر سپنے منے

پس پوچھا محمود سے رازِ نہاں
کیا ہے ای سلطان تیرا حال یہاں

اُسکو بولا مجکو تو دُکھ دِسے نہیں
نام سلطاں کر کے لے میرا نہیں

بولتے ہیں یوں عبث لوگاں غلط
مجکو نا حق بولتے سُلطاں غلط

بولنا سلطاں اُسے ہے سازوار
سلطنت ہے جسکی دائم برقرار

میں تو یک بندہ پریشاں تر ہوں آج
نام سلطاں نسے مجھے ہے بہت لاج

بھت پر وہہ سلطنت جسکا حساب
جواب دینے لگا ہے مجھ عذاب

کاشکے دنیا میں ہوتا میں گدا
تا رہتا آرام سے میں یہاں سدا

خاک روبی سب سے بہتر تھی مجھے
نا چھتر اور تخت یہہ افسر مجھے

جا یو جب کہ اُس ہما کے بال و پر
جو ستا ہے سایہ میرے سر اوپر

عذر آوردن باز پیش ہدہد

بعد اُسکے باز آیا سرفراز — پس لگا کہنے کو اپنے دل کے راز

سربزرگی سے اپس کے لاف مار — سروری کی بات کا رہی گمہ یار

ہی مجھے تو شاہ کے ہاتھوں سے پیت — موند بیٹھا ہوں انکھیوں کو ہو نجیت

آج میرا ہی کلاہ داری سو نام — ہاتھ پر شاہوں کے رکھتا ہوں مقام

بسکہ میں محنت کیا ہوں روز و شب — نفس کو اپنے سکھایا ہوں ادب

تا اگر کوئی مجکو شاہ سے بلائے — شاہ خدمت کا مجھے شایستہ پائے

میں کدھر سیمرغ ڈھونڈتا پھروں — جب بجھتکتا راہ میں دکھ سے مروں

بس طمع ہی مجکو شہ کے ہاتھ سے — کیا مجھے درکار ہی سہات سے

لا زلا سلطان کا جو کوئی ہوئے — ہی دیوانا وہ جو ڈھونڈے اور کوئے

آرزو میری ہی یہہ ای ذو وفر — میں چکھوں نت شہ کی خدمت کا ثمر

جواب دادن ہدہد باز را

پس کہا ہدہد نے کہ ای دیوانہ باز — کیوں ہوا ہی تو گرفتار مجاز

بادشہ وہ نیں کہ ایسا اور کوئے — اس خراب آباد میں دنیا کے ہوئے

بلکہ شاہ وہ ہی جو ہو وے بی مثال — بادشاہی کو نہ اُسکی ہو زوال

بادشاہ وہ نہیں جو کوئی گنج بی نہیں — کیوں سو کہنا شاہ اُس جس دھیر نیں

بادشاہ

بادشہ تو ہی سچا سیمرغ آج | اور کوئی نیں بادشاہ اُسکے باج
نیں ہی اس دنیا کے شاہونکو وفا | کام انکا ہی سدا جور و جفا
ہی جو کوئی اُنکے بہت نزدیک تر | ہر دم اُسکے جی یہ ہی خوف و خطر
صحبت ان شاہونکی ہی آتش مثال | الحذر آتش سے ای صاحب کمال
جب اُوٹھی آتش او ناگہہ جیت کر | جل بھسم ہو جاویں پلمیں دار و گھر
تو کہیں پوئیس پوئیس جوب دار | یعنے آگے سے نکل ای ہوشیار

حکایت عاشق شدن بادشاہ بر غلام

ایک تھا کوئی بادشاہ والا گہر | اُو ہوا عاشق غلام اپنے اوپر
سب غلاموں سے اُسے کرتا پیار | جو نہ دیکھے اُسکو تو ہووے بیقرار
لیکن اپنے جیو کے ڈر سے وُہ غلام | ہو رہا تھا زرد رنگ اور جان تمام
ایک دن اُسنے پوچھا کوئی نیک مرد | پس سبب سے تو ہوا ایسا زرد
بادشاہ کا تجھپہ اِتنا ہی پیار | اس رضا تو کیوں ہوا ہی زار زار
پس کہا افسوس کھا کر وُہ غلام | ہی مجھے ایکبات کی دہشت تمام
شاہ میرا جیرہ جو لیکے پر کہیں | دور وے مجکو کھڑا کر کر دکھیں
سر پہ میرے سیب رکھہ تدبیر سے | پس اوڑا دیتا ہی اُسکو تیر سے

ہی مجھے اس شہر کا سو جیو میں ڈر — جو صبا دا جاوے سینے سے گذر

سیب کو لاگے تسلی شہ کی ہوئے — ہور مجھے لگ جاوے تو بولے نکو

جیو میرا اس غم سے پیچا پیچ ہی — شاہ کے نزدیک تو سب ہیچ ہی

حکایت عذر آوردن قاز پیش ہدہد

بعد ازاں مسکین بگلا لا آیا — عذر مسکینی اپس دکھلایا

ای عزیزاں ہی مجھے یوں نیر بن — نیں صبر ہی اور نہ گمتا جاؤں تن

تھار ہی خوشتر مجھے دریا کنار — نا نکالوں منہہ سے کچھ آواز بار

بیٹھ کر دریا کنارے دردمند — جگ رہتا ہوں جو نکہ غمگیں مستمند

آرزو سے نیر کی گھستا ہی دل — ای دریغا کیا کروں پھٹتا ہی دل

ہیں جو دریائی نہیں ہوں جانور — خوشک رہتا ہوں لب دریا اوپر

گرچہ ہی دریا کو سو کھانت جو شر — میں نکر سکتا ہوں اس سے قطرہ نوش

عشق ایک دریاؤ کا ہی مجکو بس — اور کسیکے عشق کا نیں مجھ ہوس

ہی یہی غم دل منے میرے نہاں — تاب اس سیمرغ کا مجکو کہاں

در جواب دادن ہدہد قاز را گوید

پس کہا ہدہد کہ سن ای بیخبر — ہی دریا تو پر نہنگ ملیے جانور

اور اسکا

اب اُسکا کبہے شیریں کبہے شور ... جوش اُسکا تھیر ہی اور کبہی زور

حال اُسکا ہر گھڑی ہر طور ہی ... وور اُسکا پل منے کچھ اور ہی

چھوڑ اپنا ٹھار آگے آئے کب ... پھر جو دیکھو تو پچھے ہٹ جائے کب

کئی عزیزاں کے ڈبایا ہی جہاز ... جیو دیے ہیں کئی غریباں بانیاز

جا ٹیکر غواص دریا کے بھیتر ... غصے دُر کے دم کو پکڑتے کھینچ کر

جو کبھی دم چھوڑ دے تو اُسمیں بس ... مُردہ ہو پانی پہ آوے جونکہ خس

اس سبے کسکو کچھ وفاداری نہیں ... کام اسکا جز جفا کاری نہیں

جب تلک دریا سے تو نا بہر آئے ... خوف ہووے جو مبادا ڈوب جائے

وو تو محبت یار سے کرتا ہے جوش ... ہی کبھی مستی اُسے اور کب خروش

وہ تو اپنا ڈھونڈھتا ہی کام دل ... پائیگا تو اس سے کب آرام دل

حکایت شخصے کہ با دریا سوال کرد

جا کے پوچھا بحر کو کوئی حق شناس ... کیوں تیرا نیلا ہی ای دریا لباس

پس دیا اس مرد کو دریا جواب ... ہی فراق حق سے مجکو اضطراب

جونکہ نامرد ہیسے ہی نیں مرد راہ ... نیل سے کپڑے رنگا ہوں میں سیاہ

خشک لب بیٹھا ہوں یو مدہوش میں ... عشق کے آتش سے ہوں پر جوش میں

اسکی امرت کا جو آیا ہوں اگر — ایک بوند پانی سے ہوتا ہی امر
ورنہ مجھسے کئی ہزاروں خشک لب — راہ میں مرتے ہیں اُسکے خشک لب

عذر آوردن چند پیش ہدہد

چلا آیا چند پس مجنوں نمن — پس کہا جو مجھ پروانہ وطن
گرچہ میں دیکھا کہیں آباد گانو — جمعیت کا نہیں پایا ہوں ٹھانو
جو کو مانگے جمعیت اس دورمیں — ہی اُسے حاصل خرابی طورمیں
تب خرابی کو کیا ہوں اختیار — اس خراب آباد میں پکڑا ہوں ٹھانو
ہی ازل سے دلمیں میرے عشق گنج — عشق کی خاطر ہوا ہوں رنج سنج
گنج کی آتی ہی ویرانیمیں باس — تو پکڑ بیٹھا ہوں میں استھار آس
عشق یہہ سیمرغ تو افسانہ ہی — کون اُسکے عشق میں مردانہ ہی
میں نہیں ہوں مرد اسکے عشق کا — عشق گنج ہیگا مجھے آخر بجا

جواب دادن ہدہد چند را

پس کہا ہدہد نے ای سودائی گنج — فرض کر دیا میں کہ تجکو پائے گنج
عمر کی تو عشق میں اُسکے تمام — عمر گئی پھر وہ تجھے کیا آئے کام
کفر ہیگا عشق گنج و عشق زر — گر نہیں آذر تو زر کو بت نہ کر

ہی عبادت زر کی آخر کافری ‏ ‏ ‏ ہو نہ تو زر کے بدل جوں سامری

جسکے دلمیں عشق زر کرتا دخل ‏ ‏ ‏ صورت اسکی ہووے محشر میں بدل

حکایت شخصے کہ سبو از زر پر کردہ زمین مدفون کردہ بود

یک سبو زر کا رکھا تھا کسنے گاڑ ‏ ‏ ‏ پس چھپا یک روز وہ دنیا کے آڑ

سال کے بعد از مگر اسکا پسر ‏ ‏ ‏ خواب میں دیکھا کہ روتا ہی پدر

گھس کی صورت ہوکے پھرتا ہی وہاں ‏ ‏ ‏ گاڑ کر زر کو رکھا تھا وہ جہاں

پس کیا فرزند نے اسکو سوال ‏ ‏ ‏ کیوں تو پھرتا ہی یہاں اب بول حال

پھر کہا یہ گھس کی صورت ہی کیوں ‏ ‏ ‏ اس کہا جس زر کی الفت ہووے جیوں

صورت اسکی کر تو میرے سے قیاس ‏ ‏ ‏ پند سن لے ای پسر مجھ باپ پاس

عذر آوردن گنجشک پیش ہدہد

بعد ازاں آیا گنجشک زار و نزار ‏ ‏ ‏ سر سے پا لگ مثل آتش بیقرار

راز دل کہنے لگا ہدہد سے یوں ‏ ‏ ‏ میں چلوں سیمرغ تک تجھ ساتھ کیوں

میں تو ایسے تھار کا ہوں جانور ‏ ‏ ‏ نا پڑے بازو کو ہلنا زور پر

بسکہ ہوں جنوتی سے سست و ناتواں ‏ ‏ ‏ کس طرح سے چلکے میں جاؤں وہاں

مجھ سے عالم ایک جہاں فائق ہووے ‏ ‏ ‏ وصل اسکا کب مجھے لائق ہووے

میں جو جاہوں اسطرف جاؤں مگر ‌ ‌ ‌ موت اووے راہ میں یا جلجا ئیں پر

بس ہے پانیکے کووے میں مجکو نہاؤں ‌ ‌ ‌ تا میں اپنی یوسفِ معنی کو پاؤں

میں کووے میں گم کیا ہوں ای عزیز ‌ ‌ ‌ یوسف اپنا صاحبِ عالی تمیز

گرسنہ پر تا ہی میرا یوسف مجھے ‌ ‌ ‌ دل خوشیکی بات کیا کہو نمیں تجھے

آسماں سے جا لگے میرا دماغ ‌ ‌ ‌ آرزو کا دلسے دھویا جائے داغ

جواب دادن ہد ہد کھجن را بدین طور

پس کہا ہد ہد کہ یہہ تیری خوشی ‌ ‌ ‌ پھر کرد کھاتی ہی تجھے صد سرکشی

مکر و فن سے چپ نہ کر تو یہہ سخن ‌ ‌ ‌ میں سمجھتا ہوں تیرے سب مکر و فن

چونچہ اپنی موندھ لے اور اُٹھکے چل ‌ ‌ ‌ گر چلینگے جانور تو تو بھی چل

گر ہوویگا فی المثل یعقوب تو تو ‌ ‌ ‌ تا ملیگا تجکو یوسف ای زبون

آگ غیرت کی ہی جلتی یہاں مدام ‌ ‌ ‌ عشق یوسف کا ہے عالم کو حرام

حکایت یعقوب علیہ السلام کہ از جدائی یوسف گریستہ بود

جب پڑے یعقوب بھی یوسف سے دور ‌ ‌ ‌ سب گنوائے چشم کا رو رو کے نور

مارتا تھا موج جگ سے بحرِ خون ‌ ‌ ‌ ہور ہا تھا درد یوسف سے زبون

بعد ازاں جبرئیل آکر یوں سنائے ‌ ‌ ‌ گر زباں پر نام یوسف پھر کے لائے

نام تیرا انبیا سے جائیگا ... گر رسولو نہیں تو مکاں نیں پائیگا

جب کہ آیا امر حق کا اس وضا ... صبر کر آگے چلا بر رہ رضا ؎

نام یوسف جب زباں پر تھا مقیم ... سو محبت سے ہوا دل کا ندیم

ایک شب یوسف کو سپنے میں دیکھا ... جو مانگے اپنے لگے لینے بلا

یاد آیا یوں ہی پھر امر الٰہ ... بعد زاں چپ رہ کہ ماری ایک آہ

جب اُٹھے وے خواب سے ہو کر جدا ... آئے پھر جبرئیل کہتا ہے خدا

نام یوسف نیں لئے تو کیا ہوا ... آہ کا تو یک الم پیدا ہوا

جانتا ہوں میں تمھاری آہ کو ... آہ سے تو رتے ہی اشتباہ کو

عذر آوردن ہمہ جانوراں پیش ہدہد

بعد زاں سب جانور آتے چلے ... عذر کئی کئی بھانت کے لانے چلے

ہر کسیکو عذر ہر یک دھات کا ... سر نہ سیوت پائے کو لوجس بات کا

گر کہوں میں تجکو ہر یک بات باز ... داستاں معنے کے ہوتے ہیں دراز

ہر یکس کو جب ہوا یو عذر لنگ ... مل سکے کیونکر وہ عنقا کے سنگ

جسمیں ہمت کا نہ ہو ذرہ نشان ... وہ کہو سیمرغ لگ جاوے کہاں

مرد ہونا سخت اِس ستے منے ... درد چاہیے عشق کا ہر رگ منے

جب نہیں ہی دلکو تیرے ذرہ تاب | کیوں سکیگا دیکھہ تو وہ آفتاب
ایک قطرے آب میں جب ڈوب جائے | تاگ دریا کا کہو تو کیونکہ پائے
لائقِ درگاہِ مرد خام نہیں | وہاں کسی ناپاک رو کا کام نہیں

حکایت ہمہ مرغان وسوال کردن باہدہد

جب سبب طیروں نے یہہ سنئے قیل و قال | تب کئے ہدہد سے ملکر یوں سوال
ہیں نہیں تو سب ضعیف و ناتواں | بے پر و بے بال او بے جسم و جان
کس طرح ہم جا سکیں سیمرغ لگ | کوئی گیا تو اُسنے حیرت پائی جگ
کیا ہمیں ہی اُسسے نسبت ای فلاں | ہم کہاں اور پاکذات اُسکی کہاں
کچھہ بھی نسبت ہمکو ہوتی اُس طرف | گر زیادہ کم بھی رغبت اُسطرف
وہ سلیماں ہم سو جیوں چیونٹی ضعیف | وہ لطیف و پاک اور ہم سب کثیف
ہم پڑے ہیں چاہ میں چیونٹی نمن | ہی مکاں سیمرغ کا مثلِ گگن
پادشاہی کیوں کریگا وہ گدا | بیت بھر کھایا نہیں جسنے سدا

جواب دادن ہدہد ہمہ جانور پرندہ را

پس کہا ہدہد کہ ای بیجا صلاں | عشق کے لائق نہیں تم کاہلاں
کیوں لئے ہو اس وضع بے ہمتی | بولتے نہیں لاج تمکو یک رتی

مرد ہونا عاشقی کے فن منے — عشق نامردی سے کہو کبہو نکر بنے

جسکو ہے کچھ بھی پہچانت عشق سے — غیر سے رکھتا ہے غیرت عشق سے

عشق سے جو ایک دل ایک راز ہے — خوش ہوس اسرا ہمیں جانباز ہے

جب اُٹھاتا ہے وہ سیمرغ نقاب — تب چمکتا منہہ ہے مثل آفتاب

ڈالتا ہے سایہ اپنا خاک پر — پھر کے اُس سایہ پہ کرتا ہے نظر

پس جناور اس جہانکے سر بسر — سایۂ سیمرغ ہیں سُن بیخبر

جب یہہ معما تجھے سمجھا جائیگا — نسبت اس حضرتسے اپنی پائیگا

جب تو یوں سمجھا رہے مکھہا تلاش — پس نہ ہرگز کر تو اپنا راز فاش

جو ہوا یوں اُسکو مستغرق سمجھ — کفر ہے گر تو کریگا حق سمجھ

وہ حقیقت مذہب کفار ہے — بولتے ہیں وے کسے دیوانا ہے

گر تو سمجھا ہے اپسکو سایہ کر — ہیں ملامت ہے تجھے ای بہرہ ور

گر نہ ہوتا جگمیں سیمرغ الفلاں — تو نہ ہوتا سایہ اور نام و نشاں

گر تجھے دیدہ نہیں سیمرغ ہیں — دل تیرا جوں آرسی روشن نہیں

جوکہ اس عالم منے پیدائش ہے — اوّل اُسکا اس جہامنیں سایہ ہے

جب کوئی نیں دیکھہ سکتا وہ جمال — تب آرسی پیدا کیا ہے ذوالجلال

کیا ہی وہ آئینہ میں تجکو کہوں | دل بیترا ہی دیکھہ اسمیں اپنا موں

حکایت بادشاہ صاحب جمال

ایک تھا کوئی پادشاہ صاحب جمال | حسن کے عالم میں تھا وہ بیمثال
مصحف اسرار محبوبی اتھا | حسن اُسکا آئینہ خوبی اتھا
کسکو ہی طاقت کہاں کسکی مجال | جوکہ دیکھے انکھہ بھر اسکا جمال
حسنکا اسکے جہانمیں غل پڑا | عقل کی دامن سے مایہ کھل پڑا
جب نکلتا تھا کہیں ہوکر سوار | موںہہ پہ اپنے ڈالتا برقعہ سنوار
پس او برقعہ پر جو کوئی کرتا نگاہ | سرکو اپنے کاٹتا وہ بے گناہ
نام اسکا گر زباںسے کوئی لے | کاٹ کر وہ جیب اپنی پھینک دے
کوئی رکھتا گر خیال وصل یار | پھاڑ دیتا کر گریباں تار تار
ناگہاں جو اسکو دیکھے کوئی مگر | کاٹ ڈالے اس گھڑی وہ اپنا سر
ہی عجب جو دیکھکر مرنا اُسے | زندگی سے بہتر و خورشتر اُسے
کوئی دن خالی نجاتا تھا کدھیں | حی مرتے تھے ہزاراں پاک بیں
ناصبوری کسکو اُسکے باج آئے | تاکسیکو دیکھنے کا تاب لائے
یوں ہی مرتے تھے طلب اُسکی سب | در حضوری بے حضوری صد عجب

دیکھنے کا تاب گر ہوتا کسے
موںہہ اپنا آ دیکھاتا شہ اسے

لیکن اسکے دیکھنے کا کس کو تاب
سُنکے اسکو خلق ہوتا بہرہ یاب

جب نہ تھا کوئی مرد اس دیدار کا
تب کیا یوں فکر شہ یک بار کا

روبرو اپنی حویلی کے سنوار
پیٹھ سے آئینہ کیتا استوار

جب کسے دکھلاوے اپنا شہ جمال
عکس اپنا آئینہ میں با کمال

خلق و عالم آئینہ وُہ دیکھکر
شاہ کی صورت سے ہووے بہرہ ور

کیا ہی وہ آئینہ ای فکرت شعار
دل ہی تیرا دیکھ دلمیں روئی یار

دلکو کر روشن جمال یار دیکھ
جیو جلا دل کو جلادے یار دیکھ

پادشاہ میرا ہی ماری پر بلند
جیسے روشن ہی حویلی سر بلند

پادشہ اپنے کو دلمیں دیکھ تو
عرش کو ذرّہ میں پنہاں لیکھ تو

ہی جیسے اس جگ میں ہستی کا لباس
سایۂ سیمرغ ہی ای حق شناس

سایہ نہیں سیمرغ سے ہرگز جُدا
گر کہیگا تو جُدا تو نیں روا

ایک ہیں دونوں ولے تو ایکبار
چھوڑدے سایہ کو ڈھونڈھ لے اصل یار

گُم نہ تو سایہ میں ہوای بوالعجب
گر تجھے سیمرغ کی کچھ ہی طلب

ہوویگا جب دلکو تیرے فتحباب
پائیگا سایہ منے کئی آفتاب

سایہ جب خورشید میں گم پائیگا
تو اپ ہی خورشید ہوکر آئیگا

جونکہ او تھا سکندر شہ قبول
بھیجنے چہتے اگر وے کہیں رسول

تو رسولونکی مثل شاہ جہاں
کر لباس اسکا اپ ہی جاتا وہاں

بعد ازاں کرتا اپس مطلب کو پیش
اس کن کہا ہے شہ سکندر اس روش

کوئی نہ سمجھے اسکو ہرگز ہے کہ یو
ہے سکندر بادشاہ راز جو

آشنا بھی نیں اسے تھا جانتا
بے پہچانت اسکو کیو پہچانتا

اسطرح ہر دل میں راہ اس شاہ کو
لیکن نیں ہے راہ دل گمراہ کو

حکایت بیمار شدن ایاز و بعیادت رسید سلطان محمود

ناگہانی کب ہوا رنجور ایاز
پس پرا خدمت سے شہ کی دور ایاز

یہہ خبر سنکر وہیں محمود شاہ
ایک خام کی طرف کرکر نگاہ

جا تو کہہ نزدیک تر حال ایاز
بول اسکو یونکہ ای شاہ نواز

بسکہ میں تجہ قرب سے گر دور ہوں
غم سے تیرے رنجکے رنجور ہوں

جب سے تو رنجور ہے اور میں بھی وہیں
جانتا نیں تو کہ میں ہوں پاک ہیں

گرچہ تن میرا ہے دور ای ہمنفس
جیو میرا مشتاق تیرے پاس بس

کہاں لگی کس بد نظر کی تجہ نظر
جے کئی ہے تجکو بیماری اثر

بول کر

ول یوں پس کہا خادم کو جا — جلد جا جوں برق اور باراں ہوا
رنہ کہیں تو راہ میں یکدم درنگ — ییں تو ہو گی زندگی تیری بہ تنگ
یوں ہی خادم اُٹھ چلا مانند باز — زود آیا پل میں نزدیک ایاز
دیکھتا کیا ہی کہ سلطان اُس کنے — ذوق سے بیٹھا ہی خوش با آں منے
ہو رہا خادم اُس کے دلمیں دنگ — میں تو آیا دوڑتا تھا بید رنگ
شاہ تو کس بابتسے آیا یہاں — وا دریغا موت آئی ناکہاں
پس کہا جیو سے نرا سا ہو کے وو — کای شہنشاہ کر تو باور یا نہ کو
میں تو آیا راہ میں کہیں نا اٹک — شہ ابھی کس واسطے آئے چھٹک
پس کہا شہ نے کہ ای خادم کہاں — جانتا ہی تو میری راہِ نہاں
ہی مجھے اسکے طرف ایک چور بات — جس سے میں آتا ہوں پلمیں راہ کات
ہر گھڑی آتا ہوں میں چور سے یہاں — تا خبر کسکو نہ ہووے در جہاں
چور رستے کی طرف سے رہ مجھے — سو نہیں معلوم کسکو یا تجھے
حق تعالیٰ کی بھی یوں ہی چور بات — سو وہ دیکھے ہی بہت نزدیک گھات
گر طلب کرتا ہوں باہر سے خبر — بیخبر ہیں اُستے باہر اور بھیتر
جب تلک ہیں باہر سے بیگانہ ہو — گھر میں جب میں جاؤں تب پہنچانا کو

حکایت گفتگو کردن ہمہ پرندگاں با ہدہد

جب سنے پنکھیوں نے ہدہد کے سخن — فہم کیتے رمز اسرارِ کہن
سب کو ہوئی سیمرغ کی ہمت درست — سب کو جانے کی ہوئی ہمت درست
سب یہہ باتیں سنکے آئے راہ پر — سب ہوئے ہمدرد آپس میں سربسر
بعد ازاں پوچھے کہ ای ہادی مبیں — کس طرح یہہ جاویں چل وادی ہمیں
شاہ کا تو ہی سچا عالیمقام — جاکے پہونچیں ہم ضعیفاں کیوں تمام

جواب دادن ہدہد پرندگانرا :.

ہدہد رہبر نے بولا بعد ازاں — عاشقاں رکھتے نہیں پروائے جاں
جو کریگا ترک جاں عاشق ہے وو — خواہ زاہد ہے وہی خواہ فاسق ہو
دل تیرا دشمن ہے جی کا جی سے نات — اس جی کی چھوڑ دے آساں ہے بات
جیو تو رہیگا ہی اتنک چپو کر نثار — کھول دیدہ دیکھ دیدار یار
گر تجھے بولیں کہ ایماں چھوڑ دے — گر کہیں تجکو کہ تو جاں چھوڑ دے
تو وہیں یکبار کی دونو کو چھوڑ — جان اور ایمانسے بھی موںہہ کو موڑ
عاشقوں کے برتر ہے یہہ دونو مقام — عشق کو نیں کفر اور ایمانسے کام
اگ سے عاشق کی سب عالم جلے — دم نہ مارے سر پکڑ آرا چلے

درد خونِ دل ہی لازم عشقکا / قصۂ مشکل ہے لازم عشق کا

عشق توبے پردہ ہونا پردہ سوز / پردہ جان ہو جان کھونا پردہ سوز

عشقکا ذرہ دو جگ سے خوب تر / ذرۂ عشاق کا محبوب تر

عشق مغزِ کائنات آیا ہی جم / لیک نین ہی عشق بے درد والم

قدسیونکو عشق ہی اور درد نیں / درد کے بن آدمی کوئی مرد نہیں

عشق میں جسکا قدم ثابت ہی وو / کفر اور اسلام سے گذرا ہی وو

عشق لا گر کفر میں ڈالے تجھے / کفر راہ فقر دکھلاوے تجھے

کافری کو عشق سے خویشی سنو / کافری سے مغز درویشی گنو

جب تجھے نا کفر او ایمان رہے / نا تیرا یہہ تن رہے نہیں جان رہے

ہووےگا تب مرد تو اس کام کا / مرد اس اسرار کے پیغام کا

رکھہ قدم مردوں مثل اور ورنہ تو / کفر و ایمانکی تو پروا دھر نہ کو

یوں وریگا کب تلک طفلوں ثمن / ہو آگے جوں شیر مرداں جانمن

ناگہاں گر تجیہ کچھہ او کل کھرے / ورنہ تو مردوں اوپر مشکل پڑے

حکایت شیخ صنعا کہ بر دختر ترسا عاشق شدہ بود دین ایمان کردہ

شیخ صنعاں تھے عجب صاحب قدم / وصف انکی جو کروں ہووے کم

تھے محلے میں گھر بکر برساں پچاس
چار سو اُن کے مریداں عام و خاص

جو مرید اُونکا اتھا سو روز و شب
بے ر صنت ہوئی نیں آسودہ کب

صاحب علم و ادب تقوی شعار
شیخ وقت مقتدائی روزگار

حج بجا لائے تھے وے بیس و دس
عمر عمرہ میں کئے تھے صرف بس

حد سے گذرا تھا نماز و روزہ میں
کوئی سنت رہ گئی تھی سو نہیں

دینکے اسوقت جو کوئی تھے امام
دیکھکر اُنکو رہیں بیخود مدام

کسب اور کشف و کرامت میں قوی
صاحب اسرار مرد معنوی

زہد میں تھا صرف اذکار روزگار
رات کو وے جاگتے دن روزہ دار

گرچہ اُونکے پاس کوئی بیمار آئے
دم سے اسکے تندرستی پلمیں پائے

خلق کو غم اور شادی میں مدام
مقتدا سب حالمیں تھے والسلام

ناگہاں سمجھے اپس اصحاب جو
یوں ہی دیکھے رات کیتیں خواب کو

وے آپے ہیں روم میں اور بتکو ایک
سجدہ کرتے ہیں سمجھ کر کام نیک

جو یوں دیکھے خواب بیدار جہاں
حیف کھا دلمیں کہے اے دوستاں

سخت مشکل مجکو اب پیش آئی ہے
جیو میرے پر یہہ بلا کیا آئی ہے

میں سمجھا اس غمسے تو کیوں جاں بچے
سہل نہ ہے جاں اگر ایماں بچے

اسو ضا ہی کسکو مشکل در جہاں
گر یہہ مشکل یہاں جو ہووے مجہہ حل
ور نہیں کھلتی یہاں کچہہ یہہ گرہ
پس مجھے تو روم کو جانا بھلا
جاکے دیکھو خواب کے تعبیر کو
بعد زاں پھر وہیں کیئے عزم سفر
جبکہ پہونچے روم کو وے ناگہاں
ہی گلبدن نیک پاک صورت رشک حور
دختر ترسا و نورانی صفت
رشک کھاکر سور اُسکے رخسار کا
گر جو دیکھے اُسکو زاہد ہووے مست
دین اُسکے فتنہ عشاق تھے
جس خیال اس زلف کافر کا کیا
زلف مشکیں چین لیکن تابدار
بات کو تو اُسکے دہن رہ نہیں

جو پڑی ہی دل میں یکے ناگہاں
نیں تو میری جان ہی کچہہ خلل
خوف ہی وہانکا مجھے بے شک و شبہہ
عاقبت کا غم مجھے کھانا بھلا
خواب کے تعبیر سے تقدیر کو
چار سو لے سنگ مریداں معتبر
یک حویلی پر جو دیکھیں تو وہاں
دلبری کے آسماں پر جوں ہے سور
دین روح اللہ سے ہی معرفت
ہورہا تھا زرد عاشق سار کا
کیا عجب جو ہووے دل میں بت پرست
دو بھواں خوبی میں اُسکے طاق تھے
جا تو آ اپنے گلے میں وو لیا
منہہ سو آتش پارہ اُٹھا ابر
جو دہن بولا سو وہ آگہہ نہیں

تنگ سوزن کے نکے سئے وہ دہن ... لب سُنے اعجاز عیسیٰ کے ہمن
آرزو وہ نوش لب کا جسکو آئے ... پاؤں رکھنے راہ میں وہ جی گنوائے
ہُوا العجب سیمیں زنخدا انکا کوا ... جا پڑا جو اُس کُوئیں سو مُوا
کئی ہزاراں جان عاشق دردمند ... مثل یوسف ہو رہے تھے پابند
بال سِر کے بُرقع خورشید تھے ... موئی گالوں کے مگر یک بھید تھے
روی منور تھا مثل خورشید وماہ ... تسپہ بُرقعہ سایۂ زلفِ سیاہ
جب نکالی کھول بُرقعہ مُونہہ سے ... باندھ ڈالی شیخ کو زُنّار سے
جبکہ وہ برقع اُوچا لیتا نگار ... شیخ کے دِلکو کیا اپنا شکار
گرچہ شیخ اپنی نظر کردی تلہار ... دل ہوا سینہ میں لیکن خار خار
عشق کی آتش اُٹھی دل سے بھڑک ... عقل کا مایہ کیا پل میں ترک
بود تھا وہ ہو گیا نابود سب ... خانۂ دل ہو رہا پُر درد سب
خود سے بیخود ہو گنوائی خود شکل ... ہاتھ سے جا گر پڑے پاؤں سے نکل
عشق نے دیں سے لیا جاں لوٹ کر ... زلف نے کافر کے ایماں لُوٹ کر
عشق سُنے کی جاں و دلبر گھات سو ... جان ہاتھ سے رہے بے آس ہو
پس کہے جبہ دیں گیا تو دل بھی جاوے ... جان پر آفت جو کچھ آوے سو آوے

[illegible]

جب مریدان انکو دیکھے اسو ضا ۔ کوئی نہ سمجھے کیا ہی یہہ سر قضا

سر بسر اس کام میں حیران ہوے ۔ فکر و غم سے جیو سر گردان ہوئے

پند کرتے سو نہ تھا کچھ سود مند ۔ عشقکو کب سود مند آتا ہی پند

پند کوئی دیتا تو کر جاتے کلا ۔ جانتے اُس پند کو جیو کی بلا

پند کو دیوانہ کب خاطر میں لائے ۔ درد و درما سوز و درمان کیونکہ پائے

یوں رہے تھے درد و غم سے بیقرار ۔ جگ پیچھے سے لار ہے تھے ٹھیہ بسیار

جب سیاہی رین از پردے کے سیا ۔ بہار آتی جوں کہ ظلم و درد آہ

گھن پہ تارو نکلے لگے روشن چراغ ۔ شیخ کے دلکو ہوا ہی تازہ داغ

عشق اُنکا ایک جا کر سو ہوا ۔ شوق سینہ میں گرہ ہو جو ہوا

دل کو اپنے اور عالم سے اُٹھائے ۔ غم سے اور ماتم سے سر پر خاک پائے

ایکدم نیں نیند تھی نیں تھا قرار ۔ دل تڑپھتا چشم روتے زار زار

بس کہے اس دنکو گویا روز نیں ۔ یا مگر شمع فلک کو سوز نیں

میں کئی شب تھا ریاضت میں نیں ۔ رنج دیکھا تھا و لیکن یہہ نہیں

شمع کی سوزش ہے مجکو خواب آج ۔ نہیں کلیجے میں رہا ہی خون آج

روز و شب ہوں آگ کے تس خونیں ۔ پاؤں سے سر لگ ڈوبا ہو خونیں

نت جلن میں مجکو ڈالے جوں شمع — دنکو مارہے شب جالے جوں شمع

شب کو ہردم مجبہ یہہ شب خون ہے — جانتا نہیں روز میں کس گون ہے

جنکو ایسی رات دن روزی رہے — کام انکو یا جگر سوزی رہے

روز و شب دیکھا ہو نہیں کئی لگی جلن — لیک دیکھا غمکو نہیں اس شب ہمن

نہیں ہی یہہ شب آج کی صداہ آہ — بلکہ روز غم ہے میرا دل سیاہ

کیا مجھے اول سے دررو ازل — لائے ہیں دنیا میں اس شب کے بدل

نہیں سمجھ پڑتی مجھے اس شب کے راز — زلف سے تر تنا کے جو ہوئی ہی دراز

کیا کہوں یہہ کس علامت ہی کی رات — یا مگر روز قیامت کی ہی رات

اسو صفاک لک ہو نہیں پیچ و تاب — صبر کہاں ہی کیا کروں میں پیش آب

عقل کہاں ہی تا رکھوں اب میں سمجھ — علم کہاں تو عقل کا پکڑے دنبال

بخت کہاں ہے تا مددگاری کرے — مجکو میرے کام میں یاری کرے

ہاتھ کہاں تا سر پہ اپنے خاک — پاؤں کہاں تا یار سنگ میں چلکے جاؤں

چشم کہاں ہیں تا کہ دیکھوں روی یار — یار کہاں ہی تا کہ ہووے ساز دار

زور کہاں تا نالہ و زاری کروں — ہوش کہاں ہی تا خبرداری کروں

عقل گئی ہور علم بھی اور صبر بھی — یک بیک یارب نکل کر گئے سبھی

ناصبوری ہی مجھے نا وصل یار — کچھ عجب ہی عشق کا یہ کاروبار

بعد ازاں سب یار دلدار یکو آئے — شیخ کا غم دیکھ غمخوار یکو آئے

ایک نے بولا کہ ای روشن گہر — چھوڑ دے وسواس اٹھ کر غسل کر

شیخ نے بولا کہ ای صاحب نفس — غسل مجکو آج ہی خوں دل سے بس

بھی کوئی بولا کہ ای تسبیح خواں — ہی تمہاری آج وہ تسبیح کہاں

شیخ بولے کام کیا تسبیح سے — میں نہ رکھتا ہوں مگر زنار سے

بھی کوئی بولا کہ ای پیر کہن — توبہ کر اس باتسے سن یہ سخن

شیخ نے بولا کہ میں تو بارہا — ننگ اور ناموس سے توبہ کیا

بھی کسنے بولا کہ ای دانائے راز — چل شتابی نہالنے اور اب نماز

شیخ بولے کہاں ہے محراب ہے اب — جو نماز اپنی گذاروں جا کے وہاں

بھی کسنے بولا کہ کب لگ بات یو — اٹھ خدا کو سجدہ کر ای نیک خو

شیخ بولے یوں کہ وہ بت کہاں — جو اسے سجدہ کرو نہیں جا کے وہاں

بھی کہا کسنے کہ یوں پشیمانی نہیں — یکذرہ تجکو مسلمانی نہیں

شیخ بولے ہیں پشیماں ہوں سو ہوں — جو اول سے میں ہوا عاشق سو یوں

بھی کوئی بولا کہ شیطاں ہاں — راہ کا تیری ہوا ہی سن سخن

شیخ بولے راہزن شیطان ہے، تو | جا کہو یکبارگی صد بار ہو
بھی کوئی بولا کہ نہیں یہہ کچھ عجب | جو کسی گمراہ تمنے سب خلق
شیخ بولے کیا مجھے ناموس و ننگ | شیشۂ ناموس پر مارا ہوں سنگ
بھی کسنے بولا کہ یاراں نام نام | ہی دکھی تم سب سے اور بیدل تمام
شیخ بولے جانتا ہی سب جہاں | جو ہوا کافر اسے ایمان کہاں
پھر کے یوں بولے کہ او ترسا نگار | خوش اگر ہی تو کہو اس ساتھ یار
بھی کسنے بولا کہ ای نیک ذات | جائیں ہم کعبے سب مل آج رات
شیخ بولا کعبہ نیں تو دیر ہی | جہاں میرے دل کا گذر وہاں سیر ہی
جب سخن کسکا ہوا نیں کارگر | سب رہے آخر عزیزاں ہار کر
دل منے کرنے لگے سب ہائے ہائے | جو نہ جانیں عاقبت کیا پیش آئے
جب یہہ ترک روز نے تیغ و سپر | ہندوی شبکا ستا سر کاٹ کر
روشنائی کا ہوا جگ میں ظہور | جوش کھا کر تل گیا مارنیسے سور
شیخ بیٹھے تھے وہاں اٹھ چل گئے | آئے اپنے یار کی ماڑی ستلے
خاک کوچے کی اٹھا کر سر پہ ڈال | کر ستے تن کو اسکے خاک ڈال
ہو نہہ کو اپنے جوں سناسی لا بھبوت | دل دنیا سے توڑ کر پکڑے سکوت

ایک

ایک مہینے لگ رہے اُستھار وے
بیچوز و بے خواب بے دلدار وے

عاقبت بیمار ہو مرنے ارے
تن سے طاقت جا کے بیطاقت پڑے

بعدازاں انجان ہو کر وہ نگار
شیخ کے نزدیک آیا ایک بار

بات یوں کرنے لگی ہنسجیں سہج
کیا سبب بیٹھا ہے یہاں ای بے سمجھ

کب کریں ای شیخ فانی خود پرست
زاہداں ترسا کے کوچے میں نشست

شیخ بولے تم نہ مانو کچھ بُرا
لے گئی ہے تو سو میرا دل چُرا

ای بت ترسانہ کُٹتا مجھے
دل اپس کا دے نہ پھر ترسا مجھے

یا میرا دل مجکو دے یا مجھے مل
نیں تو میں یہاں ہو رہا ہوں بیکل

ای جفا جو ناز نیں ترشی نہ کر
آ میرے سینے سے لگ آتش نہ کر

دل دیا ہوں میں تجھے ای سنگدل
بند اپنے لطف سے مجھ سنگدل

ای چمن آرا ای سروِ نونہال
آ میرے بر میں مجھے اب کر نہال

دور کب لگ آ میری انکھیوں میں بیٹھ
دیکھ درد دل میرے سینہ میں بیٹھ

نا میرے دلکو ہے نا سینہ میں چین
دل سے پر غم دیدہ پرنم دن و رین

کیا کروں کہاں جاؤں بولوں کس کنے
نا میرا دلبر ہے نا دل مجھ منے

بسکہ تیرے غم سے ای دلبر نگار
دل گنوا کر ہو رہا ہوں خاکسار

مہر سے کر سرفراز اس خاک کو ‏ خاک سے پہونچا مجھے افلاک کو

بعد ازاں ہنس کے کہا اس مست نار ‏ ای بوڑھے بیہوش ای پیر گنوار

سر ہوا ہی اب ترا کافور سا ‏ فکر کر جا تو کفن و کافور کا

گر ترا سیرا دم سرد جوں کافور ہے ‏ عشق کی گرمی سے تو معذور ہے

تو تو اپنے قوت کا محتاج ہی ‏ گر تجھے روٹی ملے تو راج ہی

کہاں تو میرے وصل کی شاہیکو یا ‏ میں کہاں اور تو کہاں ای واے

شیخ بولے تو نہ ایشی بات کر ‏ ہو رہا ہوں میں تو تجہ گل کا بھنور

عاشقی کو کیا بوڑھا اور کیا جواں ‏ کیا گدا کیا پادشہ کیا کامراں

عشق کا جب دل منے ہووے گذر ‏ کر دیکھاتا ہی اپس کا وہاں اثر

پس کہی وہ گر تجھے ہی میری چاے ‏ تو مسلمانی سے اپنی ہاتھ جھاڑ

جو نہیں ہم رنگ اپنے یار کا ‏ راز داں نہیں عشق کے اسرار کا

شیخ بولے جو کہے سو میں کروں ‏ مر کہے تو ترت اس ساعت مروں

میں تو ہوں تیرے کہے میں ای نگار ‏ خواہ میرا جیو بچالے خواہ مار

بعد ازاں بولی کہ ای مرد تمام ‏ مرد کر ہی تجھ تو کر یہ چار کام

سجدہ کر بت کو جلا قرآن کو ‏ پی شراب اور چھوڑ دے ایمان کو

شیخ نے بولا کہ پیتا ہوں شراب
یہہ جو باتیں تین ہیں سو بیجاب

پس کہا اس حور نے مے لال ہو
ہوویگا اس سے تیرا سب پہ خو

پس کہی آچل شراب لعل پی
ہووینگا اس سے تیرا سب پہ جی

اُٹھہ چلے پس شیخ اُسکے سنگ ہو
تا مغانکے دیرے تک چل آئے وو

دیکھتے کیا ہیں تو مجلس ہے عجب
دلسے اُسکے مجلسی سرخوش ہیں سب

شیخ گئے سے سب مغاں شاداں ہوئے
یہاں مریداں زار اور افغاں ہوئے

عشق کی آتش نے لے گئی آپ شیخ
زلف ترسانے کیئے بے تاب شیخ

جبکہ دلبر لائے مے کا جام بھر
شیخ خوش وقتی سے ہو گئے بیخبر

سر بسر اپنا گنوائے عقل و ہوش (یعنے دین)
بیخود و بے ہوش کر دیا جام نوش

جب ہوا یکجا شراب عشق یار
شوق یکجا آ ہوا چندیں ہزار

دیکھ اُسکے نوش لب کا نوش خند
ہو گیا دل زلف کے پیچو نمیں بند

بار دیگر بھی طلب کر جام نوش
نوش جاں کرتے سو آیا دلپہ جوش

جو کتابیں آپ کے تصنیف کیں
قابل توصیف اور تعریف کیں

حفظ قرآن جو کئے تھے سر بسر
سب گیا یکبارگی دل سے بسر

کچھ رہا نیں یاد غیر از عشق یار
یار تو سر تاب عاشق بیقرار

ہاتھہ ڈالا شیخ جب اسکے اوپر
کہا ای فلاسفے عشق کا دعوی نہ کر
عاشقی کا چپ نہ کو تو لاف مار
کفر مجہہ زلفوں بدل اختیار کر
شیخ تو اسکے پھنسے تھے دام میں
جب نتھا کچھہ انکو مستی کا اثر
اب تو می پی کر ہوئے سرمست
پیر اگر عشق سے رسوا ہوئے
پیر کہن کہنہ میں تارنے لگن
عاقبت وہ شیخ می سے مست ہوے
میں تو تجکو دل دیا اور دین بھی
ہوش میں گر نہیں ہوا ہوں بت پرست
پس کہی بے ترس او ترسا بچی
ہی اگر تو عشق میں ثابت قدم
اور مجھے تو عاشقی صادق بتا

بولی تب یوں نازسے وہ سیم بر
جھوٹ ہی دعوی یہہ تیرا سر بسر
عاشقی بن کفر کے کب سازوار
نہیں تو اپنی راہ لے جا ہر کدھر
ہو رہے حیران اپکے کام میں
گم کیئے تھے اپنی ہستی کی خبر
عشق زور اور پڑا یہہ زیر دست
ترس حقکا چھوڑ کر ترسا ہوئے
یار حاضر پس رہے کس طور من
سنکدلسے بات بولے سنکہ تو
کیا رہا باقی ہی اب کچھہ بولتی
بت کو پوجوں جالوں قرآں کے ہو مست
دیکھتی ہوں تیری محبت نہیں سچی
مذہب ترسائیکا تو مار دم
بے تفاوت وصل کے لائق جبتا

جب سنے

جب سنی یہہ بات ترسایاں تمام | سب ہوئے دلمیں اپسکے شادوکام

یوں ہی لیجا شیخکو دیول منے | جا نوا ڈالا گلے میں بت کنے

یوں ہی گل میں شیخ کے زنار پائے | خرقۂ شیخی کو اپنے اگ لائے

دیں وایماں سب گنوایا ایکبار | یار سے بولے کہ ترسائی نگار

تو جو کچھ مجھسے کہی سو میں کیا | چھوڑ دے شیخی کو رسوائی لیا

وصل تیرا مجکو کب دینا سو بول | راستی سے اپنے دلکی کا منہہ کھول

پس کہا وہ نازنیں کای شیخ پیر | مہر میرا بہت ہی اور تو فقیر

جا کے اسنے مہر کی اب کر فکر | لا بہت ساماں و دھن اور سیم و زر

پس کہے یوں شیخ اسکو واہ وا | خوب اپنا عہد تو لائی بجا

ہیں تو تیری بات سب سر پر لیا | جو نہ کرنا کام تھا سو میں کیا

یار میرے مجسے رو گرداں ہوئے | دشمن دنیا و دیں جاں ہوئے

تو سو اب ایسا سبب کوئی لائیو | جو سینہ پھت مروں اور روئیو

میں تجھے اب چھوڑ کر جاؤں کہاں | جو مجھے جاگہہ نہیں در دو جہاں

مجکو تیرے غیر ای نیکو سرشت | خوب تر دوزخ ہی ناسا تو بہشت

بعد ازاں اسنے سنے جب یہہ سخن | لطف سے بولی کہ ای پیر کہن

گرچہ اسنے مہر کی نئیں تجھ مجال
شیخ نے لاچار ہوکر اختیار
عاشقی کا کچھ عجب ہی رسم راہ
یہاں تو نیں اُس شیخ کی کچھ چوک ہی
نفس کے خطرے ہیں کیا خوکو نسے کم
جب تو حقکی راہ میں جانے منگے
دے جلا یہ خوک بت ای دیندار
الغرض جب شیخ وہ ترسائی ہو
یار اُنکے اس گرفتاری کو دیکھ
بعد زاں سب ملکئے عزمِ سفر
پس مرید یک شیخ کے نزدیک جا
ہی ہمارا قصد گر فرماں پائیں
یا ہمیں بھی ہوئیں ترسا جونکہ آپ
یا کہ تمکو یہاں اکیلا چھوڑ کر
شیخ بولے تم نہیں اب دیر لاؤ

پس میرے خوکاں چرا جا ایکسال
خوک باقی کا کیا دل سے قرار
تا سمجھ میں آئی اُجلا تا سیاہ
ذات میں ہر یک کی سو سو خوک ہی
پرورش میں اُنکی تو ہی دمبدم
گئی ہزاراں خوک و بت آویں آگے
یا کہ رسوا کر اپکو شیخ سار
روم کے خوکوں سنے رسوائے ہو
خاک ڈالے سر میں اس خواریکو دیکھ
تا چھپاویں روم سے رُو ہر کدھر
یوں عرض کی کا ای ہمارے پیشوا
جو نکل اس تمہارے سے کعبہ کو جائیں
سر بسر یک دھرتے رسوا جونکہ آپ
جا نوادالیں گلے میں سر بسر
جہاں تمھیں جانا ہو جلد ایسے وہاں جاوہ

میں تو یہاں اگر پڑا ہوں بند میں ہو دیوانہ عاشقی کے پہند میں

ہی یہہ جب لگ جیو تو دیوں میں تمہار بس ہے مجکو ہو یہہ ترسا نگار

کیا کہوں میں تجکو کچہ معلوم نیں ہم پڑے ہیں عشق کے پہاند میں کہیں

گرچہ تمکو بہی کہیں ہوتی لگن ہو کے رہتے بیدل و دیں مجہ ہمن

ای رفیقاں جاؤ تم یہاں سے فی الحال نہیں سمجہتا میں آگے کیا ہوے حال

گر میرا احوال پوچہے کوئی تو یہہ حقیقت سر بسر اُسکو کہو

جو بیچارے شیخ پر تو قہر ہی چشم پُر خوں اور مونہہ پر زہر ہی

کوئی کافر بہی کرے نیں اسو ضا چونکہ او پیر طریقت از قضا

دیکہہ یک رہزن کے جادوگر نین عقل و دین و دل گنوایا بے سخن

زلف ترسا دیکہہ ہو پڑ بلا مذہب ترسا ہمیں جا کر ملا

جب کہیں میری کرے بدگوئی کوئی پس کہو تم عاشقوں پر یوں ہی ہوے

بعد ازاں رو رو کہ یاراں مار آہ شیخ کو وہاں چہوڑ گئے کعبے کو وا

جبکہ یاراں آئے ہر یک اپنے ٹہار شرم سے چہپ چہپ رہے گوشے کنار

از قضا تہا شیخ کا کوئی یک مرید سب سے صادق تہا ارادت میں مرید

جب نکے سے شیخ گئے تہے روم کوں تب وہ حاضر نہ تہا کئی روز سوں

جب سو آیا پھر کے اپنے گھر کو وہ ‌ ‌ اُسنے ملنے کو گیا مشتاق ہو

پس اُسکے شیخ کی پوچھا خبر ‌ ‌ سب کہی یاران حقیقت کھول کر

یوں ہی وہ و لمیں اُسکے حیف کھا ‌ ‌ بولا یاروں سے تمھیں لازم نہ تھا

جو تمھیں وہاں شیخ کو یوں چھوڑ آیئے ‌ ‌ کیا کیئے ہو تم بُرائی ہاے ہاے

دوستاں تو دُکھ میں ہوتے شریک ‌ ‌ سُکھ منے تو ہوئے بیگانہ نزیک

کہو تمھاری کس وضا یاری اچھی ‌ ‌ کس روش کی یہہ وفاداری اچھی

جب لیا اُس شیخ نے زنار ہاتھ ‌ ‌ تم گلے میں ڈال لینا تھا سنگات

او کیئے تھے جب کہ ترسائی قبول ‌ ‌ پس تمھیں بھی وہی کرنا تھا اصول

او تو عاشق ہو کہ بدنامی لیئے ‌ ‌ تم جدا ہو اُسنے کیوں خامی کیئے

عاشقاں تو سر بسر بدنام ہیں ‌ ‌ جو ڈریں اِس راہ سو خام ہیں

بعد زاں یاراں کہے ای نیکخواہ ‌ ‌ یہاں تو ہرگز نیتی ہمارا کچھ گناہ

بارہا ہم شیخ سے مانگی رضا ‌ ‌ جو ہمیں بھی ہوئیں کافر اُس سو رضا

چھوڑ کر اسلام کافر ہو رہیں ‌ ‌ روم میں تو ہم بھی رسوا ہو رہیں

شیخ سو اُسبا تکو نیں ہانکر ‌ ‌ سکو اپنے کام کا نیں جان کر

ایک باری سبکو فرمائی رضا ‌ ‌ تب ہمیں لاچار ہو کر لی رضا

بعد بولا او مرید معتقد — کر تمھیں اس کام میں ہوتے بجد

شیخ سے جو وقت پائے تھے رضا — وہیں لیجانا تھا خدا سے التجا

کای خدایا بخش دے اس پیر کو — درگذر کر پیر کی تقصیر کو

کوئی اس درگاہ میں آیا نہیں — جو اپس کا مدعا پایا نہیں

جب سنے اس مرد سے یہہ بات پاک — ہو رہے آپس میں سب شرمساک

پس کہا ان یوں خجل ہو رہے تو کیا — کیا ہوا آؤ بھی اب کچھہ نیں کیا

کیا عجب جو لطف سے او بے نیاز — ہو وے ہم بیچارگانکا چارہ ساز

ہوویں شاغل ہم سبھی با ذکر حق — تا کہ اپنا مدعا بر لائے حق

بعد زاں یہہ بات سن سب ملکے یار — روم کو پھر آئے ہو امیدوار

ہر کسی نے یکطرف لیکر مقام — کر لئے اپنے پہ ان پانی حرام

رنج و غم سے ایک کم چالیس روز — عجز و زاری وے کئے باصدق و سوز

جو فرشتوں کے گیا دل سے قرار — قدسیاں رونے لگے سب زار زار

عالم بالا فغاں سن کھلبلا — عرش والا حیف کھا کر تلملا

پس شب چہلم کو او صادق مرید — کشف کی از غیب سے پایا کلید

دیکھتا کیا ہی جو تک انکھیاں ملا — صبح کا باؤ را چلا ہی مشکبار

یعنی ہوا

آئے ہیں حضرت محمد مصطفیٰ — جلوہ گر مکھڑے پہ نور باصفا
عنبریں گیسو سے ہیں کھول کر — رخ مبارک شادماں ہنستے اُدھر
یوں ہی وہ اُٹھ کر مرید باکبا — جا قدم بوسی کیا باصد نیاز
کا ای گنہگار اُمتوں کے عذر خواہ — ہیں ہمیں تو غرق دریائے گناہ
دستگیری کر کے ہمکو بہار لاؤ — شیخ لمرہ کو ہمارے رہ دیکھائے
بعد ازاں فرمائے حضرت مصطفیٰ — آفریں ہے ای مرید باوفا
جب کیا تو اس رضا ہمت بلند — پیر اپنے کا چھوڑا یا قید وبند
شیخ کے اور حق کے درمیان غبا — آپڑا تھا کفر کا ڈونگر کے سار
عجز سے کیا میں اسکو دور — کر دیکھایا ہوں شفاعت کا ظہور
شیخ کا گرچہ گناہ تھا بےقیاس — میں اُسے بخشا لیا ہوں حق کے پاس
جانتا توں نہیں کہ لاکھا سو گناہ — سب نکل جاتے ہیں یک آئینے آہ
بجز کوا جانکے جب آتا ہے نور — سب گنہ جاتے ہیں ہوکر بالعزور
یہہ بشارت جبکہ پایا وہ مرید — اُٹھ کے یاراں پاس آیا وہ مرید
کشف کا احوال وہ سب کیا بیاں — پس ہوئے سارے عزیزاں شاد دل
بعد ازاں سب ملکے آئے پیر پاس — دیکھتے کیا ہیں تو پیر حق شناس

ہی ہنت سوزِ جگر سے بیقرار ... سینہ بریاں چشم گریاں زار زار
جا لنوا ڈالے گلے سے شیخ توڑ ... ست دیئے ہیں چور کر ناقوس پھوڑ
بھوئیں پر پھینکے ہیں ترسائی کلاہ ... پھاڑ کر ڈالے وہیں کرتا سیاہ
دیکھکر یاروں کو اپنے دور سے ... آشنائی تازہ پائی نور سے
شرم سے تن پر کئے کپڑونکو چاک ... عجز و زاری سے لئے سر پر و خاک
کب رکت رو رو کہ لیویں چشم بھر ... کب سو میٹھا جیو سمجھیں تلخ کر
کب اگن سے آہ کے جالیں دلق ... کب اپس میں ہور ہیں حیراں و دق
حکمت و توحید و قراں و خبر ... جو گیا تھا سر بسر دل سے بسر
یاد آیا پھر کے سب یکبار گی ... گسئی نکل کر جہل اور بیچار ہ گی
جب انجھو لیا نے اپسکے سوز سوں ... تر لہو سے کر زمینِ خشک کوں
جب کہ دیکھے شیخ کوں بیقرار ... یار بھی رونے لگے سب زار زار
پس کہے ای شیخ اب مت ہو ملول ... جو تجھے بخشائے ہیں حضرت رسول
دے مِتا دِل سے ابھی افسوس و غم ... جوش میں آیا ہی اب دریا کرم
شکر کر ای جام دردِ غم کے مست ... بت پرستی روم بھی سب حق پرست
یہہ خبر خوش سنکے وہ شیخ جہاں ... صد ہزار اں شکر سے کھولی زباں

پہن خرقۂ غسل کر باندھی کمر
پس گئے کعبے طرف سب مل سفر

از قضا وہ نار ترسا یک بیک
خواب میں دیکھے کہ خورشید فلک

ہاتھ میں آکر گیا ہی کل نکل
کھل پڑے ایسے انکھیاں کنول

فکر میں تعبیر کے تھی جب تلک
شیخ تک گئے کر لوک بولے تب تلک

یوں ہی تل ملنے لگی با سوز و تاب
ہاتھ سے میرے گیا وہ آفتاب

چاک کر ڈالا گریباں گل نمن
غم سے نالاں ہو رہی بلبل نمن

لو تنے لاگی اگن پر جوں کباب
مست غمگیں ہو آنسو نکالی شراب

سنبلستاں کر ستی بالونکو نوچ
کر دکھائی گل ستاں گالونکو کھوج

لب کہ کھینچی نرگس اپنے سے گلاب
کر ستی یکبار نرگس داں خراب

جوں پپیہا پیو پیو کرنے لگی
یاد میں اس پیو کے مرنے لگی

غم سے رونے کو لگی طاؤس جوں
سوز دل میں لے رہی ققنوس جوں

عجز سے کہنے لگی ای بے نیاز
نیں ہی میرا تجہ سے کچھ پوشیدہ راز

راہزن ہو میں اس دیندار کی
کون ہی یا بن کوئی مختار کی

مرد کو نبجہ رہ کے گمراہ کیا
کی خطا میں ہائے کیا آگہہ کیا

اس گہنہ کس وضا میں دیوں جواب
تو ابھی مجکو دکھا راہ صواب

بسکہ

بسکہ کرتی اس وضع جوش و خروش
ای بلاماری دوکھیاری بیاکلی
جس وضع تو شیخ کو رسوا کئی
اُس وضع اب کفر سے تو توڑ دل
پاک دل سے توبہ کر ای زن خراب
کیا بے دین تھا اُسکو تو نے اوّل
گرچہ تھا اُس شیخ کا عشق مجاز
سن ندا اُو زن اُٹھی ہوشیار ہو
سر ننگے اور پاؤں سے نکلی بہار
نا سمجھتی ٹھوکراں نا رہ کے خار
تا تلک وہاں شیخ کو ہوئی آگہی
بعد ازاں سبکو وہیں سمجھائے ہیں
دیکھتے کیا ہیں کہ زن ہی زار و زرد
سر ننگی اور خاک تن کا پیرہن
جبکہ دیکھی شیخ کو بھر یک نظر

تا دیا اُسکو ندا ہاتف یہہ خوش
کھول انکھیاں دیکھ تقصیر آپکی
دین چھوڑا کر اُسکو تو ترسا کئی
دوڑ جلدی شیخ سے تو جاکے مل
ڈھونڈھ جاکر شیخ ہو مؤمن شتاب
دین میں اُس مرد کے اب باندھ دل
تو حقیقی عشق سے ہو سرفراز
کفر سے یکبار کی بیزار ہو
جستجو میں شیخ کے بے اختیار
سینہ بھاری نین جاری خونبار
راہ سے جاتے وہیں اُلٹے سبھی
سنگ لیکر شیخ سبکو آئے ہیں
سینہ بریاں چشم گریاں آہ سرد
لوٹتی ہی خاک میں مُردہ تن
ہو گئی بیہوش تنکی سدھ بسر

شیخ اُسکو دیکھکر بیہوش و تاب
جب وہ انکھیاں کھول کر دیکھی نگار
عشق کی ازبسکہ تھی اُس تکتکی
پس کہی ای شیخ مجہ مین تاب نہیں
کر مجھے تلقین اپنا دین سب
بعد ازاں کلمہ پڑھائے اُسکو شیخ
جونکہ لذت دینکی وُہ نا رپائی
شیخ سے درحال بولی بے نزاع
بخش مجکو بش کیا جو کچھ گناہ
وہ تو اِتنی بات کر خاموش ہوئی
ایک قطرہ تھا مجازی عشق وو
جو گئی وُہ تو ہمیں بھی جائینگے
عشق کا تو اِس وضا ہیگا دھندا
اِس پھند میں آپرے وہ شیر مرد
جانتا ہی وہ کیا بیچارا بے سمجھ

اشک کے افسوس کے چھنکے گلاب
چشم سے آنسو چلے بے اختیار
اُٹھ سکے جلدی شیخ کے جا پاؤںگی
زندگانی سے مجھے کچھ لا اب نیش
دین کا سب رسم اور آئین سب
دین کا رستا بتائے اُسکو شیخ
شوق کی گرمی سے تاب عشق ائے
الوداع ای شیخ عالم الوداع
لطف سے ہو دین کا میرے گواہ
اِس جہان فانی سے پردہ پوش ہوئی
گئی حقیقت کے دریا سے ایک [illegible]
پھر نہ اِس دنیا کے اندر آئینگے
شیر مردو نکا سچی ہیگا پھندا
جسکو ہووے عشق کا کچھ رنج و درد
جو پڑا ہیں کہیں پھند میں وہ اُلجھ

حکایت یکدل شدن مرغان و رفتن بدرگاہ سیمرغ

جب سنے ہدہد سے یہہ قصہ پنچھی | شوق دلمیں سب وے تڑپے جوں مچھی
عشق سے سیمرغ کے سب ایکبار | ہو رہے سب دلمیں اپنے بیقرار
متفق ہو عزم کیتے راہ کا | شوق پکڑتے شاہکی درگاہ کا
بعد ازاں کہنے لگے آپس میں مل کر سب | راہ کا سردار کرنا کسکو اب
کام بے سردار تو بنتا نہیں | یہاں تو کسکو کوئی بھی گنتا نہیں
مصلحت یہہ ہے کہ سب کے نام سے | قرعہ ڈال کر پس دیکھنا اس کام سے
نام سے جس جانور کے قرعہ آئے | سرور سردار وہ سب کا کہلائے
ہے سزاوار اسکو تاج سروری | اسکی سب ملکر کریں فرماں بری
تا اگر سیمرغ کو پاویں ہمیں | ذرہ ہو خورشید تک جاویں ہمیں
جب بچارے بات کو سب ہو رضا | قرعہ سب کے نام ڈالے پس تو رضا
ناگہاں قرعہ پڑا ہدہد کے ناؤں | پس کئے اپنے پروں کی اسپہ چھاؤں
حکم میں اسکے ہوئے سب جانور | اسکو بیشک اپنا سمجھے راہ بر

حکایت سرداری دادن ہمہ مرغان ہدہد را

جب دیئے ہدہد کو ملکر سروری | سر پہ اسکے لا رکھے تاج سری

لکھی ہزاروں جانور سنگ ہو چلے
شاہ کے مشتاق یکرنگ ہو چلے

بن پہاڑ دیکھ سب ڈگمگے
جب کہ آئی راہ وادی کے آگے

دلمیں سبکے یک بیک ہیبت پڑی
خوف کے لرزہ سے تپ آکر چڑی

فکر کرتے راہ کی سب آئے باز
یہہ جو بھاری تو دیکھی دراز

بات میں آیا نسجا تا کوئی دسے
خیر و شر بھی نا نظر آوے کسے

کچھ نہ تھا واں چارہ جب ہیکے
جز صبوری کچھ نہ دیکھا واں علاج

تب پوچھا ہدہد سے یک پنکھی نے یوں
اسو ضا خالی ہے یو مارگ سو کیوں

پس کہا ہدہد کہ ای حیران راہ
یہہ صلابت پر ہے اس شہ کے گواہ

حکایت حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ

بایزید یک روز گھر سے بار جا
شور اور غوغا سے خالی جگ کو پا

چاند نا چمکتا ہی روشن جونکہ روز
نور سے جکے ہے سب عالم فروز

شیخ جتنا پھر کے سب دیکھا جگل
کسکے ہلچل کا دیکھا نا وہاں چل

پس کہا حیرت سے ای پروردگار
کچھ عجب دیکھتا ہی تیرا کاروبار

یہہ تیری درگاہ عالی ہیکی کیوں
اسو ضا خالی ہے مشتاقوں سے کیوں

ہاتف غیبی نے تب لایا ندا
پادشاہ لگ راہ کیوں پاوے گدا

ہی میری درگاہ کو عزت ضرور
تا رہیں نا اہل غافل مجھسے دور

عمر لگ کرتے ہیں میرا انتظار
تا ہزاروں میں سے دیکھے کوئی ایک بار

حکایت ہمہ مرغان سوال کردن ہدہد را

بعدزاں ہو گئے پنکھی سب [illegible]ناک
فکر سے دل میں اپسکے دردناک

راہ کو دیکھی تو سیوت نا دسے
رنج راہ ایسا کہ دارو نا جسے

بادِ استغنا کی یوں چلتی ہی واں
گر کہوں تو جاوے اوڑکر آسماں

پس کہو واں یہہ پنکھی اب کیا کریں
دیکھنے جیو کا زیاں کیوں نا ڈریں

وے تو چلکر آئے سب ہدہد کنے
کچھ سو دل امید اور کچھ ڈر منے

بس لگے کہنے کہ ای دانای راہ
جانتے نہیں کیا ہیں آداب شاہ

تو رہا ہی کئیں سلیمانکے نزیک
قرب ہیگا تجکو سلطانکے نزیک

جانتا ہی تو رسم ادب ملوک
راہ کا معلوم ہی تجھ سب سلوک

ہی عیاں خوف و خطر کا تجھ شمار
تو پھرا ہی گرد دورِ روزگار

تو ہماری راہ کا ہی پیشوا
پند دینا ہمکو ہی تجپر روا

چل ابھی منبر پہ چڑھکر وعظ بول
جو گرہ دلمیں ہمارے ہی سو کھول

کر بیاں شاہوں کی خدمت کا طریق
دے جواب اسکا جو کچھ پوچھیں رفیق

کھول اوّل ہر یک کے دلیے تو گرہ ... تا کریں ہم طی جمیعت سے یہہ
بسکہ ہی درپیش یہہ راہ دراز ... خوب ہی اوّل سے ہونا چارہ ساز

حکایت جواب دادن ہدہد مرغان را

بعد ازاں ہدہد نے یک دو منبر پر چڑہ ... خطبہ پڑھنے کو لگا منبر پہ چڑہ
دو طرف بازو کو دو مقری ہوئے ... کون وہ سو بلبل و قمری ہوئے
جب صدا الحان سے دو نوا اُٹھائے ... قدسیاں آ دیکھ اُن حالت میں آ گئے
یکطرف سے ہو رہے مدہوش سب ... سُدہ بسر ہو جا کر ہوئے بیہوش سب
بعد ازاں ہدہد بیاں کیتا شروع ... جاں و دل سے لائے سب پنکھی رجوع

حکایت سوال کردن یک جانور بہدہد

سب پنکھیوں نے ایک نے اگر وہاں ... ہی میرا یہہ مسئلہ مشکل کر حل بیاں
تو ہوا ایک مرغا ہمارے سار ہی ... کیا سبب ہمناں پہ تو سردار ہی
کس سبب تجکو ملا ہی یہہ شرف ... پر رہے ہیں کیوں ہمیں بھی یکطرف
پس کہا ہدہد اُسے ای بیخبر ... یہہ سلیماں کی نظر کا ہی اثر
نا مجھے زر و مال سے دولت ہی یہہ ... نا میری طاعت عبادت سے ہی یہہ
کب یہہ دولت کسکو طاعت سے ملے ... بلکہ یہہ بخت سعادت سے ملے

گر کسے طاعت سے آتا تھا یو
سب سے کئی تھی طاعت ابلیس جو

رات و دن طاعت منے رہتا سدا
لیک اسے مت نگہہ کرای گدا

ایک پل طاعت سے مت درگذر
تا پڑے تجپر سلیمانکی نظر

جب تو منظورِ سلیمان آئیگا
دولت دنیا و عقبیٰ پائیگا

حکایت سلطان محمود با یک پسر کہ ماہی گرفتن گل اندر آبجو

ایک دن سلطان محمود از قضا
اپنے لشکر سے پڑا تھا کہیں جدا

وہ اکیلا اسپ پر جاتا تھا جب تلک
ایک چھورا اوسکے آیا ہی تلک

وہ کنارے پر ندیکے ڈال گل
فکر سے بیٹھا ہی کملا جوں کنول

شاہ گھوڑے سے اوترا اسکے کنے
چلکے پوچھا کیوں ہی تو اس غم منے

پس لگا کہنے کو چھورا ای امیر
سات بھائی ہیں ہمیں سا تو فقیر

ماہماری ارملہ ہی ایک رانڈ
میں تو یہاں ہی بیٹھتا ہوں دل آزردہ مانند

صبح سے تا شام کرتا ہوں شکار
کوئی مچھے پکڑے تو نہیں ہے کوئی اودھار

پس کہا شہ نے کہ ای طفل نیک
آج کے دن مجکو کرتا ہی شریک

مان لی تب شاہ کی چھورے نے بات
پس شتا دریا میں گل شہ اپنے ہاتھ

بہت آئی شہ کی برکت سے مچھی
ہاتھ آئی اسکے ایک سے ایک اچھی

دیکھکر لڑکے نے اُس محبوب کو تب
بولا دلمیں ہی میرا بخت عجب

پس کہا شہ نے کہ یہہ تجکو شکار
کیوں نہ ہووے شہ تیرا ہی حصہ دار

بول کر اتنا چلا شہ وہانسے جب
حصہ لے اپنا گیا وہ طفل تب

بعدزاں بولا اُسے شاہِ جہاں
آج کا لے تو حصہ اور ہیں صباں

ہے سچی یہ آج کا تیرا شکار
تو صباح ہوگا آپ ہی میرا شکار

دوسرے دن شاہ اپنے گھر کو جا
بھیج کر کسکو لیا لڑکا بُلا

لیکہ بیٹھا اُسکو اپنے تخت پر
پس کہا لوگوں نے یہہ نہیں خوبتر

جو برابر ہو کے بیٹھے یہہ رکیک
شاہ کا کوئی بھی ہوا ہی کہیں شریک

میں قبولا جسکو رد کرتا نہیں
پس کیا اُسکو برابر کا وہیں

از قضا بولا کوئی اُس طفل کو
دولت اتنی کہانسے یہہ پایا ہے تو

تب کہا اسکو وہ طفل باخبر
صاحب دولت کیا مجپر نظر

حکایت خونی کہ صوفی اورا در خواب دیدہ بود

ایک خونی کو ستا شہ مار کہیں
خواب میں دیکھا اسے کوئی مرد دیں

جو ہے وہ فردوس میں خندان شاد
پس کہا وہ مرد اُسکو ای بدنہاد

تو تو خونی تھا برا بدکار زشت
کس سبب تجکو ملا ہیگا یہہ بہشت

بعدزاں

بعد ازاں خونی دیا اُسکو جواب — تو جو کچھ کہتا ہے وہ ہے باصواب
سر بسر تھے فعل میرے دوزخی — لیک گذرا تھا میرے پر یک سخی
ست دیا تھا مار مجکو وہ زمیں پر — حبیب عجمی کا تھا وانسے گذر
پس کیئے رحمت سے وے مجپر نگاہ — تا ہوئی فردوس میری جایگاہ
مجھے تشریف ہے یے اونسے زیاد — حق دیا اُس پاؤں سے مجکو مراد
جسپہ صاحب دلکی پڑتی ہے نظر — اُسکو ملتی ہے یہہ دولت سر بسر
پیر کی جب لگ نہیں پڑتی نگاہ — عاقبت کی نئیں پکڑتی اُسکو راہ
تو سو اندھا اور کوا ہی راہ میں — بے عصا تو جائیگا کیوں راہ میں
پیر ہونا پیر اے مرد خدا — تا دیکھاوے تجکو وہ راہ ہُدا
جا ابھی تو پیر کا سایہ پکڑ — تا تیرے ہاتھ آئے دولت یہہ مگر
جب کرے تجہ صاحب دولت قبول — خار تیرے ہاتھ میں ہوجاوے پھول

حکایت یاری دادن سلطان محمود غزنوی با خارکش

ناگہاں محمود نکلا تھا شکار — سو پڑا کہیں بھول کر لشکر سے پار
وہاں لکڑ ہارا دیکھا اُسنے کہیں — خار لکڑی لادتے تھے خر پہ وہیں
گر پڑی تھی لاد اور خر تھا کھڑا — پھر وہی بن میں مکدّر ہوا را

شاہ جب چلکر گیا اُسکے نزدیک — فکر میں حیراں اُسے دیکھا او یک

پس کہا بوجا اُٹھا دوں میں تجھے — وہ کہا اب کیا نوازیگا مجھے

گر مدو کرتا ہے مجکو ایسجواں — ہی مجھے یہہ فائدہ نیں تجہ زباں

ہی تیرے گھر پہ خوبیکا جمال — کیا عجب ہی گر کرے مجکو نہال

پس او تر گھوڑ بیسے شاہ کامگار — گل سے ہاتھوں لے اُٹھا کر سخت خار

لاو دے بوجا گدھے پر بعد ازاں — آ ملا لشکر سے اپنے شادماں

تب کہا ایک فوجکو او شہریار — یک لکڑ ہارا گدھے پر لاد خار

ہی پیچھے آتا گدھے کو ہانکتا — وہ جو رستیکو شہر کے جا تکتا

جاؤ اُسکو یہاں تلک تم بیدرنگ — ہر طرح سے راہ اُسپر کرکے تنگ

گھیر کر تم لاؤ میرے تک اسے — پھر کدھر چھوڑو نکو مارگ اُسے

بعد ازاں او فوج جاکر باندھ صف — لیچلے اُسکو وہیں شہ کی طرف

او بیچارہ تو نپٹ حیراں رہا — کیا یہہ ظالم فوج ہی دلمیں کہا

جب وہ آیا چلکے سلطانکے حضور — دیکھکر شہ کو لجایا بالضرور

پس کہا دلمیں اپکے ای اللہ — پیش کیا حال اپنا پادشاہ

بعد پوچھا شاہ کای پیر سے کہن — کون ہی تو کیا ہی تیرا کسب و فن

عرض کیتا

عرض کیتا وہ کہ آتا ہی عجب
جانکر شہ پوچھتا ہی کیا سبب

بعدزاں سچ بول کر شہ نے کہا
مول کیا ہی اس گدھیکی لاد کا

تب کہا اُسنے کہ یہ سستا ہے مول
دس ہمیانی بھر کے زر دے مجکو کھول

پس کہے لوگاں کہ ای بیعقل ورا
یہہ تو دو جو زر سے اگلا نابکا

تو عجب کوئی ہیں رہے ارزاں فروش
نیں سمجھ پڑتا کہ تیرا کاں ہے ہوش

تب کہا او پیر سب پر کر نگاہ
ا ہنفہ لایا ہی اُسے تو پادشاہ

جو کہوں میں مول او کم ہی ہنوز
خوب سمجھو بات میری دلفروز

شاہ یہہ سُنکر سخن ہو شاد شاد
جو منگا سو اُسکو بخشا بامُراد

خار اُسکے یک بیک سب گل ہوئے
آفریں خواں لوگ اُسکے کل ہوئے

اب کہاں وے لوگ کہاں وہ شہریار
بات انکی اب تلک ہی یادگار

حکایت سوال سائل مرغ دویم باہد ہد

دوسرا آیا پنچھی شیریں مقال
اس کہا میرا تو چلنا ہے محال

نا رہی بازو میں طاقت نا زور ہیر
راہ تو ہی اسو ضا کی پُر خطر

کوئی اگن کے درمیاں لگتی کھات
کون چل سکتا ہی ایسی سخت بات

سر گنوا سے ہیں کئی اس راہ میں
جل گئے ہیں کئی اگن کی باہ میں

کام اس مارگ میں ہر کس کا نہیں	مر پڑونگا نا کہاں میں جب کہیں

حکایت جواب دادن ہدہد

پس کہا ہدہد کہ ای نامرد تو	کس سبب ہی اسو ضا دل سرد تو
جب تجھے کچھ قدر دنیا کی نہیں	تو موا تو کیا جیا تو کیا کہیں
یہہ تو دنیا ہی نجاست سربسر	خلق مر پڑتی ہی اسمیں دربدر
جیونکہ کیڑا کیا ستے کا بند میں	خوار ہوجی دیتا ہی جی سرکند میں
گر ہمیں مرجائیں اس مارگ میں زار	خوب تر ہی تاکہ اس دنیا میں خوار
کیئں وضا کے ہیں جہانیں پیشوا	عشق کے بیشے سے ہی کوئی پیشوا
عشق تجکو گرچہ بدنامی میں پائی	خوب ہی اِستے کہ حجامیں میں لائے
رہزنی کوئی کرکے سولی پر چڑھے	کوئی چوری کرکے جا بند میں پڑے
کوئی دھوبی ہو پھرے اور کوئی چمار	کوئی گھر گھر بھیک مانگے ہوکے خوار
تو اپس کے تھار کچھ انصاف کر	عشق بہتر ہی کہ یا کسب دکر
گر کہیں گمراہ لوگاں تجکو سب	کون وہاں پہونچا جو تو پہنچیگا اب
بولتے ہیں بات یہہ لوگاں کینے	بات کھوٹی ہو و لیکن اس منے
میں بھی کئی باتاں سنا ہوں اسو ضا	بات کو کسکی سنا نیں کرس ضا

جب تلک یہ جیو گیا نیں خلق سے
نیں خلاصی ہر وضا اِس خلق سے

جس رکھا جیو خلق کی باتاں منے
کام اُسکا تو کبھی کچھ نا بنے

جو کوئی جیتے خلق میں نیں مُوا
راز کا محرم کہیں وو نا ہُوا

راز کا محرم سو جب سے پاک ہے
رزق کا محرم سو جسم پاک ہے

رزق کا دھندا ہے جی پر ستم
جسم میں جان جب تلک نا ہوے گم

گرچہ ہے رزّاق مطلق جو ولے
رزق دیتا میں جلک لہو نا چلے

حکایت شیخ لوخانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ

شیخ لوخانی اِسکلے شہر سُوں
گئے پیادے چلکے نیسا پور کوں

راہ کی سختی سے ناگہہ جرکہ لنج
ہور ہے بسیار دیکھے ورد رنج

پڑ رہے گوشے منے کئیں او روز
بیت خالی اُن سے اور پانی خلق

ایک ہفتہ کو جو ہوئی فرصت ذرا
بھوک سے تنگ سا ہوا دل گھابرا

پس کہیں دلمیں مناجات ای الٰہ
ایک روٹی دے کرمکی کر نگاہ

تب ندا آیا فلک سے دور کا
جھاڑ جا میدان نیسا پور کا

نیم جو زر پائیگا وہاں تجکو سو
لیکہ روٹی بیت بھر کھا سکھ سے سو

پس کہے یارب تجھے سب ہی عیاں
جھاڑنے کو تو کرا جھاڑو کہاں

جواب آیا پھر کے وہیں بار دگر
مانگ لے ہر کس سے اپنا کام کر

بعد ازاں ناچارگی سے شیخ وہیں
نیم جو در جھار تے ماں پائی کہیں

شاد ہو کر جو گئے روٹی خرید
سخت بار اغیب سے آیا پدید

شیخ وہاں دم لیئے لگ نیں قرار
اور چلا بار پیسے جھارو تو کرا

کھا برتے ہو کر چلے بارے سنگات
حیف کھا ملنے لگے آپس کے ہاتھ

یا الٰہی کیوں کروں کیا کرکے لیوں
مول جھارو تو کریگا کہاں سے دوں

وہ جو پیچھے دور تے ہتیں لگ
پاسے جھارو تو کرا بن ہیں اٹک

بس کہے خوش ہو کے دلمیں یا الٰہ
یہہ جہاں مجپر کیا تو کیوں سیاہ

زہر کیتا جان مجپر نان بھی
لے ایکا نان اور یہہ جان بھی

بس دیا ہاتف ندا ای نامراد
سالنے جز ہوئے روٹی بے سوا

میں دیا یہہ دکھہ تجھے سالن کا کر
یہہ عطا منت سمجھ اور شکر کر

حکایت یکدیوانہ خلعت خواستن از درگاہ باریتعالی

یک دیوانہ تھا ننگا آزاد دل
خلق کو کپڑے وستے دیکھا شاد دل

بس کہا یارب مجھے بھی کچھ اڑھا
کانپتا ہوں ٹھنڈ سے میں تھرتھرا

تب دیا ہاتف نے اسکو یوں ندا
دھوپ میں جا بیٹھ ای مرد خدا

ہنس کے

ہنس کے دیوانا دیا تب یوں جواب
کیا نہیں کچھ تجہ کنے بن آفتاب

بھی ندا آیا کہ دس دن صبر کر
جو مقرر ہے صبوری کو ظفر

یہہ ندا اسنکر دیوانہ چپ رہا
اُس کرنے ٹھنڈ بار اسب سہا

تا کہ دس دن بعد بخشا ایک خدا
گودڑی جونی نوی تھیگل لگا

پس کہا دیوانہ یارب آج لگ
خرقہ پشمی میں رہا تھا کیا بلک

یا خزانے میں نوے کپڑے نتھے
یا گنوالئے تھے سو کیئں سیے تھے

یوں جو ہے تیری عنایت پروری
کہاں نے سیکھا ہے تو یہہ درزگری

جو جو نے تھیگل دیا ہے اسوضا
کچھ عجب تیرا قدر ہے اسوضا

کام حقکے دیکھہ ای درویش یہاں
ایکدم یہاں مارنے کی جا کہاں

کئیں عزیزاں آکے اس درگاہ میں
سوختہ ہو کر گئے ہیں راہ میں

کوئی تو مقصود کے منزل اوپر
کوئی حیرت کی رہا رہ کو پکڑ

کوئی تو مقصد کی منزل پر رہا
کوئی حیرت میں ہو مقصد کھو گیا

حکایت بی بی رابعہ بصری علیہا الرحمۃ

رابعہ بی بی مکے کا کر خیال
لوٹ کر گئی تھی زمیں پر سات سال

راہ طی کر جب حرم کے پاس آئے
حج ہوا روزیکی کر جب دلمیں لائے

از قضا آیا مگر وہ روز حج — عذر دائم کا ہوا پیدا سہج
حیف کھا کر دل میں کہی اے ذوالجلال — لوٹتے آتے ہوئے زمیں پر سات سال
یہاں تلک میں آن پہونچی خوار ہو — لاستے میرے آگے یہہ خوار تو
یا مجھے دے تو اپکے گھر میں تھار — یا میرے گھر میں مجھے دے تو قرار
کہاں سمجھتا ہی کسے یہہ واقعہ — جب تلک عاشق نہیں جوں رابعہ
اس دریا میں کئی وضا سے بوالفضول — آئے شدن موج در موج قبول
کر دکھاتے ہیں کبھی کعبہ سے یار — کب کریں دلوں میں حکّار از دوار
جب تو اس گرداب سے باہر آئیگا — ہر نفس میں جمعیت دل پائیگا
کٹ رہا ہی جب تلک اس گرد امیں — خوار سرگرداں رہیگا آپ میں
کس وضع نا ہو سکیگا تو سکی — جب پریشاں تجکو کرتی ہی کبھی

در حکایت یک دیوانہ گوشہ نشیں گوید

ایک دیوانہ تھا گوشہ میں کہیں — دیکھ اُس بولا عزیز مصر ہیں
کچھ عجب دستی ہی تیری اہلیت — خوش ہے اس گوشہ میں تجکو جمعیت
پس کہا دیوانہ جمعیت کہاں — تور کھاتی ہیں مجھے مچھر مکھیاں
دنکو مکھیاں دیتیاں ہیں مجھ عذاب — رات کو مچھر و نسے نیں آتا ہے خواب

کیا سو وہ نمرود کا آدھا مچھر	جو گیا یک پل میں سارا مغز چر
میں تو ہیں نمرود لیکن ای حبیب	یہہ مچھر مکھیاں ہوئے میرے نصیب

حکایت سوال کردن مرغ سیوم

تیسرا پنکھی کیا اگر سوال	میں گنا ہو ںسے بھرا ہوں بال بال
نا امید یکی نہیں درگاہ وو	عاجز ایسے ہو گنہگار عذر جو
پاک جاگہہ کیا گنہ آلودہ جاؤں	حضرت سیمرغ کو کیا منھ دیکھاؤں
ہی کمی آلودہ تب اسکو ضرور	پاک لوگوں نے کیا ہی اسکو دور
میں نہدا شرمندہ ہوں اور پر گناہ	کہاں ملیکا قرب مجکو پادشاہ

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد اُنسے ای ناسپاس	ہو رہا ہے اس وضا تو کیوں نراس
تو اگر ہی پر گنہ ای نامراد	کیا نہیں دروازہ توبہ کا کشاد
یہاں اگر تو اس وضا کرتا ہے در	کیا کریگا حشر میں ای بیخبر
آشتا بی توبہ کر ای پر گناہ	جب خدا ہی عاصیونکا عذر خواہ
گر نہوتا کس کے ہاتھوں سے قبول	حکم توبہ کا نہ کرتا بھی نزول

حکایت یکی گنہگار سہ بار توبہ کرد و سہ بار گنہ کرد

تھا گنہگار ایک بہت نابکار | توبہ کرتا وے ہو کر شرمسار
پھر کے اُس پہ نفس زور آور پڑا | بھی گناہو نیں وہیں جا کر آ پڑا
بعد زاں بار دویم توبہ کیا | پھر گناہ ہونکا وہیں شیوہ لیا
بار سیوم بھی وہیں شرمندہ ہو | فکر اور افسوس و حیرت سے وُ روے
غمکو برونگا کہاں ہے مجال | توبہ کرتا ہوں تو دستا ہی محال
ہر وضع سے فکر بیحاصل دسا | دل بدرد و غم سے لایعقل دسا
سوز سے پیٹنے لگا دن رات زار | جیوں پتے ٹھیکری پہ دانہ بیقرار
ناگہاں ہاتف دیا آواز اُس | لطف سے رب نے کیا ہم راز اُس
جب تجھے کہتا ہی معبود جہاں | تو کیا توبہ اول جب انفعال
پھر کے توبہ کر کیا جب تو گناہ | نیں کیا تیرے گنہ پر میں نگاہ
مہر سے اپنے کیا توبہ قبول | رکھ لیا تجکو غضب سے ای بو الفضول
ہی اپنا تو غم سے پھر جب زار زار | باز آ پھر ای پریشاں روزگار
باز آ جب ہی یہہ دروازہ کھلا | تو گنہ کرتا بخشتا میں بھلا

حکایت شنیدن آواز لبیک حضرت جبرئیل از درگاہ کبریا عز شانہ

تھے سنے جبرئیل سدرہ پر ایک شب | غیب کے پردے ستیں لبیک رب

پس لگے کہنے کو دل سے کر خطاب
کس ولی کو حق یہہ دیتا ہی جواب

ظاہرا کرتا ہے بندا کوئی یاد
نیں سمجھنا کون ہی وہ نیک زاد

جھوٹ نیں جو خاص ہے بندا سچا
نفس مردہ دل سے زندا ہی سچا

یوں ہی جبرئیل میں اسکا نشان
ڈھونڈھ دیکھے جاکے ساتوں آسمان

اور بھی طبقان زمینکے ڈھونڈھ کر
سات دریا کی لیئے جاکر خبر

ڈھونڈھے سارے یکطرف بحر و بر
کہیں نیا یا کس مکان اسکا اثر

بھی اپسکے تھار آئے جب شتاب
وہ کہا لبیک کا پھر بھی جوب آ

دوسرے بار بھی وے ڈھونڈھ کر
ایکدم میں سب جہانکا سیر کر

پس اسے نا دیکھ بولے ای خدا
مجکو اپنا وہ بندہ خاصا دکھا

حق تعالی نے کہا جا روم کو
دیکھ لے دیول میں نا معلوم کو

وہ جو گئے جبرئیل جب اسکے کنے
تب آکے روتا دسا دیول منے

بعد زان جبرئیل اسکا دیکھ حال
عرض کیئے تب ای خدائے ذوالجلال

یہاں تو حیرت کا مجھے دستا ہے تھار
راز اپنا کر تو مجبر آشکار

وو سو کم تب کو کرتا ہی خطاب
تو عنایت سے آپیں دیتا جواب

پس ندا آیا کہ سن ای جبرئیل
نیں دیکھتا ہوں تجھے اسکی دلیل

وہ وسوسہ ہرگز جانتا نہیں دل سیاہ — جو غلط اپنی کیا ہی شاہ راہ

گر کیا ہی راہ او نادان غلط — جان کر میں کیوں کروں سبحاں غلط

اب اسے منگتا ہوں دکھلانیکو راہ — لطف میرا بس ہے اسکا عذر خواہ

پس کشادہ اسکے دل پیر رہ گیا — تا کہ اسنے نام اللہ کا لیا

کام یہاں تو ملت و مذہب نہیں — فضل کچھ اسباب اور علت نہیں

حق تعالی جسکو سمجھے وہ صحی — جسکو وہ سمجھے نہ کچھ کچھ ہی وہی

حکایت شہد فروش و صوفی لاکوفی گوید

کوئی شخص بغداد میں دوکان کھول — بیچتا تھا شہد کو یہ بات بول

راہ سے جاتا تھا ایک صوفی مگر — اسکو بولا ہی مفت سودا کے کر

مفتیا ہوں دے مفت سودا مجھے — شہد کھا کر خوش دعا دیونگا تجھے

پس اسے بولا دوکان دار ای عزیز — کوئی دیتا ہی مفت مفتی کو چیز

پس دیا ہاتف نے صوفی کو ندا — آ ادھر مجھ پاس ای مفتی گدا

میں مفت دیتا ہوں تجھ مفتی کو مدد — شہد تو کیا جس پہ تیرا ہووے جد

رحمت حق تو سمجھ جیوں آفتاب — جسکی پڑتی ہی ہر یک ذرہ پہ تاب

رحمت اسکی دیکھ جی کا فر دل — اس پیغمبر کو کہا کیا عزوجل

حکایت عتاب کردن حقتعالے بر موسی علیہ السلام

حق تعالی نے کہا موسی سے نکات
بولتا ہوں میں تجھے سن ایک بات

تجھکو ستر بار قاروں بار بار
عجز و زاری سے پکارا ہانک مار

کیوں ہوا نہیں اسکو تو فریاد رس
رحم اسپر تو کیا نہیں کیوں سو بس

گر مجھے یکبار کرتا وہ خطاب
میں بچا لیتا نہ کرتا کچھ عذاب

کاڑ دیتا اسکے دل سے شرک سبب
دین کا دیتا اسے ذوق و طرب

تو کیا اسکو عذابوں سے ہلاک
خاکسار یمیں کیا اس غرق خاک

گر کیا ہوتا تو بندا اسکے تئیں
دکھہ نہتا تجکو عذاب اسکے میں وہیں

دیکھہ انکھیاں کھول کر تو اے عزیز
لطف کا حقکے تجھے گر ہے تمیز

اس و خدا کی جسکو بخشائش رہے
کیا اسے کس شے سے آلائش رہے

حکایت وفات شدن مفلس و نماز گذاردن زاہد بر وی

کوئی موا تھا مرد مفلس پر گناہ
لیچلے تھے اسکو گورستان کی راہ

ایک زاہد اسنے کر کر احتراز
یوں نہیں بولا اسپہ کرنا نہیں نماز

رات کو وہ خواب میں زاہد مگر
شادمان دیکھا اسے جنت بھیتر

بعد ازاں پوچھا کہ تجکو اے فلاں
کیا سبب جنت میں پایا تو مکان

تو تو دنیا میں بہت تھا زشت کار
پس کہا زاہد کو وہ ای نیک پی
جب کہا تو اسپہ کرتا نہیں نماز
جانتا ہے کون کیا حکمت سے یہہ
بولتا ہے طفل کو دیوا لیجا
بعدزاں آپے دیاتا ہے بچے
تو بچے کی ما بچے کو بیجا ب
کام حکمت کے سمجھنے ہیں کسے
کئی ہزاراں پلیں حکمت کے دیکھ
رات و دن سرگشت ساتوں آسمان
وہ نار بھی جنت ہے کچھ کر تمیز
جزو کل کیا ہے سو تیرا یہہ وجود
تم نہیں دیکھو حقارت سے اپس
جسم تیرا کل ہے اور جز ہے سو جان
کل اتھا تو جز تیرا پیدا ہوا

مہربان کیونکر ہوا پروردگار
رحمت حق تیری بے رحمی سے ہے
تب ہوا حق مہربان و کارساز
کیا ہے اور انکار کیا رحمت ہے یہ
باد کو کہتا ہے جا دیوا اسے بجھا
کیوں بجھایا تو دیوے کو ای بچے
مہر دل میں ہو کے کرتی ہے عتاب
جو چھپا ہے غیب میں سو کیوں کے
بوند کو دریا ای رحمت کر دیکھائے
یہہ سبے تیری ہی خاطر ثقیلان
جان قہر و لطف اسکا العزیز
قدسیوں نے کر لیا جسکو سجود
کون ہے تیرے سے دنیا میں سرس
جز سے کل ہے کل سے جز ہی ای سجان
جز اتھا تو کل پہ تو شیدا ہوا

نیں ہی جیو تن سے جدا اوس تن سے جیو
دیکھہ خولی ہیو سے جو ہی جیو سے ہیو

جب احد کو نیں ہے اس رہ میں عدد
جز و کل کہنا نہیں ہی تا ابد

ابر رحمت نیں برستا جب تلک
شوق دلکا نیں اوبلتا تب تلک

باغ میں ہوتا ہی جب گل کے بہا
سو شیر سے ہی واسطے ای دوستدار

فرشتو نکی عبادت سر بسر
ہی سبھی تجہ واسطے روشن گہر

حکایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ

نقل ہی عباس سے جب حشر کوں
ہو ینگے کالے گنہگار و نکے موں

ہور ہیگی سب خلق حیران و دنگ
دل پریشاں اور زیادہ حال تنگ

حق تعالی تب طلب کر کر ملک
جو ہو وینگے اس زمیں سے تا فلک

کنیں ہزاراں سال طاعت انکی سب
لیکے بخشیگا گنہگار و نکو تب

پس کہینگے وے فرشتے یا الہٰ
مارتی ہی کیوں ہماری خلق راہ

حق تعالی اسنے بولیگا ہزار
کیا نفع طاعت سے تمکو کیا زیاں

خاکیو نکا اس منے ہوتا ہی کام
ہی بجا بھو کو نکو دینا یہہ طعام

حکایت در سوال طیر چہارم گوہر

پس پنکھی نے چوتھے آکے بولیا بات
جو ہے میری اصل میں نامرد ذات

کچھ عجب دیکھتا ہی میرا مجکو حال
ہر گھڑی ہر لحظہ ہر دم ہے خیال

کب سو عابد کب سو زاہد کب سو مست
کب سو عاقل کب سو نادان خود پرست

کب سو یاروں سے خراباتی ہوں میں
کب سو گوشہ میں مناجاتی ہوں میں

کب سو شیطاں مجکو ہووے راہ بر
کب فرشتہ مجکو لاوے راہ پر

میں تو دو نو راہ میں حیران ہوں
فکر میں آپسکے سرگردان ہوں

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ سچ یہہ بات ہے
نیں طبع کسکی جنم یک ہات ہے

یکطرف سے پاک ہوتی گر سبھی
انبیا آتے نہ ہندونیں کبھی

پس تجھے طاعت کی رغبت آتی جب
سیر کرتے دلکو اس غربت میں سب

جب جنم کرتا ہے دونکر سرکشی
لیکن آخر پائے آرام و خوشی

گر خیال آتے ہیں تجکو رنگ رنگ
ایک رنگ میں بھر کہ جاتا کر درنگ

کیا ترا ہی پیٹ غفلت کا تنور
آرزو جسکو ہے روٹی کی ضرور

کیا ہے روٹی پیٹ بھر زنگار دل
کیا ہے رونا نیں بھر اسرار دل

پرورش اس نفس کی ناچیز ہی
جن کیا یہہ پرورش یہہ چیز ہے

حکایت گم شدن شیخ شبلی و یافتن خانہ مخنث

گم ہوئے بغداد میں شبلی مگر — ڈھونڈھنے لوگاں لگے تب گھر بگھر

ایک طرف سے دیکھتے تب تھار آئے — ہیجڑوں کے گھر میں جا کر شیخ پائے

دیکھتے کیا ہیں کہ بیزار روزگار — خشک لب اور نین تر ہیں زار زار

بعد ازاں لوگوں نے بولا ہی عجب — شیخ کا اس جای آنا کیا سبب

شیخ یوں بولا کہ یہ تردامنان — ہی عجب فرقہ نہ مرد ہیں اور نہ زنان

میں بھی رہ میں دینکی انکے ہمن — نا مثال مردنا مانند زن

جب جوانمردی سے میرا دل ہی دور — لاج آتی ہی کہلانا مجکو مرد

جسکو یوں ہی راہ میں مع لنگی غم — جانتے ہیں وے اپس کو کم سے کم

گر تجھے بھی کچھ ہی اس غمکا اثر — خود نمائی اور خودبینی ورگذر

بال بھر میں ہوں جو گر سمجھیگا یوں — خود نمائی گئی نہیں تیری ہنوز

خود نمائی کیا یہ تیری دلخوشی — خواری و غربت سے دلگیری خوشی

اس خودی کو تو اپسکا بت نہ کر — ہو منو بت گرا گر ہی کچھ خبر

بندۂ حق ہی تو مت کر بت گری — مرد دیں ہو ہو نہ مرد آذری

جانتے ہیں بات یہ سب خاص و عام — بندگی سے کوئی نیں برتر مقام

بندگی کر بندگی میں رہ سدا — عجز سے عزت نہ تو مانگ ای گدا

ہیں ہزاراں بت جو تیرے دل میں ۔ ہت کھلا صوفی اپسکو خلق میں
ای مخنث نیں ہی تو مرد و نہیں جب ۔ جامۂ مردانہ تجکو کیا سبب

حکایت خصومت نمودن دو کس آمدن پیش قاضی

دو جھگرتے آئے قاضی کن فقیر ۔ قاضی انکو لیکے جا گوشہ کی دھیر
پند سے کہنے لگا آہستہ یوں ۔ ہیں تمھیں درویش لرتے ہو سو کیوں
مردہ ہو کر پہن بیٹھے ہو کفن ۔ کیوں جھگرتے ہو عبث زندان میں
ہی اگر کرتے یہ دل جنگ و جدل ۔ یہہ کفن پہنے ہو تب کسکے بدل
میں تو قاضی یوں نہیں مرد فقیر ۔ اس کفن کو دیکھہ شرماتا ہوں دھیر
جو ہی تم میں اس رضا کر موئی ۔ اور تہہ بیٹھو سر پہ اپنے اور ہی
جب تلک نیں فقر کا کچھہ ذوق عشق ۔ وہ نہیں عارف نعوذ ہی نہ مرد
گر ہی تجکو کچھہ بھی دعوی عشق سے ۔ تا گذر جا سر سے اور تو جیو سے
جھوٹ کی دعوی نکر سر مت اٹھا ۔ جگمیں رسوائی سے آپکو بچا

حکایت عاشق شدن گدا بر پادشاہ

مصر میں تھا بادشہ کوئی نامدار ۔ پس ہوا کوئی اسپہ عاشق بیقرار
جب خبر عاشقکی پہنچی شاہ کو ۔ شہ بولایا عاشق گمراہ کو

کا میں

کان میں آہستہ بولا بات یوں ای اگر عاشق ہوا ہی مجبہ تون
دو سخن کہنا ہوں کر ایک اختیار یا کروں سر کو جدا یا پاؤں یار
نیں زیادہ بات ہی یہہ مختصر سر کٹا یا چھوڑ دے میرا نگر
جو نہ تھا وہ عشق پر ثابت قدم شہر سے جانا قبولا ایکدم
جب کہا وہ شہر سے جاؤں مگر شاہ نے بولا کہ ڈالو کاٹ سر
تب کہا لوگوں نے ای عالم پناہ کس سبب سر کاٹتے ہیں بیگناہ
پس کہا شہ نے کہ یہہ عاشق نہ تھا عاشقی کی راہ میں صادق نہ تھا
گر اسے کچھہ عشق کا ہوتا اثر وہیں کھڑا رہتا کہ ڈالو کاٹ سر
جسکو سر معشوق پیارا ہوا عاشقی کے ہیبت سے نیارا ہوا
سر کٹاتا گر وہ کرتا اختیار میں بھی کرتا اسپہ اپنی جان نثار
جب نہیں عاشق وہ دعوادار تھا سر کٹانا اسکا بہتر کار تھا
یہہ کیا ہیں کام یوں ای نیکخو تا جھوٹا دعوی کرے نیں اور کو

حکایت سوال کر مرغ پنجم

پانچواں پنکھی ہوا یوں عذر خواہ یہہ میرا ہی نفس دشمن آہ آہ
کس طرح سے میں چلوں تیری سنگات راہ کے رہزن کو لیکر اپنے ساتھ

نین کرے یہہ نفس قزاں بری
اسکوں نے نین ہے مجکو جاں بری

لاند کا ہوگا جنگل کا آشنا
یہہ کوتا گھر کا ہوت نا آشنا

مجکو تو ایسا عجب آتا ہے یو
آشنا کو کاٹ کیوں کھاتا ہے یو

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ یہہ نفس کمین
ہے کتا بدخوئی اور نجس یقین

کر ملکھانے تجکو کوئی بایہی
تب کتا پاتا ہے تیرا فربہی

دیکھ تیری عمر کا سارا حساب
تین پن تینوں سو تیرے ہیں خراب

چھوٹ پن میں ہے تجھے ناوانگی
اور جوانیں تجھے دیوانگی

بورھ پن میں ناتوانی کاہلی
ہے تجھے ہر ستہ منے بیجا صلی

عمر تو ناچیز ہو گئی اس ضیا
یہہ کتا آراستہ ہو کس وضا

اس کتے کی ہے جہاں نین کئی بدی
حیف اپنے دلمیں نیں کھایا کدھی

مرگئے ہیں کئی ہزار عالم وہیں
یہہ کتا کافر نہیں مرتا کہیں

حکایت سوال کردن کسی از گورکند

کوئی مرد گورکند تھا کہنہ سال
پس کیا کس شخص نے اسے سوال

کئی سنے قبروں کھودتے تیری عمر
کچھ عجائب تجکو آیا ہے نظر

گور کن دیو لاکہ دیکھا ایک عجب ۔۔۔ یہہ پنجر سا نفس ہگا بے ادب

کھودنے قبروں نچھا کر مٹی ہوا ۔۔۔ ایکدم طاعت میں یکی نئیں ہوا

حکایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ

ایک دن عباس مجلس میں کہے ۔۔۔ یہہ جہاں گر کافروں سے بھر رہے

اور دنیا کے جہاں تک ہو الفضول ۔۔۔ صدق اپنے سے کریں ایماں قبول

ہو سکے یہہ بات اما نفس یو ۔۔۔ پائے ناہر گز مسلمانیکی بو

کئی ہزاروں آئے ہیں پیغمبراں ۔۔۔ معجزے دکھلائے ہیں کئی کئی براں

سخت کافر ہے یہہ نفس پر غرور ۔۔۔ مارنے سے نیں مرے ناہو دور

بلکہ کافر پروری میں ہیں ہمیں ۔۔۔ نفس کی فرماں بری میں ہیں ہمیں

دل تو یک رہوار کا اسوار ہے ۔۔۔ ساتھ اسکے یہہ کتا مردار ہے

دور تا میدانیں وہ ہے جتا ۔۔۔ لگ کے اسکے ساتھ رہتا ہے کتا

سوار کو ملتا ہے جتنا کچھ شکار ۔۔۔ یہہ بھی ہو جاتا ہے اسمیں حصہ دار

اس کتے کو جو کیا مردی سے بند ۔۔۔ جگ کے شیر و نیر ہے ڈالا وہ کمند

اس کتے کو جسنے عاجز کر رکھا ۔۔۔ نعمت حق کا اُسنے لذت چکھا

اس کتیکو باندھ لایا ہے جو کوے ۔۔۔ قہر کے پھاند لیسے بے پرواہ ہوے

حکایت یکی پادشاہ کہ نزد یکے درویش رفتہ بود درویش برو خیال نکرد

جس گدا پر پادشاہ کیتا گذر
اُس گدا نے نیں کیا شہ پر نظر

پس کہا شہ اسکو ای مُفلس گدا
دیکھہ آمجہ تو بڑا پایا ہیں بڑا

یوں کہا پھر بعد ازاں مرد فقیر
بات مجہہ سے پوچھہ مت ای امیر

گرچہ اپنے کو سرانا خُوب نیں
یہہ تو تیری بات پر کہتا ہوں میں

جب نہیں تو راہ دینکا رازدار
خوب تر تیرے سیں ہوں لاکھہ بار

حکم میں جس نفس کے تو ہی جنم
سو وہ خر میری سوار کیا جنم

سو وہ چرہ کر تیرے کھاندے پر مدام
نت پھراتا ہی تجھے دیکر لگام

جب گدھا میرا ہی تیرے پر سوار
میں بڑا یا تو مجھے کہہ ایک بار

ای کُتّے سے نفس کے تو آشنا
نیں تو راہ دین سے اب تک آشنا

نفس کے منکی منگے ہی تو خوشی
طبع خاکی کو کیا ہی آتشی

نیں رہا اس آتش شہوت سے آب
اور گیا ہی نور دل اور تن سے تاب

ہو گئے ہیں کان بہرے نین بند
گنگ زیادہ ہوش کمتر عقل گند

گئی جوانی آئی پیری ایغلاں
تو سو جپ بیٹھا ہی غفلت میں یہاں

نیں سمجھ تجکو جو یہہ کیا ہی نشان
لشکر شاہ اجل کے ہیں نشاں

دن بدن ایک ایک آتے ہیں گے چل | تا کہ ناگہہ آئی وہ شاہ اجل
جا پڑیگا جیو تیرا روندال منے | تو کدھر کتا کدھر اُس دن منے
بھی تمھیں ایک جا ہو وینگے نہیں | جا پڑینگے پھر کے دوزخ میں کہیں

حکایت روباہ نر و مادہ گوید

لومڑیوں کا بن میں جوڑا تھا کدھر | عیش سے رہتے تھے ملکر نار و نر
ناگہاں کوئی شاہ نکلا تھا شکار | باز چیتے اور کتے بے شمار
اُن لیئے جنگل منے دونو نکو گھیر | نر سے مادا یوں کہی جیو سے سو بیر
جو ملینگے پھر کہاں ہم نار و نر | نر نے بولا پوستیں دونوں کے گھر

ای چار

سوال کردن مرغ ششم

بعد ازاں چھٹا پنکھی یوں نکر کہا | منہہ کو رستے سیمرغ سے کر کھٹا
یوں نکالا بات وہ شیطان سے | نیں خلاصی ہے مجھے بے دین سے
رات و دن اسکا لگا ہے مجکو کھور | نیں ہے چلتا اسپہ میرا کوئی زور

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ تیرا النفس سگ | ہے جہاں ابلیس کا واں نیں سلک
ناتو یہاں ابلیس نا ملبیس ہے | آرزو ہر یک تیرا ابلیس ہے

ہووے یکبیک آرزو تیری تمام | تجھ میں سو ابلیس مجھ میں السلام
ان دونونکی کچھہ عجب تاثیر ہے | سر بسر ابلیس کی جاگیر ہے
تو ہولجا گیر بیں ست اُسکے ہاتھہ | نا کریگا وہ کبھی کچھہ تجھسے بات

شکوہ کردن ابلیس یکی مرید پیش پیر خود کردہ بود

کوئی ابلیس کا جا کر گلا | پیر سے اپنے جو تھے صاحب جلا

جو پڑا ہی وہ لعین میرے دنبال | چھوڑتا نیں کس طرح میرا خیال
رات دن کرتا ہی مجھسے مکر و فن | دین کا میرے ہوا ہی راہزن
پیر نے اسکو کہا ابلیس بھی | دکھہ تیرے رو رو گیا ہی یہاں ابھی
جو میری جاگیر ہی دنیا تمام | سو وہاں کرتا ہی آکر دھوم دھام
تم کہو اُسکو کہ ای مرد خُدا | چھوڑ دے جاگیر میری ہو جُدا
میں بھی تیرا چھوڑ کر دونگا خیال | بیفکر تو ہو ویگا رستا سنبال
نیں مجھے کچھہ دین کے لوگو ستے کام | اصل مطلب یہہ میرا او السلام

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کہیں گئے تھے خواب عیسیٰ مگر | سو رہے تھے سر کے نیچے اینٹ کر
کھل گئی جب آنکھہ نیند سُو لہو | سامھنے دیکھا کھڑا ابلیس کو نہ

پس کہے ای لعنتی تو یہاں کہاں
تب کہا وہ اینٹ میری ہی جہاں

ہی دنیا اور سب دنیا کا یہہ متاع
کل میری جاگیر ہینگے بے نزاع

پاس جسکے یہہ دنیا اور زر ہوا
وہ تو میرے کام جاکر ہوا

جب سنی عیسے نے اُس سے بات یہہ
اینٹ ست دے ور بہے پھر بجہ

پس کہا ابلیس نے عیسی سے پھر
تم نجنت اب سو رہو جاتا ہوں گھر

حکایت دعا خواستن بادشاہ بوقت نماز و جواب دادن دیوانہ

کوئی مانگتا تہا دعا وقت نماز
کر خدایا مجہہ رحمت اور نواز

یوں کہا اُسکو دیوانہ سن تو لیک
کیوں نہ رحمت پائیگا جب تو ہے نیک

یہہ تیری دنیا و دولت کر و فر
یہہ تیرا اسباب یہہ چاکر نفر

یہہ تیرا ناز و تکبر اور غرور
یہہ تیرے باندے غلامان اور حضور

یہہ تیرا ایوان صافی زر نگار
یہہ تیرا دنیا منے عز و وقار

دیکہہ اُسکو وہ طرف لیجا کے لے
مستحق دوزخ کے یا رحمت کے ہے

جب تلک دنیا سے دل توڑا نہیں
نقد و دولت دینکے جوڑا نہیں

آ اید ہر میرے مثل ہو جا نہنگ
بعد ازاں رحمت خدا کے پاس منگ

کر تجھے ہمت ہی کچھ مردوں کے سار
منہہ پھرا تو سب سے اپنا نیک یار

حکایت نقطہ دانی گوید

کیا کہا ہے خوب کوئی مرد یقیں — یہہ خلائق ہوش جنکو کچھ نہیں

قبر میں مردیکو رکھتے منہہ پھرائیں — مغز معنے کو نہ ہرگز پھر کے پائیں

کیا ہوا جی مکھ پھرایا اب کسنے — موہنہ پھرایا نیں جو جیتے جی انّے

خشک ڈالی کو جو کوئی پھیرا تو کیا — مر گئے پر کوئی منہہ پھیرا تو کیا

زندگی میں جسکو ہے دیتا کہ حب — عارفاں کن وو سے ناپاک جب

در سوال پنکھی ہفتم کردن

ساتواں آیا پنکھی لوئی بعد ازاں — معذرت سے اسطرح کھولی زباں

جو میرا جی تو بہت زر دوست ہے — عشق زر سو مغز باقی پوست ہے

جب تلک جوں گل نہیں زر مجہ کنے — نا ہنسوں گل کے مثل گلشن منے

عشق مال و عشق گنج و عشق زر — مجکو معنے سے کیا ہے بیخبر

جواب دادن ہدہد آں مرغ را

پس کہا ہدہد کہ ای دنیا پرست — کیوں ہوا ہے اسطرح غفلت سے مست

زر سو کیا ہے ایک رنگی زرد سنگ — تو سنو خوش ہو بچوں ہمن دیکھ دو رنگ

دیکھ زر کو تو برتا ہے خدا — وہ سو میری راہ تب سے ہے جدا

نانشری

تا ترے زر سے کسے ہی کچھ نفا ۔ تا تجھے اس زر سے کچھ ہوگا وفا

جب تو کچھ درویش تو دینے منگے ۔ آزمایش اسکی وو نہیں لینے منگے

زر کی پستی سے ہوا تجکو فراغ ۔ او تو تیری پشت کو دیتا ہی داغ

زر کی لالچ میں گنوائی عمر سب ۔ رات دن جیکو ترے زر کی طلب

فکر سے زر کے تجھے ہی مشغلہ ۔ زر نہیں تو جیکو تیرے ولولہ

اس کسب سے کیوں خداکو پائیگا ۔ دیں و دولت ملک کیوں ہت آئیگا

ہی اگر کچھ دل منے حقکی طلب ۔ خرچ کر اس زر کو اسکی رہ مین سب

دیکھ جا قرآن میں ای نیک خو ۔ لن تنالوا البر حتے تنفقوا

تجکو پیارا ہے جو کچھ سو ترک کر ۔ بلکہ سارے جیو سے اپنے گزر

جیو سو آخر جائیگا ایک روز ہیں ۔ کہاں یہہ تیرا مال جب یہہ جیو نہیں

گودڑی کہنی اگر ہی تجہ کنے ۔ وہ بھی آڑی آئیے تیری رہ منے

دے جلا تو گودڑی کو بھی اپنا ل ۔ چھوڑ اپنے جیو سے اسکا تو خیال

ہیں جلا تا کر اسے جلد سے تو ۔ کب خلاصی پائیگا جہنم سے تو

حکایت مریدیکہ از پیر زر پنہان داشتہ بود

تو مرید ایک تھا مگر وہ پیر سے ۔ کچھ رکھا تھا زر چھپا کر ڈھیر سے

پیر کو بھی گرچہ تھا ظاہر ولے
نیں کیا کب منہہ سے وہ باہر ولے

تا کہا آیا سغر دہ بیس کیئں
پس چلے ملکر مرید اور پیر وہیں

آپڑتے کیئں بن بہا نہیں مگر
آہی ایک مارگ میں وآن ڈالی نظر

بعد ازاں پوچھا مرید مایہ ور
پیر سے اپنے کہ جانا اب کدھر

شیخ بولے چھوڑ اپنے قدکی چیز
پس چلا جا ہر کدھر بھی ای عزیز

زر سو کیا جیو کا خطر ای مردراہ
کیا یہہ دنیا دین میں ای آہ آہ

تو سو زر کی فکر میں سب دن مدام
کیئں بہنر کیئں فکر میں کرتا ہی کام

دین کے مارگ منے تو پڑ رہے
جوں گدھا دلدل منے پھنس کر رہے

زر سے کیا ہی بات میں تیرے کوا
تو تھا بند اُس منے پڑ کر مُوا

اُس کو ویسے کر حذر ای پیر کہن
اُس سے منگ حظ حضرت یوسف کے من

حکایت حسن بصری از حضرت بی بی رابعہ سوال کردہ بود

شیخ بصری رابعہ کے آئے پاس
جا کے پوچھے بات یہہ وہ حق شناس

وے سخن جو ہونگے کیئں تم سنے
تا تمھیں بولو نہ بولا اور کنے

خود سمجھو جیو دلسے ای بجا ہو ویگا
سو مجھے بولو جو سر جا ہو ویگا

پس کہی بی بی کہ ای شیخ کبار
سنو تو میں کاتی اتھی کیئں ایکبار

اپنے دو دینار اسکے مجکو ہیں — نہیں لی میں دونوں کیتیں پانچ بیس

خوف سے آفت کے ڈر کے دلمیں لیک — ہاتھ میں ہر یک لیئے دینار نیک

تا مبادا ملکے دونوں سو یکبار — راہزن ہو جائیں تیرے ایکبار

تو سو جو جو جوڑتا ہے زر درم — تا حلال آتا ہے دلمیں تا حرام

مر گئے پر وارثاں لے کھائیں مال — ساتھ تیرے آئی تا غیر از وبال

ای خوشی دل ہے تو زر کے شوق عشق — زر بدل تو بیچتا سیمرغ کیوں

راہ میں تجکو وہاں یکبال بھر — سات کیوں لیجائیگا یہ گنج و زر

چال چیونٹی کی پکڑ بہا العزیز — تا شکر کا گنج ہو تجکو تمیز

حکایت عابد کہ باری تعالی برو عتاب کردہ بود

ایک عابد تھا جنے سب زندگی — چار سو برسان کیا تھا بندگی

خلق سے دنیا کے جم ناساز تھا — حق سے پروکے اندر ہمراز تھا

ہمدم اسکا کوئی نہ تھا جز یاد حق — ہر نفس اللہ اللہ کا تھا سبق

چار دیواریمیں اسکے یک درخت — خوشنما تھا سبز تر جوں سبز تخت

اسپہ گھر کر ایک پنکھی دلنواز — شوق کے دل سے ہوا الحان ساز

عابد اس آواز سے دلمیں لوبھا — لا رہا تھا کان ایکدم جیو لگا

حق نبی پر اُس زمانے کے خطاب — تو ہُوا کیا عزت سے سُن عابد کے باب

جو کہو یُوں جا کے اُسکو یہہ عجب — ای جو تو طاعت کیا تھا روز و شب

اِس مدت کا شوق اور شورِ جگر — کیوں دیا تو یک پنکھی کو بیخبر

گرچہ تھا ئی سیانا تو پنچھی — کیوں ہُوا آواز پنچھی کے پنچھی

میں خریدا تجکو تو بیچا مجھے — کیا وفاداری الشیی لا تو تجھے

اس وصال زاں فروشی بھی نکر — میں تیرا ہمدم ہوں مجکو مت بسر

سوال پنچھی ہشتم

بعد زاں آیا پنکھی واں آٹھواں — غمزدہ خاطر پریشاں دل گراں

پس کہا مجکو کہ یاد آتا ہی گھر — جیسے خرچا ہوں بہت سامان و زر

خاص ماڑی اور جیسے بہشت زرنگار — دل کشا و جاں فزا چوں روئی یار

ہووے جسکو دیکھتے دل کو فرح — پس صحن اِس گھر کو میں دوں کس طرح

بیٹھتا ہوں پادشاہ میں ہو کے ملک — پادشاہی چھوڑ کر جاؤں کہاں

کہاں پھروں گھر چھوڑ کر میں دار دار — راہ کا دوکھ سونستا کا جاؤں بار

باندھتا ہی گھر میرا جنت جیسے ہور — کوئی عاقل جاے کیوں جنت کے چھوڑ

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا

پس کہا ہدہد اُسے ای کم ہمت — کیوں رکھا ہی بار سینے چلتی ثقلت

کیا ہی جنت عمار کی تمنے خراب — تو سوا اس میں جلکے ہوتا ہی کباب

گھر تیرا جنت ہو یا خُلد ہو — ہی اجل کا تجہ بند بیجانہ سُنو

موت سے تجکو اگر ہوتا امان — خوب تھا یہہ گھر تجھے اور یہہ مکان

حکایت تعمیر نمودن بادشاہ ایوان بلند و جواب دادن یک زاہد اورا

گھر بنایا پادشاہ کوئی زرنگار — مال زر کر خرچ بیحد بے شمار

جب ہوا حاصل عمارت سے فراغ — کر دیکھا یا فرش سے اس رشک باغ

لوگ ملک و ملک کے آنے لگے — دیکھ اُسکو راحتاں پانے لگے

بعدزاں یکروز شاہ کامگار — جشن فرمایا مجالس کو سنوار

سب مشیراں اور وزیر انکو ملا — پس حکیماں اور امیر انکو بلاد

خرمی سے دلکی کیتا یوں سوال — یہہ محل کیسا ہے تم بولو اپنا حال

جشن خوبی دیکھکر جیتا رہو — کچھ ابھی باقی رہا ہو سو کہو

بعدزاں سب ملکے بولے یکزباں — اس جہا نمیں ہی نہیں ایسا مکاں

اس لطافت کا محل کہیں نہیں — کوئی نہ دیکھا ہی نہ دیکھیگا کہیں

ایک زاہد نے دیا پھر یوں جواب — میں کہوں گر شہ نفرماویں عتاب

اس محل کو گر نہوتا ایک کھوٹ
سچ ہے اتھا فردوس اور جنت کے جوڑ

شاہ نے بولا کہ وہ کیا ہے سو بول
چپ نہ کر بیٹھو وہ کیا ہے سچ بول

پس دیا شہ کو یوں زاہد نے جواب
اسکو عزرائیل کر دیگا خراب

ہو سکے تو دور کر دے یہ کھوٹ سخت
نہیں تو کیا ہے یہ محل یہ تاج و تخت

گرچہ خرم ہے مکاں یہ جیوں بہشت
موت آخر کو کریگی تجکو زشت

یہ خلل ہوتا نہ گر تو یہ محل
کیا کریگا تو جو باقی ہے خلل

اس محل کو دیکھکر تو خوش نہو
سرکشی کا تاج سر پر رکھ نہ تو

دیکھکر شاہی تیری اور تخت کو
کہہ سکے نا عیب کوئی پیش تو

دیکھکر شاہی تیری اور یہ مقدر
نا کہے کوئی عیب تو افسوس کر

حکایت روشنائی و تعمیر نمودن خانہ زرنگار

کوئی بازاری کیا گھر زرنگار
جب ہوا گھر حسن و خوبی سے تیار

قصد دل پر میزبانیکا کیا
شہر کے لوگونکو دعوت جا کیا

دوڑتا پھرنے لگا جب گھر بگھر
خلق عالم کو بلانے ہر کیدھر

کوئی دیوانہ دیکھکر بولا اسے
بات کہتا ہوں تجھے گر ہو نہ غصے

دل منے میرے بھی تو ای خام دیکھ
جو تیرے گھر جا کے یکدم آؤں لیک

نہیں ہے مجکو فرصت ایکدم اس شغل سے ۔ میں نہ آتا ہوں تو سن اس عذر سے

حکایت عنکبوت یعنے مکڑی

دیکھ لے مکڑی کو اے صاحب جمال ۔ کس طرح کرتی ہے دلمیں کیی خیال

سانذہ میں لوگوں کے جالا باندھکر ۔ دام کرتی ہی مکھیونکا سر بسر

کوئی مکھی سیپڑی تعی اُسکا پیکے لہو ۔ کرکے رکھتی ہی ذخیرہ ہُو بہو

وہ مکھی جالے منے جب سوکہ جاوے ۔ بعد ازان آہستگی سے اُسکو کھاوے

ناگہاں گھر کا دھنی اُستھار آ ۔ توڑ کر سٹتا ہی ایکبار کا

ہی یہہ دنیا حق تیرے سُن ہُو بہو ۔ یہہ تیرا گھر اور ذخیرہ مو بمو

ایکدم میں ہوکے جاوے سب فنا ۔ کہاں رہیگا جان و دل اور یہہ بنا

جائیگا جس روز مالک آئیگا ۔ ایک پلمیں سب فنا ہو جائیگا

یہہ تیری دنیا و دولت ہور شیٔ ۔ تو نہو تو بول مجکو کہاں رہی

قید اس کا جان یہہ گھر اور سرا ۔ قید میں پڑ کر اپسکو مت ستا

کیا یہہ دنیا ہی جہاں یہہ پُرغرور ۔ چھوڑ جاویگا اُسے ایکدن ضرور

کھول انکھیاں دیکھ کچھہ اس راہ کو ۔ چل شتابی ڈھونڈھنے درگاہ کو

جب اس درگاہ تک چلجائیگا ۔ جگمیں عزت سے کہیں نا مائیگا

حکایت شخصے السیر او وفات یافتہ بود

مر گیا تھا طفل کسکا از قضا
باپ سدہ بدہ کھو دیوانیکی ضا

پیش سے تابوت کے ہو بیقرار
بولتا جاتا تھا یوں وہ زار زار

ای بچے میرے جہاں نا دیکھکر
کیوں کیا تھوڑے میں تو آخر عمر

ایک بیدل نے کہا سن الغلان
تو سمجھ سو بار اُن دیکھا جہاں

عاقبت مرنا اُسے تھا یا نہیں
جان تو اسباب کو دلمیں وہیں

سو برس سے گر یہاں تو ہوئیگا
یوں کہیگا میں نہ دیکھا ہوئیگا

عمر تو یک پل منے جاتی ہے آج
کب کریگا درد کا اپنے علاج

سو پینکھی نہ ہسم کوید

بس کہا اگر پینکھی نوجوان سخن
جو مجھے ہے ایک دلبر سو لگن

عشقمیں اُسکے ہی یہہ جیو بیقرار
ہاتھ سے جاتا رہا ہی اختیار

مجہ خیال اُسکا ہوا ہی راہ برق
آگ میں جلتا ہے سارا تن بدن

ایک دم بن اسکے مجھ آرام نہیں
صبر سے ایکدم مجکو کام نہیں

دل نہیں مجہ ہات ابمیں کیا کروں
کس طرح سے پانؤ رستے میں دھروں

کس طرح اوس ماہ رخ کے رخ بغیر
رخ کروں کس رخ کدھر کو جاؤں سیر

درد کو میرے تو درماں ہی نہیں — عشق میں ہی کفر اور ایمان نہیں

کفر اور ایمان میرا عشق ہے — درد کا درمان میرا عشق ہے

عشق کے غم میں نہیں کوئی ہمنفس — ہمنفس میرا تو مجکو عشق بس

عشق نے اسکے جلایا ہی مجھے — خاک و خوں میں وہ نہلایا ہی مجھے

ہو رہا ہوں صبر اور طاقت سے طاق — سُدہ نکل جاد ملیں بیٹھا ہی فراق

جگ سے زار و زار سینہ آہ آہ — دل ہوا ہی غرق خوں تن خاک راہ

جواب دادن ہدہد آن مرغ را

پس کہا ہدہد کہ ای صورت پرست — منزل معنے سے مطلق دور دست

عشق صورت نیں ہی عشق معرفت — عشق شہوت باز ہی حیوان صفت

جسکنیں جس روپ سے نقصان ہے — جیو لگانا اُسپہ اُسکا زیان ہی

جب تلک نیں اصل حسن بے زوال — کفر ہی اس حسن پر بندھنا خیال

بھول مت اس خطر خوبی حسن پر — جانتا ہی جسکو تو مثل چندر

وہ تو ہی سب خلط اور خونکا بناو — دمبدم ہی آرزو اور جس کی چاو

جس گھری وہ خلط خوں کم اُسنے ہو — زشت اُسکے ساز کا پاوے نہ کو

پس نہیں کر حسن صورتکا خیال — اصل معنے ڈھونڈہ ای صاحب کمال

حسن معنے جب تیرے ہات آئیگا ۔ خالق و رازق کو اپنے پائیگا
صورتاں یہہ ہیں سو فانی ہوئینگے سب ۔ کسکی عزت نا رہیگی غیر رب
دوستی صورتکی ہیگی رکھہ خیال ۔ جیوکی ایکس کے سٹن تو ایک کال
دوستی ہر چیز کی رب کے سوائے ۔ سب عمر تجکو پشیمانی میں پائی

حکایت گریستن درد وپند دادن شبلی اورا

کوئی شبلی پاس آیا دردمند ۔ شیخ پوچھے کیوں ہی اسکو مستمند
بس کہا او ای بزرگ نامدار ۔ تھا میرا محبوب یک پیارا نگار
مر گیا او سو اسکے غم منے ۔ ہو رہا ہوں اسطرح ماتم منے
شیخ بولے گر تو ہی یوں غمزدہ ۔ کیا ہی یہ غم استے اگلا تجہ سزا
جا ابھی ڈھونڈلے اسو ضا کار توں ۔ جیو میرا نا ہووے وہ بیزار یوں
یار ایسا جسکے مرنے سے ہی ڈر ۔ دوستی میں اسکی جیو پر ہے خطر
حسن و صورت کا ہوا جو مبتلا ۔ نیں عجب جو ای اسپر کوئی بلا
او سو ایکدن اسے جہا لسے جائیگا ۔ حیرت و حسرت کو تجپر لائیگا
یا تو جائیگا اسے یہاں چھوڑ کر ۔ حیرت و حسرت سے دلکو توڑ کر

حکایت عاشق شدن شاگرد بر کنیزک استاد خود

ایک جوان نوخیز تھا چالاک تیز
صاحب ہوش و فراست باتمیز

رات دن تھا علم کی تحصیل میں
کوئی گھڑی جاتی نہ تھی تعطیل میں

سب دنیا کا چھوڑ دیکر کار و بار
بحث اور تکرار میں تھا استوار

باحیا تھا نیک بخت و باشرم
پاک صورت متقی تھا دل نرم

مہرباں اُسپر اتھا اُستاد بھی
نیں کیا یکدن غصہ اُس پر کبھی

جہاں تلک شاگرد تھے اسکے تمام
سب سے زیادہ پیار تھا اُسپر مدام

از قضا اُستاد کے گھر میں مگر
خوب صورت تھی کنیزک جوں چندر

دلربا دلدار دلبر جیونکہ حور
جسکو پاکاں دیکھکر ہوں ناصبور

نازنیں نازک بدن تھی سرسری
رشک کھاوے دیکھہ اُس حور و پری

فتنہ غمزہ نازنیں ناز و ادا
عاشقوں کا جان و دل جسپر فدا

حسن دریا مکھہ کنول تل جوں بھنور
زلف اُس دریا سے نکلا سو عنبر

شکریں لب شہد سے امرت بچن
نین جوں بادام منہہ پستے نمن

دیکھہ اُس کو نین بھر شاگرد وو
مُبتلا ہو کر گیا یک پل میں وو

دل اُس کا مدرسے سے توڑ کر
علم و دانش کو دیا سب چھوڑ کر

عشق کا ابجد لگا کرنیکو یاد
حسن کے دلبر سمجھا اوستاد

درس علم و فضل کا دل سے بہار
ہوگیا یکبارگی جوں لالہ زار
عاقبت ہو کر ترا بیمار عشق
ناگہاں واقف ہوا استاد کہیں
فصد چھوڑا اسکے دونو ہات سوں
تا کہ ہووے زار زار و ناتواں
یکطرف سے گئی نکل خوبی سکل
موہنہ نکل آیا گئی گالاں جھٹک
حسن میں اسکے نہ کچھ باقی رہا
وہ جو تھا اخلاط اور خون گندسو
بعدزاں شاگرد کو بھیجا بلا
ہو رہا وہ دیکھ اسکو دلمیں دنگ
پس کیا شرمندگی سے سر تلہا
بھوت نی سا اس پریکا دیکھ حال
عشق کی جب تاب دلسے گئی نکل

دل لیا لینے کو درسن روئی یار
زعفرانی چہرہ اسکا گلعذار
غم غصہ کرنے لگا تیمار عشق
پس بلا باندیکو اپنے پاس وہیں
کاترہ ڈالا وہاں دی کر دلسے خوں
رنگ گلناری ہوا جوں زعفراں
سوک گئے جل بن سکل کنولے کنول
جا لگیاں دو کان کو انکھیاں بھنک
نا شراب شوق نا ساقی رہا
سب رکھا تھا جمع کر استاد وو
پس دیکھا اسکو باندیکا ہلا
پھر نظر کرنے کو لایا دلمیں تنگ
ہوگیا بیزار اسسے ایکبار
دل منے اپنے نپٹ پکڑا کنتال
ہوئی شفا از رنج بیماری بدل

بعدزاں استاد نے اس طشت کوں | لا رکھے آگے جو تھا پر خلط خوں

پھر کیا شاگرد سے اُسنے سوال | ایسے اب راستی سے بول حال

کہاں گئی وہ رنج بیماری تیری | کہاں گئی وہ خواری و زاری تیری

عشق کے شعلے و گرمی ہے کہاں | شوخی و رندی و بے شرمی کہاں

راندن باندیکی تھی تجہ آرزو | دیکھتا کہ نیں کھڑی ہے روبرو

عشق سے جسکے کیا تھا رنگ زرد | کیوں ہوا کیا ہوگیا وہ عشق سرد

آرزو جسکی تو کرتا تھا مدام | او سو ہے اس طشت میں بھر کر تمام

یہہ نجاست اُسنے جب باہر پڑی | خجل ہو کر سامنے تیرے کھڑی

تو نہ تھا عاشق مگر اُس نار کا | بلکہ عاشق تھا تو اِس مُردار کا

بات یہہ سُنکر جواں توبہ کیا | ہار دیکر مدرسہ کی رہ لیا

جسکو ہے صورت پرستی کا خیال | کب صفت سے ہوئیگا اسکے وصال

اصل صورت نفس شیطانی سمجھ | اصل معنے وصف روحانی سمجھ

ترک صورت کر پکڑ عشق صفت | دیکھہ زان را آفتاب معرفت

نقش صورت خلط خوں سے بیش نیں | مرد صورت مرد دور اندیش نیں

خلط اور خوں سے ہوا صورتکو زیب | تو نہ کہا اس خلط اور خوں پر فریب

حکایت سوداگرکہ کنیزک خود را فروختہ بود

ایک تھا تجار کہیں با ملک و مال ایک لونڈی تھی اُسے صاحب جمال
نا کہاں بیچا اسے وہ کسکے ہاتھ پھر کے پچھتانے لگا نیک ذات
پاس جا کر اس شخص کے یوں کہا پھر کنیزک مجکو دے لے تو نفا
نیں دیا پھر وہ کنیزک اسکو جب ہو رہا ایسا پریشاں حال تب
ہر گھڑی رستے پہ جا کر غمزدا خاک سر پر ڈالتا تھا وُہ سدا
یوں وُہ کہتا تھا اپسکو زار زار یہہ سزا تیری ہی ای جیو نابکار
جب حماقت سے ایسی دلدار کو بیچ ڈالا حبُّ کئیے دینار کو
اس بھری بازار میں ای ناسمجھ کر نہیں اپنا زیاں آپیں سمجھ
عمر تیری ہی سو یکدم دم گھڑ زر نہ لے تو اس گھڑکو بیچکر
ای صبا محشر مینے پچھتائیگا ایک ذرہ زر نہ تجہ کام آئیگا
سر سے پا لگ حق دیا ہی نعمتاں شکر ان نعمتوں پر الغلاں
پا لتا ہی حق تجھے با عزّ و ناز تو سو چپ رکھتا ہی بھی کس سے نیاز

حکایت برای شکار رفتن بادشاہ

ایک نکلا پادشاہ تھا کہیں شکار تھا کتا اُسکا کوئی اسکو سنوا

اُس کتے پر بادشاہ کا پیار تھا
تھا مگر محبوب خوباں سار کا

تن پہ جسکے زیب و زینت تھا لگا
جھول زر دوزی مرصع کا پٹا

مرد سگ باں جب کہ فرماں پایا
زر کی ڈور سے کتا بندہ لایا

پس کتے کو جلدی کرکے وہ طیا
دور سے زر کے آگے لایا سنوا

شاہ نے وہ ڈور لیکر اپنے ہات
اُس کُتیکو لیچلا اپنے سنگات

ناگہاں رستے میں کہیں ہڈ دیکھکر
یکنفس تک وہ کُتا اٹکا مگر

شاہ پیچھے پھر کے دیکھا اسکو جب
طیش کھا دلمیں لگا کہنیکو تب

مجہ سر یکے پادشاہ کو چھوڑ کر
اِس کُتے نے ہاڑ پر کیتی نظر

کاٹ کر دوری دیا اُسکو نکال
پس کتا ہو کر چلا دلمیں خشحال

جب تو نے دوری گلے کی آپ سے
مفت چھوٹا اس بلا کے پاپ سے

پس کہا وہ دور یا ای نامدار
اس کتے پر ساز ہی جو ہزنگار

گرچہ جنگل ہی جبیتر اِسکی سزا
یہہ زر و گوہر رہے مجکو روا

شاہ بولا یوں ہی جا دے اسے
تا عزت کی قدر خواری یہہ دستے

زیب و زینت جب اپسکے پائیگا
یاد کر مُجکو بہت پچھتائیگا

وہ کتا کیا ہی سمجھ اپنا نفس
کر رہا ہی ہڈ پہ دنیا کی ہوس

فضل و رحمت حق تعالی کا بار — ہے پریشان اس جنگلمیں خوار و زار
ہے تجھے اول سے حق کی آشنائی — کیوں لیا ہے یوں سو غفلت سے جدائی
رکھ قدم عشق حقیقی میں مدام — نوش کر مردوں مثل سختی کے جام
دم پکڑ رہ گرچہ سولی پر چڑھائیں — ورنہ تو کر جیو کا ہلک ہو کے جائیں
جان اس سولیکو یک خس کے مثال — اژدہا کو ایک چنوٹی کر خیال
عاشقاں تو رہ میں اس بیچون کے — نت رہیں پیاسے اپسکے خون سے

حکایت بردار کشیدن منصور حلاج را

جب چڑھائے دار پر منصور کوں — جز انا الحق نین کہے کچھ جب سوں
عالماں یہ سنکے انکی سخت بات — کاٹ ڈالے دھر سے انکے پانو ہات
لہو نکل جا کر پڑا جب زرد موں — ہاتھ تھو تھو نسے لگا موں یہ خوں
تا کہے نا کوئی مرد عیب جوئی — خوف سے پیلا ہوا ہی رنگ روئی
کیا مجھے ڈر ہے کہو کس کا نکا — جو میرا سودا ہے سر کے ساتکا
یہ جہاں تو سوئی کے ناکے سے تنگ — جیو چھپانا شیر مردونکو ہی ننگ
راہ میں حقکے ہزاراں کھات ہے — دار پر چڑھنا سو ادنی بات ہے

حکایت کشتہ شدن پسر جنید بغدادی رحمۃ اللہ

پیشوائے دین جنید نام ور ۔۔۔ بولتے تھے وعظ یارو نہیں مگر

گرد بیٹھائے تھے سخن ہیاں تک بلند ۔۔۔ جی ہوا اس چرخ گردوں کا کمند

ناگہاں اس حالمیں کوئی بد گہر ۔۔۔ شیخ کے فرزند کا سر کاٹ کر

دست دیا مجلس میں لاکر خوار روز ۔۔۔ وہ پسر سو شیخ کے جیو کا اودھا

مکھ پونم کا چاند اور ابرو ہلال ۔۔۔ پاک ظاہر پاک باطن خوش خصال

شیخ وہ سر دیکھکر کچھ نا کہے ۔۔۔ وعظ کرتے تھے سو یوں کرتے رہے

بعد ازاں آخر کو بولے یہہ سخن ۔۔۔ ایے عزیزاں دیکھہ اسرار کہن

میں کھیلا یا تھا خوشیکی آج رین ۔۔۔ سو ہوا درکار مجکو اب نین

میں خوشی سے وعظ بولا یا جزا ۔۔۔ تب اتھا درکار مجکو یہہ سزا

سوال کردن طیر دہم

پھر لگا کہنے کو دسواں جانور ۔۔۔ موت کا آنا ہی ایسا مجکو ڈر

میں تو بے توشہ ہوں اور زاد نائے ۔۔۔ مر رہونگا راہ میں کہیں بالضرور

موت سر پر لے کھڑی ہی تیغ وہیں ۔۔۔ کاٹ ڈالیگی کبھی معلوم نئیں

لے کھڑا جسپر ہووے جلاد تیغ ۔۔۔ کیا ہووے گر چہ زندگی کی جز دریغ

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ ای زار و نحیف
چھوڑ دیویگا تجھے کب وہ حریف

کیا یہہ تن ہار تو نگا ہی ای بیخبر
مغز جھڑ جھڑ جائیگا ایکدن جنجھ

یہاں جو کوئی آیا سو آخر جائیگا
ہی جو کوئی زندا سو وہ مر جائیگا

ہیں تجھے یہاں بھی بچا نیکے بدل
لائے ہیں آخر لیجا نیکے بدل

یہہ فلک تو طشت ہی اوندھا مگر
پس رکھے ہیں تس شفق تو ہو سے

آفتاب تیغ زن سر کاٹ کاٹ
طشت نت بھرتا ہی لہو چاٹ چاٹ

تو اگر آلودہ ہی یا پاک ہی
ایک قطرے آب سے وہ خاک ہی

اصل میں یک بوند ہی ہر یک کی ذا
کیا چلیگا بوند کا ذرہ سنگات

سب عمر میں عیش کرتا آئیگا
سوز اور زاریسے ایکدن جائیگا

حکایت ققنوس نامی مرغ است

طرفہ تر ققنوس کوئی ہی جانور
ہند کے کہیں ملک میں وہ ہی مگر

چونچ اسکی ہی لمبی وہ سب نیک
ہی مگر اس چونچ میں سو چھید لیک

ہیں ہی ہر یک چھید میں آواز اور
ہی ہر یک آواز میں کچھ راز اور

جب کرے چھیدو لسنے وہ آواز با
مرغ و ماہی ہو رہیں سن بیقرار

ہو رہیں سب درندے چپ ہیں
سر بسر جاکر پڑیں خاموش ہیں

سب جلیگا

سب حکیمان علم موسیقی لیں
ایک ۷۱ ستر سال وہ جیوتا پنکھی
بعد ستر ۷۱ سال کے جب موت آئے
بعدزاں چن چن لکڑیاں جمع کر
پس اپس کے چونچہ سے ہر چھید سے
کیا پرندہ کیا چرندہ سر بسر
اسطرح کرتا ہی دلسے آشکار
سوز اسکے درد و غم کا سونگ
ہور ہیں کیتیں جانور حیران و دنگ
کچھ عجب آواز اسے باہر لئے
عمر میں باقی رہے جب یک نفس
آگ پڑتی ہے پروں سے تب نکل
جلکے وہ ققنوس جب ہوتا ہے خاک
کیا ہے قدرت حقکی اب لے دیکھ تو
حال سے ققنوس کے تو کر بچار

اُستے پیدا کر دکھائے ہیں اثر
نا اسے جوڑا نہ بیٹھے سُن سبھی
دل منے اپنے سمجھ در حال جا کے
بیٹھتا ہی جا کے وہ لکڑیوں اوپر
نالۂ و دل سوز کرتا رنگ سے
ہور ہیں سد چھوڑ گُلی بیخبر
جو جناور ہوئیں سُنکر بیقرار
ہو جائیں کیتے مرگ ماری لگ ملک
لئی اپسکی زندگی سے ہوویں تنگ
نالۂ خونریز کے نالے بہائے
جھاڑتا ہی بال و پر اپنے ولیس
کول سے ہوتی ہیں لکڑیاں بعد جل
خاک سے پھر یک بچا ہوتا ہے یاں
جو بچا پیدا ہوتا اُس خاک سوں
بعدزاں کر عمر اپنی کا شمار

ایکلا وہ زندگانی کیوں کیا ‌ ‌ ‌ کس طرح بے جفت وہ بچہ دیا

اس دنیا میں زندگی پایا جلگ ‌ ‌ ‌ نیں رکھا کس حال میں کس سے پلگ

عاقبت لو آ پہنچی جب اسکی اجل ‌ ‌ ‌ مر گیا یکبارگی آتش میں جل

تو بھی کتیں دن لگ جیا تو کیا ہوا ‌ ‌ ‌ زندگی کتیں کیا تو کیا ہوا

ایک دن مرنا ہو اسکو ضرور ‌ ‌ ‌ نا سمجھنا موت کو آپس سے دور

موت گرچہ سخت نا محبوب ہے ‌ ‌ ‌ سرکشونکو نرم کرتی خوب ہے

حکایت گریستن پسر بر جنازہ پدر

کوئی چلا تھا باپ کی تابوت سے ‌ ‌ ‌ بات کہتا راہ میں تھا باپ سے

جو اسکی عمر میں اس بھانت روز ‌ ‌ ‌ نیں نظر آیا مجھے پر درد و سوز

پس کہا کوئی مرد صوفی رہ گذر ‌ ‌ ‌ کیا ہی یہہ غم جو تو دیکھا ای پسر

گر یہہ مردہ جیلے اٹھتا تو تجھے ‌ ‌ ‌ اسپہ جو گذرا سو وہ کہتا بجھے

ای دنیا کے رنج اور غمکا ہلاک ‌ ‌ ‌ یوں ہی ہوگا دل تیرا غم سے ہلاک

اس جہاں میں گر تجھے ہی تخت و تاج ‌ ‌ ‌ جائیگا سب چھوڑ یکدن لا علاج

کیا ہی تیرا حال کہہ اسوقت سو ‌ ‌ ‌ جواب بولا وہ کہ اب پوچھو نکو

حکایت یکی پادشاہ درحالت نزع

پس خلیفہ کی ہوئی جب چل چلی — پس کسی نے پوچھا کہ اے شاہِ جلی

کیا ہے تیرا حال کہہ اس وقت سو — شاہ بولا مجکو پوچھو تم نہ کو

عمر گئی بیفائدہ میری تمام — اب ملونگا خاک سے جاؤ السلام

ٹل گیا سب پادشاہی کا بہار — پت جھڑ ایسے آلگا ہے کاروبار

جن کے سب عالم اتھا فرمان میں — ہو گئے ہیں وے فنا یک آن میں

وے زمیں کے پیٹ میں جا کر سوئے — ہستی و ہستی اپسکی کھوے کے

یوں ہی مرنیکو ہمیں سب آئے ہیں — آس سے جینے کی جب جیو لائے ہیں

کیا بلا کی رہ یہہ مشکل ہوا — گو اوّل جسکا اُس منزل ہوا

موت کے تلخی کی گر ہووے خبر — جان شیریں ہو رہے زیر و زبر

حکایت حضرت عیسی کہ آب نوشیدہ بود از چشمہ

کہیں پیا عیسی نے کس چشمے سے نیر — سر و شیریں صاف تھا وہ بینظیر

پھر کئی خم بھر کہ پانی وہ لیا — ایکدن اُسکو مسیحا نے پیا

دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ہے تلخ تر — حضرت عیسی پہ ہوئی حیرت اثر

پس کہے یارب کہ آیا ہی عجب — یہہ ہے تلخ و وہاں تھا شیریں کیا عجب

راز اسکا کر تو میرے پر عیاں — نیں تجھے پوشیدہ اسرار نہاں

تب خدا کے حکم سے حم یوں کہی — میں ہوں نائی ایک سن اپنا کہی

مجکو اس چرخ فلک گردوں تلے — کئیں وضع گردش دیئے ہیں لاکھہ بار

لب کئے کوزہ کبھی خم کب سبو — کئیں جنس کرتے ہیں مجکو بھانت بھانت

موت کی تلخی کبھو جاتی نہیں — بھی کرینگے لاکھہ باری جو کہیں

وہ میری تلخی سے بھی ناچار کب — نبر میرا اس سب ہی تلخ لب

یاد رکھہ ای ہوش ور تو بات یہہ — بھول مت جا بات تو غفلت سے یہہ

لم اِس کو کرنہ تو خوبی پہچان — راز اپنا ڈھونڈھ لے جان تک سے جا

کر پیچھانا تو نہ جیو ہی جب تلک — کیا پیچھانیگا ہوا جب جیو الگ

نا تجھے کچھہ ہوشیار یہاں خبر — نا موئے پس کچھہ رہے جیو کا اثر

کئی ہزاراں سو ہیں پردے درمیاں — کیو پہچانیگا اسکو ای فلاں

حکایت حکیم بقراط چون اورا پیش آمد و پرسید شاگرد اورا

جان جب بقراط کا جانے لگا — وقت آخر کا نزدیک آنے لگا

تب کیا شاگرد نے اسنے سوال — کاں تجھے رکھنا سو مجسے بول حال

کیا کفن دیویں تجھے اور کیوں نہلائیں — کہاں رکھیں کس خاک میں اور کیوں بنائیں

پس کہا بقراط نے اسکو وہیں — جب موا تو پائیگا رکھہ ہر کہیں

میں تو

مٙیں تو جیوتے جیو نہ پایا آپ کو
اب جو آیا ہی مجھے وقت گذر

مر گیئے پر پاوئیگا کیا مجکو تو
جاؤنگا میں کہاں سو مجکو نیں خبر

حکایت سوال کردن پنچھی یازدہم

گیارھواں آیا پنکھیرو نامراد
غم رہا ہوں دیکھتا سارا جنم
بولتے آیا ہنیں غم کا بیاں
کیا کروں جو دل ہی پُر خوں اے رضا

پس کہا میں نیں ہوا کب بامراد
دل خوشی پایا نہیں کب ایکدم
خون دل ہوتا ہی انکھیوں سے رواں
کیوں رکھوں چلنے پہ دلمیں کس رضا

حکایت جواب دادن ہدہد

پس کہا ہدہد نے ای غمگیں دکھی
اس جہانمیں نامرادی اور مراد
نا اسے ٹھارا ہی نا اسکو قرار
پس گذر جاتی خوشی یک تل منے
جوں گذرتا ہی جہاں تو بھی گذر
نا رہے جو چیز دنیا میں مدام

کون ہی سب عمر دنیا میں سکھی
جای یک پلمیں گذر کر جونکہ باد
عارفوں نکو نیں ہی اسپو اعتبار
تو نہ رکھہ وسواس اسکا دل منے
دل نہ بندا ستے اور نہ تو ارمان کر
آرزو اس چیز کا ہیگا حرام

حکایت مرد عارف کہ در تمام عمر شربت نخوردہ بود

ایک عابد تھا بڑا کوئی نیک خو　　نئیں کیا کب آرزو شربت کی وو

اُسکو پوچھا کوئی ای مقبول رب　　نئیں تجھے شربت کے رغبت کیا سبب

پس کہا کیا پیوں شربت کی گھڑی　　موت سر پر جیو لینے کو کھڑی

جب ہوا اثبا موکل سر اوپر　　نئیں وہ شربت زہر سے ہی تلخ تر

کیا ہی شربت جیبکا یک تل سو فر　　اسکو کھا کر جانتا جیو کی مراد

نامراد ایسے بھی ایک وسواس ہے　　جب عبث وسواس کی کیا آس ہے

رنج و راحت نا رہے کس پر مدام　　جائیں دونوں بھی گذر کر والسلام

گر تجھے کچھ رنج یا زاری رہے　　وہ تجھے عزت ہی نا خواری رہے

انبیا پر آئی ہی جو کچھ بلا　　کیا ہی اس آگے بلا سے کربلا

وہ بلائیں انبیوں پر بے خطا　　حقتعالی سے ہویاں مخفی عطا

کل بلائیں راہ میں مولا کی سب　　جو سینہ میں آنچہ ہی ای بو العجب

یہاں جو کچھ کرتا ہے تجھیر درد و رنج　　وہ سمجھ کر دیکھ تو ہی عین گنج

خواب میں دیکھے جو کوئی روتا اپس　　اُسکو ہی تعبیر خوشحالی سے بس

دیکھتا جو تو رہا ہی سب جنم　　دمبدم حق کی عنایت اور کرم

سو تجھے کس وقت یاد آتا ہنئیں　　ایک دکھ مجھ سے سہا جاتا ہنئیں

پس یہہ تیری کس رضا کی دوستی　　دلمیں اپنے کچھہ سمجھہ ای پوستی

حکایت یکی پادشاہ کہ نوکر خود را بار دادہ بود

ایک نوکر کو دیا کوئی بادشاہ　　لطف سے کچھہ پھل کرم کی کر نگاہ

وہ سو اس لذت سے پھل کھانے لگا　　جب شہنشاہ دیکھہ پچھتانے لگا

پس کہا شہ اسکو ای روشن گہر　　دے مجھے بھی ایک ذرہ توڑ کر

یوں ہی وہ بھی توڑ کر آگے رکھا　　سخت تر کڑوا لگا جوں شہ چکھا

پس کہا شہ نے ایسی تلخ چیز　　کس رضا کھاتا تھا تو ای عزیز

بعد ازاں چاکر ادب لا کر بجا　　عرض کیتا یوں کہ ای فرماں روا

میں جو تیرے فضل سے نت دم بدم　　نعمتاں کھاتا رہا ہوں سب جنم

اج اگر یک چیز کھایا تلخ تو　　کیا ہوا میٹھا ہی مجکو اسے او

جو تو دیوے مجکو اپنے ہاتھ سے　　سو مجھے میٹھی لگی تو بات سے

ای بندے گر تجکو بھی کچھہ ہووے رنج　　جان اپکی حق منے تو اس کو گنج

یہاں تو سم تنکو بھی ای مرد ہست　　نعل گھوڑے نے لگائے ہیں الست

جنکو ہی اس راہ کی کچھہ معرفت　　جانتے ہیں رنج کو راحت مفت

سخت مرداں دیکھو اپنے جیو سے ہاتھ　　خون دل کھاتے ہیں روتیکے سنگات

حکایت شیخ ابوسعید مکی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ منتہا کو کہی کوئی پیرزن — کچھ سکھا مجکو خوشحالی کے بچن
جو کروں میں وردا اسکا روز و شب — تا مگر یہہ زنگ دل کا جا سب
نامرادی بسکہ دیکھی ہوں جنم — کب خوشی سے نیں رہی ہوں ایکدم
شیخ بولے تھے ہیں سب اپنی عمر — دل خوشی ڈھونڈھتا پھروں میں کدھر
نیں ملا اسکا مجھے ذرہ نشاں — کس دوا تجکو کہوں حق سے کہاں
گر خوشی ہی چاہتی ای پیرزن — یا سوتی ہی یا کہ پڑتی ہی وسن
خوشدلی تو نیں کبھی ایک پل بھر — تو دیوانی ہوکے پھرتی ہر کدھر
ہیں ہی جگیں جو تجھے درکار ہی — وو کہ دنیا میں ستا لاچار ہی

حکایت کسی را عقرب گزندہ بود

کسکے تیں کاٹا بچھوں تب زار زار — درد سے روتا اتھا وہ بیقرار
کوئی کہا اسکو کہ ہیں لو لو علاج — جا تو روتا بیٹھ ساری آج رات

سوال کردن مرغ دوازدہم

بارھواں آیا پنکھی کا ای رہنما — لیو ہی جو کوئی امر حق لا و بجا
حکم سے کرتا رہے طاعت مدام — تار کھے کب کچھ قبول درد کام

کیا نتیجا ہو لگا اُسکا سو بُول　　اِس گرہ مشکل کو میرے دلسے کھول

جواب دادن ہدہد او را

پس کہا ہدہد نے کیا خوش ہے سوال　　مرد کو اِس سے زیادہ نہیں کمال

امر حق لایا بجا و چھٹ پڑا　　مایۂ سختی سے جاں پہ لٹ پڑا

حکم سے طاعت اگر ہے ساعت ایک　　طاعت بے حکم ستی سالہ سے نیک

حکم جز حق کے جو کوئی طاعت کرے　　وہ کُتّے کی خصلتِ خاصیت دھرے

گر کتنا محنت کیا تو کیا ہوا　　کچھ اُسے حاصل نہیں غیر از جفا

حکم حق کے سے جو کوئی طاعت کیا　　اجر اُسکا ایک جہاں بھر کر لیا

حق نے جو فرمایا وہ لانا بجا　　کچھ نہیں اپنا تصرف یہاں روا

حکایت پادشاہ کہ شہر را از آراستن حکم فرمودہ و خود در میان نشر آمدن

کوئی چلا تھا پادشہ اپنے نگر　　حکم فرمایا رکھیں رستے سنوار

پس ہزاراں لوگ ہر یک جا بجا　　حکم تھا جو شاہ کا لائے بجا

چوک اور بازار اور رستے سنوار　　زیب و زینت سے کیا رشک بہار

اطلس و زربفت دیبا سے نگار　　سب دوکانوں کو کیا واں زرنگار

دُرّ و گوہر لا رکھے تھے جا بجا　　مشک و عنبر سے کیا تھا خوش ہوا

سیر کرتا شاہ جب آیا وہاں / یہہ تماشا کچھ عجب پایا وہاں

شہر اپنا دیکھکر آراستہ / چوک اور بازار ہر یک راستہ

قیدیاں جو تھے بندیخانہ منے / سو نہ تھا کچھ نقد جاں بن ان کنے

کوئی کٹا یا سر کوا اور کوئی پانو ہاتھ / پس رکھے دوکاں پہ عضو سب ساتھ

سیر کرتا شاہ جب آیا وہاں / پر جس جگہہ تھے بندیاں وے خون چکاں

وہاں اتر گھوڑے سے شہ سبکو بلائی / لطف سے منہہ ہاتھ ہر یک کے دھلائی

سب کو خلعت اور نعمت سے نواز / خاص کے بندو منیں کیتا سرفراز

بعد ازاں شہ کو پوچھا کوئی رازدار / پس سب اترا تو یہاں ای شہریار

شہر اپنا دیکھکر آراستہ / چوک اور بازار ہر یک راستہ

اطلس و زربفت دیبا سے سنوار / سب دوکانوں کو کیئے ہیں زرنگار

گوہر و زر لار رکھے ہیں جا بجا / مشک و عنبر سے کیئے ہیں خوشبو

پس تماشے پر نہ کی شہ نے نظر / اس بندیخانہ پہ کیوں آیا اتر

یہاں تو آئے بن تماشا کچھ نہیں / جو پڑا ہے سر کہیں اور دھر کہیں

کوئی لنگڑا کوئی لولا ہے نہ کام / شاہ کے لائق نہیں ہے یہہ مقام

پس کہا شاہ بات سبکی اور ہے / سب منے بہروپیوں کا طور ہے

تم نے ہر یک زیب اور زینت کے ساتھ | شان دکھلائی ہی ہر وجہ الصفات

گر نہ کرتا حکم میرا یہاں گذر | کب جُدا تن سے ہوتا تن سے سر

کام کیتے ہین بچارے بندیاں | کر گئے ہیں جان اور تن کا زیان

حکم میرا میں یہاں دیکھا رواں | تب اور تر کر میں کھڑا ہوں اس مکان

خلق نے دیکھا کہ اپنا عزو ناز | حکمت فن سے ہوئے ہیں حیلہ ساز

یہہ بچارے تو ہیں سرگردان سب | حکم اور فرمان میں حیران سب

کوئی کیا ہی ہیں اپنا نقد جاں | گم کیا کوئی ہاتھ ایک اور کئی پایان

حکم کے ہیں سب غریباں انتظار | تا کہ چل کر جائیں سو لیکے تلھار

یہہ بندیخانہ مجھے گلشن دیا | لُطف میرا اُن سبھوں کو ہی دیا

بندگی سے حکم پر چلنا بھلا | حکم سے یک موئی نا ٹلنا بھلا

حکایت شیخ قطب عالم بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

قطب عالم با برکت نا مدار | خواب دیکھا اس وضع سے ایک بار

جو آئیں اور ترمذی اور بایزید | راہ سے جاتے ہیں با گفت و شنید

پس کئیے دونوں نے مجکو پیشوا | میں بھی اُنکے حکم سے آگے ہوا

بعد ازاں ہوشیار ہو کیتے بچار | جو دئے کیوں وہ بزرگاں مجھ وقار

نادسی تعبیر اُسکی کچھ مگر — آہ بیخود ہو گیا تھا یک سحر

سو جد رقت ہو کہ رہ گا آہ او — لیکے پہونچا یا مجھے درگاہ اُو

جب ہوا درگاہ سے میں فتحیاب — غیب سے آیا مجھے تب یو خطاب

جو جتنے ہیں درجہاں پیر و مرید — سب منگے ہیں مجہ سے لیکن بایزید

نیں منگا وُہ مجسے کچھ میرے بغیر — مطلب اُسکا مَیں ہی تھا باقی سو خیر

جب سُنا اُس رات کو میں یہہ خطاب — پس کہا نہ یہہ نہ وہ مجکو صواب

کیا رہا جو میں ابھی تجسے منگوں — رنگ سے خواہش کے اپنا دل رنگوں

کیا منگوں تجسے جو مجکو در ونیں — گر منگوں تجسے تجھے تو دور نیں

خلم تیرا بس ہے مجکو مانگنا — خوب ہے فرما نمیں رہتے پنا

جب کیا یہہ حرف میرے دل میں جا — تب کئے مجکو بزرگاں پیشوا

ہوی جب گر یہہ بندا فرما نیں — مہر اسکی ہو رہیا نکی جا نمیں

بندگی حاصل نہیں ہے لاف سے — بندہ ہونا اعتقاد صاف سے

بندگی او ہے جو آزمایش میں آئے — او نشانی بندگی کی پائی جائے

بندگی ہے سربسر افکندگی — مار ہے افکندگی میں بندگی

جب ہوا بندا تو حرمت کرجتن — راہ سے حرمت کی عزت کرجتن

جو کرسا

جو کرے ٹک سا بدا بے حرمتی | حق دیکھاتا ہی اُسے بے عزتی

حکایت خلعت دادن بندہ را باذن پادشاہ

کس بندیکو شاہ نے خلعت دیا | یہن خلعت گھر کو وُہ راہی ہوا
ناگہاں کیتیں منہہ پہ بیٹھی گرد خاک | او کیا آستیں سے خلعت کے پاک
بات یہہ جا کر کہا کوئی شاہ کو | شہ نے فرمایا کہ اِس گمراہ کو
تیرت سولی دیو اسے ناکر درنگ | جو رکھا نیں وُہ میرا ناموس ننگ
تاکہ جگمیں خلق کو عبرت رہے | یہہ سزا اُسکی جو بے حرمت رہے

سوال مرغ سیزدہم در حضور ہدہد

تیرھواں آیا پنکھی سو بید رنگ | خرچ کو میرے نہیں ہی کچھہ ادنگ
جو میرے ہاتھہ آئے سو خرچوں تمام | جمع کرنا ہی مجھے مطلق حرام
جس گھڑی جو آئی سو پھر کرنیائی | مین کیتے لگ خرچ دلمیں کد خدائی
نقد تو کچھہ نیں کیا جاتا جتن | ہاتھہ کولتا ہی بیچھوں کی زمن

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ یہہ تو خوش دسے | خوئی یہہ ہوتی ہی اکثر کم کسے
یہہ جواں مردیکی خصلت ہی تمام | سربسر ہی پاکبازوں کا یہہ کام

راہ میں مولا کی جو کچھ ہی سو دے — بعد زاں اُسکا نفع تو دیکھ لے
اس جہاں میں دل اپسکا سب سے توڑ — جو توٹا تو اُسکو پھر کر تو نہ جوڑ
دے جلا ایک آہ سے سب ایکبار — خاک میں جا بیٹھ ہو کر خاکسار
جب کریگا تو اپس کو اس رضا — ہوئیگی حاصل تجھے حق کی رضا
جب تلک گذرا نہیں سب چیز سے — نشہ کینے کیوں جائیگا دہلیز سے
ہاتھ اول سب سے تو کوتاہ کر — بعد زاں آگے تو قصد راہ کر
جب تلک تو نیں ہوا یوں پاکباز — کر سکیگا راہ تو کیونکہ ساز

جواب دادن پیر ترکستان گوید

کیا کہے ہیں پیر ترکستاں سخن — ہی مجھے بھی دوستی سے بے لگن
ایک گھوڑا اور دوسرا فرزند ہی — دل میرا دونو سے جا کے بند ہی
لائے جو فرزند میرے کی خبر — بخش دوں گھوڑا یہہ اُسکو شکر کر
بس کہ جب میں دیکھتا ہوں یہہ دو چیز — شب ہوس آتی ہی انکھیوں میں عزیز
شمع صاحب لگ نہیں کچھ سو سار — تو نہ کو کہلا اپس کو پاک باز
پاکباز کیا جو کوئی دعوی کرے — سب اپسکی آبرو برہم کرے
پیت پھر جب کھای روٹی پاکباز — غیب سے اُسپر پڑے غم جا گداز

حکایت شیخ ابوالحسن

حکایت شیخ ابوالحسن خرقانی رح

شیخ حسن خرقانی دلکو یو ہو — تھی مدت سے مچھلیو نکی آرزو

ایک دن مانگو انھو نکے مہر آئی — روز آدھی مچھی اُسکو لا کھلائے

ناگہانی از قضا ویسے منے — مار ڈا شیخ کا بیٹا کینے

پس لگے کہنے ملسے شیخ وہیں — نیں کیا تمکو سو سو بار میں

آرزو سے کھاؤ نیں جب کچھ طعام — خون دل کا مجکو بھر دیتے تمام

سخت مشکل آپری ہی مجپہ اب — نیں سمجھنا آئیگا بھی کیا سبب

گرچہ ہی میرے پہ سو سو غم پہ غم — میں اپس پر جانتا ہوں کم سے کم

کھینچتا ہی حق جسے اپنی طرف — راہ دیتا نیں زبانکی اُس طرف

لذتاں کرتا ہے سب اسپر حرام — دکھ منے رکھتا ہی نت اسکو مدام

کئیں ہزاراں عاشقانکے جیو تراں — اسکے خونریزی پہ ہوتے ہیں نثار

جب کرے دو چیز کا وو میزباں — امتحانکا بھیجتا ہی کارواں

عاشقاں یوں آرزو نت اُٹھ دھریں — جی اپسکے جیو کو قرباں کریں

حکایت ذاالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ذاالنون پیشوائی نامدار — نقل کرتے ہیں کہ ہیں کب ایکبار

کہیں بیاباں میں چلا تھا لیکے راہ | جب توکل پر خدا کے کر نگاہ
واں نظر آئے مجھے چالیس تن | خرقہ پوشان ہیں او بیجان لے کفن
عقل میری ہوش سے جاتی رہی | بہکہ شعلہ دل منے کھاتی رہی
پس کہا میں جیو مین ای پروردگار | دوستونکو کیوں کیا تو خوار و زار
تب دیا ہاتف نے مجکو یوں ندا | کام میرے یوں ہی ہیں ای مرد گدا
دوستونکو یوں ہی کر لیتا ہوں میں | پھر کے انکا خوں بہا لیتا ہوں میں
جب ملک ہی خوں بہا میرے کینے | مارتا ہوں دوستونکو پل منے
کیا ہی انکا خوں بہا میرا لقا | جس لقا سے پائینگے دائم بقا
روز محشر کو کرونگا سرفراز | دیونگا میں دیدار انکو دل نواز
آئینگے جس روز میرے روبرو | خوف سے اپنے رہینگے سرخرو
دیکھ میرا آفتاب ذوالجلال | محو ہو کر جائینگے سایہ مثال
ہوئیگا جو محو مجکو دیکھکر | نا رہیگی کچھ اُسے تنکی خبر
کچھ عجب ہی ای فلاں یہ محویت | نہیں کہی جاتی ہی جسکی کیفیت
خرچ کر یہاں سر کو اور اسرار دیکھ | خود سے کم تا ہو اور خدا سا یار دیکھ

حکایت فرعون ملعون لوید

بات جاں بازیکی ہے سُن بیاں
جب گئے فرعون کے وے ساحراں

خوف کچھ فرعون کا دلمیں نہ لا
یوں ہی بولے حق ہے موسیٰ کا خدا

کیا ہی وُہ دولت جو وے حاصل کئے
جیو اپنا دیکے وے ایماں لئے

ایک قدم رکھ دین کے میدان میں
اس جہاں سے گئے نکل یک آن میں

رفت آمد اس سے بہتر ہی کہاں
جانتے ہیں یہہ مراتب عاشقاں

سوال کردن مرغ چہاردہم

چودھواں پنچھی کہا ای با خبر
مرد کی ہمت کو ہے کچھ بھی اثر

گرچہ میں ظاہر میں ہوں پنچھی ضعیف
ہے مجھے ہمت حقیقت میں شریف

دوسری نیں گرچہ طاقت ہے مجھے
پر ترت پاوے بڑی ہمت مجھے

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ ای صاحب نفس
مرد کو دنیا میں ہمت ہے سو بس

کیا ہے تمکو میں کہوں ہمت بلند
مطلب عالی کو ہے تیرے کمند

مدعا کی تن پہ ہمت سیں ہے
عشق کے جذبہ کو مقناطیس ہے

جسکو ہمت پر ہو وے گی دسترس
ہاتھ آیا ہے اُسے سمجھو پرس

حکایت یوسف را بردن ودر بازار مصر فروختن

جس گھڑی بازار میں یوسف کو لائے
کوئی تو اُنکو وزن سے پانچہ بار
کوئی تو برابر اسکے زر دینے لگا
اِکھڑی اتسی میں وہاں یک پیرزن
لیکے آئی ایک تا نا سوت کا
پس کہی دلال کو یہہ سوت لے
بعدزاں ہنس کر کہا دلال وو
کہاں یہہ زر کا گنج کہاں تیرا یہہ سوت
پس لگی کہنے بوڑھی دلال سے
لیکن اتنا بس مجھے دنیا میں پاؤں
پائے ہر کو جگ منے ہمت سے نام
دیکھہ ہمت بلخ کے سلطان کی
چھوڑ کر یک پلمیں ہو سب سے جدا
پاک ہمت ہو جو اسکی راہ پر
انکھیاں خورشید سے لایا نہ جھ

مصر کے لوگاں خریداری کو آئے
شوق سے دینے لگے مُشک تتار
کوئی جواہر اور گکر دینے لگا
تن سوں چرخہ سر سوں کالے کے نمن
وو سوما یا ترت اُسکے قوت کا
بیچتا ہی تو مجھے یوسف کو دے
تو سو کیا اور کیا تیرا اتا ماہی یُو
تو دیوانی ہوئی کیا لاگا ہے بھوت
جانتی میں بھی ہوں اپنی ذات سے
جو خریدار و میں یوسف کے کہلاؤں
راہ میں مولا کی ہمت آئی کام
کِس وضع کی سلطنت کس شاں نکی
کیوں لیا مردوں نمن راہ خُدا
اس نجس دنیا پہ نیں کرنا نظر
کب نظر میں لائیگا ذرہ کو وو

حکایت نالیدن درویش و جواب دادن او ابراہیم ادہم

کوئی درویشی سے تھا نالاں فقیر
دیکھکر سلطان ادہم اُسکی دھیر

لطف سے کہنے لگے ای بیخبر
مُفت درویشی ملی ہی تجہ مگر

ہنس کے بولا وہ گدائے مُبتلا
مول بکتی ہی فقیری کیا بھلا

بعد ازاں سلطاں کہے ای بدمزاج
میں تو اپنا ملک و مال و تخت و تاج

آرزو سے دیکے درویشی لیا
سو سمجھتا ہوں کہ میں کچھہ نئیں دیا

قدر درویشی کی ہی میرے نزدیک
کیا تجھے معلوم ای مرد رکیک

اہل ہمت جیو کو کرتے فدا
درد سے محفوظ رہتے ہیں سدا

دین و دنیا سے وے جاتے ہیں گذر
دمبدم اُن کا قدم ہی پیشتر

گر تجھے اس راہ میں ہمت نہیں
پس تیری قسمت میں یہہ نعمت نہیں

حکایت شیخ غوری با بادشاہ سنجری مناظرہ کرد

شیخ غوری شہر سے جا ایکبار
مل کے دیوانوں میں بیٹھے یک کنار

از قضا سنجر بھی نکلا جا وہاں
شاہ پوچھا کون بیٹھے ہیں یہاں

شیخ بولے ہیں ہمیں بے پا و سر
بے خبر دنیا سے حق سے باخبر

گر تو ہوتا ہی ہمارا دوست دار
کھینچ لیتے ہیں تجھے دنیا سے بہار

اور ہماری دشمنی گر ہی تجھے | دین سے دکھلائیں خارج کر تجھے
دوست ہی تو آ ہمارا ہو رفیق | ہی اگر دشمن تو لے اپنا طریق
پس کہا سنجر نے انکو مجکو تم | میں یہہ دو باتوں منے ہوتا ہوں گم
نا تمھارا دوست ہو سکتا ہوں میں | نا تمھاری دشمنی رکھتا ہوں میں
نا تمن سے فخر ہی نا مجکو ننگ | نا تمن سے صلح رکھتا ہوں نہ جنگ
میں ابھی جاتا ہوں تم خوش بو رہا | نا مجھے تم یہہ کہو نا وُو کہو
کیا ہی ہمت نے پتہ کھیرو سر بسر | دمبدم پرواز جسکا تیز و تر
سیر اسکا عالم ہستی سے بہار | حالت ہوشیاری مستی سے بہار

حکایت مرد دیوانہ کہ بہ شب زاری میکرد

یک دیوانا تھا اتکو رو رو کے زار | بولتا تھا یہہ جو کیا ہی روزگار
یک پتارا ہی کہ جس میں ہم تمام | پھر پھرا آتے ہیں کے جوں چڑیاں مدام
موجب بے سر سُوں ستے سر لوپش کا ر | جسکو پر ھی جائے اور دو بازو کو جھا
اور نہیں جسکے پروں سو پر رہے | پس پتار میں جفا کے از رہے
گر تجھے بھی ہوئینگے ہمت کے پر | جائیگا اس قید سے پرواز کر
بند ہی تو اس پتار میں جلگ | کر اپسکے بال و پر پیدا تلک

نیں تو بال و پر جلاوے تو بھی جل
تا کہ سب سے جا کے پہونچیگا اول

حکایت مرد عاشق با شبرک

کوئی کہا شبرک کو ای بد روزگار
کیوں نہیں دنکو نکلتا گھر سے بار

تا نظر آوے اوجالا روز کا
منہہ دیکھاوے سور جگ افروز کا

اس اندھار یمیں رہیگا کب تلک
گھر کے کھنو نمیں چھپیگا کب تلک

ویس تیرا سبے بد تر ہی سیاہ
رین ہی تیرے پہ ظلم و آہ آہ

گر تو دیکھیگا جو مکھڑا سور کا
پائیگا انکھیو نمیں حصہ نور کا

آ ادہر تو دیکھ شمس موج زن
کب تلک تو بیٹھتا کرکے وطن

پس کہا شبرک اسے ای بیخبر
کیا مجھے کام آئیگا سورج و چندر

سور کا مجکو دیکھانا ہی سولون
سور تو نور حقیقی سے ہی دور

زرد رو پھرتا ہی ماتم بھیس کر
تا کنا پھرتا ہی نت اٹھہ در بدر

شام کو خوں میں شفق کے ہو لال
چھپ رہے ساری رین جا کر بتال

ایکدن ہو جائیگا وہ بھی سیاہ
تا کرے اسکی طرفکو کوئی نگاہ

روز میرا در حقیقت ہی رین
دیکھنے جسکے ٹھنڈے ہوویں نین

عاشقوں پر جلوہ گر جب ہوئے رات
دیکھتے ہیں آفتاب نور ذات

اشکارا آہووے جب وہ آفتاب — خلق ساری ہورہی مشغول خواب

پرتو نیسے اُسکے شرما کر یہہ سور — چھپ رہے مغرب کی گو دینیں ضرور

جسکو بیداری رہے میرے نمن — وسنے آوے آفتاب اُسکے نین

تجکو گر پھر دیکھنے کی ہے ہوس — سو نہ تو غفلت سے ہرگز یک نفس

ہے مجھے جو شب کی بیداری یہہ جت — گرد اُس خورشید کے پھرتے ہوں نت

دیکھتی ہوں جب میں خورشید مجاز — چھپ رہتی ہوں گھر میں اپنے ہو براز

جسکے تئیں ہے نقد خورشید اللہ — وو کسے آتا نہیں ہرگز نگاہ

گر تجھے ہمت ہے بازونکے نمن — ہاتھ پر شاہانکے ہوں تیرا وطن

ہے اگر میرے منن ہمت نہیں — کسکے نظرو نیں تجھے حرمت نہیں

جسکو ہمت ہوئیگی سو مرد ہے — وو لو صورت گندگی سے فرد ہے

سوال مرغ پانزدہم

پس پوچھا پنکھی بیندر ولا باصفا — کیوں ہے اِس درگہ میں انصاف وفا

طبع میں میری جو سم انصاف ہے — ہو فانی سے بھی سینہ صاف ہے

ہوئیگی جسکی طبیعت اِس وضا — کیا جزا اُسکا ہوویگا کس رضا

جواب دادن ہدہد اورا

پس دیا

پس دیا ہدہدنے اُسکا یوں جواب ۔ سب سے ہے انصاف کی خصلت ثواب

کیا کہوں انصاف کی میں تجھسے بات ۔ ہے یہی انصاف سلطانی صفات

تجھسے گر ہو آئیگا انصاف ایک ۔ عمر کے روزے نماز و سے ہے نیک

دلمیں انصاف اپنے جو کرے ۔ سب سے زیادہ وہ جواں مردی کرے

نا کرے انصاف جو کوئی آشکار ۔ باطن اُسکا بیوفائی سے ہے خوار

مرد نہیں انصاف جھنے کس کئے ۔ وہ سو منصف او بحق اپنے منے

حکایت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ

احمدِ حنبل اِمامِ روزگار ۔ کچھ نہیں جنکی فضیلت کا شمار

جب فراغت علم سے پاتے تھے وو ۔ تب بشر حافی کنے جاتے تھے وو

لوگ انکو منع کرتے خیر خواہ ۔ کیا سبب ہے بشر سے تمنا کو راہ

خلق عالم کے تمھیں ہو کر امام ۔ کیا تمھیں سر پا برہنہ سے ہے کام

پس کہے احمد کہ مجھکو بیشتر ۔ گرچہ ہے مسلہ مسائل کی خبر

علم حق میرلیے ہی انکو زیاد ۔ حقکی پہچانت میں ہیں وے اوستاد

جنکے دل میں اسطرح انصاف ہوئے ۔ کیوں نہ سینہ آرسی سے صاف ہوئے

انکے لو انصاف سے ہے بیخبر ۔ منصفی پر منصفوں کی کر نظر

حکایت اسیر شودن راجہ ہند و سلطان محمود مسلمان کردن اورا

ہندوانمیں کوئی تھا راجہ کھنبیر
کھنیں ہوا محمود سلطانکا اسیر

لیکے آئے جب اُسے محمود پاس
تب کیا دیں سے نبیکے روشناس

جب ہوا اسلام سے وہ آشنا
دل دو عالم سے کیا اپنا جدا

ایکلا جا کر کہیں گوشے کنار
رات دِن رونے لگا وہ زار زار

کچھہ نہ تھا اُسکو بغیر از سوز و آہ
روز اُسکا رات سے بدتر سیاہ

سوز و زاری جب گئی حد سے گذر
ہوئی بزاں محمود سلطاں کو خبر

پس بُلا راجا کو شاہِ نامدار
مہربانی سے کہا کیوں ہی تو زار

میں تجھے دیونگا ابھی کچھہ ملک و مال
جو تو یک ساعت میں ہوگا نہال

رو نہ تو اس طرح راجا کھنبیر
دکھہ منھ اپنا نہ کچھہ کا تو سر بسر

پس لگا کہنیکو راجہ شاہ کو
میں تو روتا نہیں ہوں ملک و مال کو

گریہ زاری ہی مجھے اسکے سبب
جب قیامت میں کہیگا مجکو رب

ای میرے بدعہد بندے بیوفا
تو کیا ہی کس طرح مجسے جفا

نیں کیا تو یاد میرا تب تلک
تجہ پہ نیں محمود آیا جب تلک

جب کیا لشکرکشی تیرے پہ او
آسرا میرا لیا ای زشت خو

بنی کی

نیں کیا تو یاد بن لشکر مجھے
دوست سمجھوں یا کہ دشمن تجھے

اس وفاداری منے ہی کیوں روا
کب تلک مجھسے وفا تجھسے جفا

اس طرح گر حق کرے مجھسے خطاب
کیونکہ دیوں اس بیوفائی کا جواب

ہی شرم ساری مجھے اس بات کی
سوز دن کا اور زاری رات کی

تو بھی ای درویش یوں دل ریش آ
راہ انصاف و وفا در پیش لا

ہی وفا تجکو تو عزم راہ کر
نیں تو ہاتھ اس بات سے کوتاہ کر

جو ہوا راہ وفاداری سے دور
ہی جواں مردی ہیں اسکی کچھ قصور

حکایت غازیان کہ با کافران جہاد کردہ بود

غازی و کافر ہوئے تھے جنگ ساز
آ لگا اپسے منے وقت نماز

پس رضا کافر سے غازی لیکے پھر
وے نماز اپنی لگے پڑھنے کو پھر

بعد ازاں کافر اپسکے وقت پر
لے رضا غازی سے جا اشنان کر

ہو کے اوندھا سر جھکا کر بت کنے
تب کہا غازی اپسکے دل منے

یہہ تو اوندھا ہو رہا ہی بے خبر
وقت فرصت کا مجھے ہی خوب تر

کھینچ کر شمشیر جب جانے لگا
ہاتف غیبی ندا اسکو دیا

کای جوان بیوفا بے اعتبار
خوب عہد اپنا دیکھا یا اسنوار

وہ جو تھا بیدین کافر بت پرست
تو مسلماں ہوکے بد عہدی پہ آ
دیکھ کافر کی بھلائی تھی سو کیوں
دو کیا نیکی تو کرتا ہے بدی
تھی وفا کافر سے اور تجکو اماں
ای مسلماں نامسلّم ہے تو کیوں
گر تجھے ہے عقل کے سودیمیں سود
سن یہہ غازی بات حیرت میں پڑا
کافر اُس کو دیکھکر حیران و زار
پس اُسے پوچھا کہ تو روتا سو کیوں
حق تعالیٰ نے کیا مجھ پر عتاب
سُنکہ اتنی بات کافر آشکار
پس کہا یارب کہ مجھ دشمن بدل
بیوفائی کیوں رکھوں اپنی روا
ای دریغا میں تو سب اپنی عمر

نیں کیا تیرے لیے عہد اپنا شکست
کیا کہا جاوے تجھے ای وائے وائے
تو جواں مردی نہ کر اِسسے یوں
نا ملیگی تجکو بھی نیکی کبھی
ہے ابھی تیرو وفاداری کہاں
کافروں نے عہد میں کم ہے تو کیوں
دیکھ جا مصحف میں اوفوا بالعہود
خوف سے دھوجا خجالت میں گرا
ہاتھ میں شمشیر ننگی آب دار
تب کہا غازی نے تیرے کاج یوں
بیوفا بیگا دیا مجکو خطاب
ایک نعرہ مار رویا زار زار
دوست کے احوال پر لایا خلل
لطف سے دیکھلا مجھے راہ ہدا
فضل سے تیرے رہا ہوں بخیر

اسو ضع کافر سے ہی جب فضل رب | پس نہ ہو تو بیوفا اور بے ادب
فضل گر کوئی روز تا طاس فلک | تجھ سے تیرے فعل بولے یک بیک

حکایت قحط سالی کنعان و آمدن برادران یوسف در مصر

قحط سے بھائی دیکھو یوسف کے جب | مصر میں کنعان سے آئے چلکے سب
قحط سالی کا لگے رونیکو دکھ | آب سے چشموں کے ہر ایک دھوکے مکھ
حضرت یوسف تو برقعہ منہہ پہ ڈال | تخت پر بیٹھے تھے با جاہ و جلال
پاس تھا ایک طاس اس طاس پہ | ہاتھ مارے تب اٹھا جھنکار کر
پس کہے بھائیونکو یوں ای یار ہو | کیا خبر یہہ طاس کہتا ہی سنو
بعد ازاں بولے وے یاران ناشناس | کیا سمجھ ہمکو یہہ کہتا کیا ہی طاس
تب کہے یوسف کہ میں لیوں پچھن | طاس جو کہتا ہی سو راز سخن
کوئی تمھارا بھائی تھا یوسف مگر | پاک صورت رشک خورشید و قمر
پھر کے مارا طاس پر یوسف نے ہاتھ | پس کہے یہہ طاس یوں کہتا ہی بات
جو تمھیں اس بھائیکو صد آہ آہ | جھونک والے ہیں کوئیں بیگناہ
پیرہن اسکا رنگا پھر خون سے | گرگ نے کھایا کہے یعقوب سے
بار دیگر طاس کو یوسف بجا | طاس کہتا ہی سنو پھر اسو ٹھا

بیچہ ڈالے بعد اُسکے بھائی کو ‌ ‌ ‌ جھوٹ بولے بات پھر یعقوب کو

کوئی کافر بھی کرے نیں اس وضا ‌ ‌ ‌ جو کیئے ہو بھائی سے تم جس ضا

یہہ سخن سنکر وے حیراں تب ہوئے ‌ ‌ ‌ گئیے تھے روتی کو سو گل پانی ہوئے

تب تو بیچی تھی مُفت یوسف کی ذات ‌ ‌ ‌ اب آئیں بیچے گئیے حسرت کے سات

جُوں کو یمیں ڈال اُس آئے سبھی ‌ ‌ ‌ آپڑے ہیں وے کو یمیں یوں ابھی

کیا وہ اندھا ہی جو سُنکر یہہ قضا ‌ ‌ ‌ دلمنے غیرت سے نا لیوے حیا

کیا کہوں میں تجکو خوبی کی نظر ‌ ‌ ‌ یہہ قصا تیرا ہی سُن ای بیخبر

بیوفائیکا جو تو کرتا ہے کام ‌ ‌ ‌ آئیگا تیرے ہی آگے وُہ تمام

عمر کے جب طاس پر مارینگے ہاتھ ‌ ‌ ‌ دِسنے آویگی تجھے ہر ایک بات

صبر کرنا خواب سے تجکو جگائیں ‌ ‌ ‌ کام نالائق تیرے تجکو بتائیں

عمر کا بجنے لگے گا طاس جب ‌ ‌ ‌ دِسنے آوینگے تیرے افعال تب

ہوش ہی تو عاقبت کا کر بچار ‌ ‌ ‌ نیں تو آخر طاس بولیگا پکار

حکایت در سوال مرغ شانزدہم و در گستاخی کردن او

سو لھواں پنکھی سوا گر یوں کہا ‌ ‌ ‌ ہی کچھ اِس درگہ میں گستاخی روا

جو کرے گُستاخ ہو کر بات کو ‌ ‌ ‌ کس طرح اسکی جزا مجھے کہو

حکایت جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ جو ہی اہل راز / قرب سے حق کے ہی دایم سرفراز

گر او گستاخی کرے تو سہل ہی / محرمیت کے سبب وہ اہل ہی

جسکو ہی معلوم حرمت اور ادب / وہ جو گستاخی کرے تو نہیں عجب

تا کہ ہر یک بے ادب جا کر لغز / قرب کے دستور سے ہی بے ادب

وہ جو گستاخی کرے خاصونکے سا / جان اور ایمان گنواوے ایکبا

ناز محبوباں کریں تو کیا عجب / جو دیوانے ہیں محبت کے او سب

وہ جو گستاخی کرے تو خوش دسے / بات دیوانے کی سن ہر کوئی ہنسے

وے سلامت ہیں ملامت سے مدام / کوئی خاطر لاوے نہیں انکا کلام

تو بھی دیوانہ ہی تو گستاخ ہو / بار کوں دیوانگی کی شاخ ہو

حکایت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ

کہیں جنگل میں بایزید نامور / جا کے بیٹھے تھے کہیں زیر شجر

مست بیٹھے تھے دو جگ سے بیخبر / سر پہ ٹوپی اور گودری اور ٹھکر

غیب سے ویسے میں آیا یہہ ندا / بیچتا ہی اپنی ٹوپی ای گدا

پس کہے گستاخ ہو کر بایزید / تو یہہ ٹوپی کرکے سکتا ہی خرید

کیا ہی تیرے پاس جز دنیا و دین | میں تو اتنے پر نہ دوں تو بی یقین
بھی ہووے اِسّے زیادہ وہ بھی لا | نیں تو چپ کر بیٹھ اپنے ٹھار جا
بھی ندا آیا کہ بس ای بایزید | کر نہ گستاخی ازیں اوُر تو مزید
نیں تو عالم کو کہونگا ایک بار | وے کریں سب ملکے تجکو سنگسار
بایزید اسکا دیا یوں پھر جواب | تو بھی بس کر ای خدای مستطاب
نیں تو کر دیتا ہوں تیرا فضل فاش | تا عبادت کی کرے نیں کوئی تلاش
ہیں جو کوئی درگاہ حقکے رازدار | انکو گستاخی ہووے یوں سازوار

حکایت مجذوب کہ گستاخی کردہ بود

آپڑا تھا مصر میں کہیں قحط سال | خلق عالم کو ہوا جینا محال
جا بجا مردونکے پڑتے تھے دھکار | نیم جاں مردو لنسے کرتے تھے اوچال
ایک دیوانہ اسو ضع کا دیکھ حال | پس کہا گستاخ ہوای ذوالجلال
رزق دینے کی تجھے گر نہیں سکت | کاہیکو پیدا کیا ہی یہہ جگت
جن کو ہو اس بھانت گستاخی کی راہ | ہو سکیں اپنی خطا کے عذر خواہ
جو نکالیں منہہ سے گر وے بات کج | عذر کر سکتے ہیں خوبی سے سمجھ

حکایت گستاخی کردہ جناب کبریا کسے دیوانہ

یک دِوانہ شہر کے طفلوں سے ڈر | مارتے تھے اسکو پتھر اور کنکر

جا چھپا گھر کے اندر ہار بیٹھ کہیں | پس لگیں کاراں برسنے کو وہیں

از قضا تھا گھر کو کہیں روزن کدھر | وہاں سنے آئے بجلی سیس پر

بچہ نے سمجھا کوئی پتھر مارا ایس | لگا لیا ای دینے لگا لا گھونس توس

بعد ازاں بارا چھوٹا سو بھر آت | کھل پڑی گھر کے دروازیکی بات

روشنائیکا ہوا پر لو عیاں | بیچہ دیکھا کوئی نہیں ہی طفلاں

غیب سے آکر لگی ہی سر پہ کار | اُس سے دیوانا ہوا کہیں شرمسار

پس کہا یا رب اندھاریمیں تجھے | میں جو کچھ بولا نہ سمجھا تھا تجھے

گر دوانہ ہو کے جو میں تجہ کہا | تو نہیں کر دور میرے سیں مَیا

میں تو مطلق مست لایعقل اتھا | بیقرار و بیکس و بیدل اتھا

عمر میری گئی سو ناکامی منے | دمبدم بیعقلی و خامی منے

تو زباں طعنہ کی مجھسے دور رکھ | عاشق و دیوانہ کو معذور رکھ

جان لے میرےکو معذوروں منے | گن مجھے بھی ایک بے توروں منے

سوال کردن مرغ ہفدہم ۱۷

ستروان پنکھی کہا جی ہی تلک | عشقکی بس میں پڑا ہوں ہیں ملک

کام میرا عشق سے ہی ہم نفس
سر کو میرے عشق سودا ہے بس

عشق نے جب سے کیا سروا مجھے
نئیں رکھا کچھ جیو کا پروا مجھے

وقت ہی جواب کروں جیو کو نثار
تا کہ جا دیکھوں جمال روئے یار

دیکھکر انکھیونکو مئیں روشن کروں
داغ دل کو ایکدم گلشن کروں

جواب دادن ہدہد آنمرغ را

پس کہا ہدہد نے تو نئیں مار لاف
نا ملیگا لاف سے سیمرغ قاف

لاف دعوی عشق کا ہرگز نہ کر
عشق دونو بات سے ہی دور تر

گر تجھے دولت مددگاری کرے
فضل اور توفیق سب یاری کرے

کھینچ کر اپس طرف تجکو لیجائے
ایکلا خلوت منے اپنی بلائے

تب تیرا یہہ لاف دعوا خوش دسے
بات تیری صدق آوے ہر کسے

جب تلک اُسکی نہیں تجکو کشش
تو کیا کوشش تو کیا اسکی روش

حکایت کسے از بایزید پرسید کہ منکر و نکیر در گور چگونہ سوال کرد

چھوٹ گئے دنیا کو جدم بایزید
خواب میں دیکھا اونہونکو کوئی مرید

بعد ازاں پوچھا کہ ای پیر کبیر
کیا تمھارے سے کہے منکر نکیر

شیخ بولے جب مجھے وُنے نامدار
کون ہی پوچھے ترا پروردگار

میں کہا ۔

میں کہا یہہ مت کرو مجھ سے سوال ہی عجب میرا تمھارا قیل و قال
جو کہوں سو وہ خدا میرا ہی بس یہہ سخن وستا ہی جب جیو کا ہوس
جاؤ تم پوچھو خدا سے پھر کے وہیں جو مجھے بندا سمجھتا ہی کہ نہیں
جانتا ہی گر مجھے وہ بندہ کر پس بندا تحقیق ہو نہیں نامور
اور جو بندو میں نہیں گنتا مجھے پس کھلانا بندہ نیں بنتا مجھے
جس بندیسے نیں ہی صاحب آشنا وہ اگر بندہ کہلایا جب تو کیا
گرچہ نیں ہوں بندگی سے میں جدا لیکہ بندا کر کے جانے جب خدا
ای بندے جب تجبہ وہ عاشق ہوا عشق اسکا تب تجھے لائق ہوا
وہ اگر تجکو کرے اپنے سے یاد ہی روا تجکو جو ہووے شاد شاد
اصل میں اسکی کشش در کار ہی نیں تو کوشش تیری سب بیکار ہی

حکایت یکدیوانے بجناب باری تعالیٰ گستاخی کردہ بود

عشق سے درویش تھا کوئی سودا زار دوستی میں آگ مانند بیقرار
جل گیا تھا عشق کی آتش سے جان سوز سے سینے کے جلتی تھی زبان
ہو گیا تھا دل و جاں جلکر کباب جیو میں اسکے صبر نا طاقت نتاب
دکھ سے چھاتی پھوڑ اپنی زار زار راہ میں بکتا چلا تھا بیقرار

عشق سے جلتا ہے جیو جاں کیا کروں　　اِس اگن میں صبر میں کب تک کروں

پس کہا ہاتف نکو تو لاف مار　　خواہ مخواہ کیونکر ہوا ہی خوار و زار

یوں کہا درویش پھر اُلجھا ہوں کب　　بلکہ وہ اُلجھا ہی مجھسے یہہ عجب

کیا ہُوں میں اور کیا سو ہی میری مجال　　جو کروں نہیں اُسکی محبت کا خیال

کیا کیا میں جو کیا سو وہ کیا　　دل سے میرے جیوں کیا تو او کیا

ای گدا اُلجھا ہی وہ تیرے سنگات　　تو آپ کی ایکدن لاتا ہی بات

کیا ہووےگا تو سو ایسی باتیں　　لائیگا وسواس اپنی ذاتیں

عشق وہ تیر لیسے اپنا کب لگائے　　صنع سے اپنی وہ اپنا عشق لائے

کیا ہی تو اور کیا ہی تیرا کاروبار　　ہی جو کچھ سو صنع صانع کا بچار

لائیگا گر تو اپکو درمیاں　　نا تیرا ایماں رہیگا نا یہہ جان

ہوش کر اس راہ میں ای بھائی بچان　　درد باطن ہی اِسی رہ میں پچھان

حکایت بیرون رفتن سلطان محمود و آمدن بخانہ

ایک دن محمود سلطاں کہیں کر　　جا کے نکلا ایک بھڑبھونجیکے گھر

اُٹھکے بھڑبھونجا تو اصنع سے شتاب　　لا رکھا آگے خوشی سے نان و آب

بادشاہ کھا کر ہوا محظوظ جب　　وہ لگا پھر جیو کنے بچاریکو تب

پس کہا

پس کہا شہ نے کہ ای مسکیں گدا — کب تلک تو بھار جھو کیگا سدا

آ تجھے دولت سے کرتا ہوں نہال — مانگ جو چہتا ہے میرسیے اتال

پس کہا وہ کیا مانگوای پادشاہ — بس ہے مجکو گر تو آوے گاہ گاہ

دیکھنا تیر مجھے دولت ہے بس — بھی کسی دولت کی مجکو نیں ہوس

بیٹھنا مل تجسے اس کس بیٹ اوپر — مسند و دولت سے مجکو خوبتر

تو جو اِس دولت سے آیا میر گھر — چھوڑ کر اس گھر کو میں جاؤں کدھر

گھر میرا یہہ تجسے جب روشن ہوا — کس بیٹ اس گھر کا مجھے گلشن ہوا

کیا ہوویگی اس سے وو دولت زیاد — جو کیا دیدار سے تو مجکو شاد

نیں ہے دولت کی مجھے کچھ اب طلب — تو ملا مجکو تو میں پایا ہوں سب

ملک و دولت سب ملا تو گر جو ہے — کیا ہوویگی تجسے بہتر کوئی شی

تو ہے بس ہے مجکو میرا بادشاہ — لیکہ آنا یوں ہیں اب تو گاہ گاہ

عشق اسکا تجکو ای درویش بس — یھی نہ کر کس بات کی تو کچھ ہوس

سوال کردن مرغ ہژدہم از ہدہد

اٹھارہواں اگر سوں یکھی یوں کہا — سب عمر میں تو ریاضت میں رہا

میں کیا تھا یہاں نے حاصل سب کمال — راہ چلنا مجکو دستا ہے محال

معرفت جب مجھ کہاں حاصل ہے — تب بھٹکنا مجکو لایعقل وسے
کون ہی جو گھر میں اپنے چھوڑ گنج — جا کے نے ہو دہ جنگل میں سو رنج

جواب دادن ہدہد

پس کہا ہدہد کہ ای شیطان صفت — یہہ منی تیری ہی نیں کچھ معرفت
یہہ خیال خام اور تیرا غرور — معرفت کے قرب سے ڈالا ہی دور
کر رکھا ہی نفس تجکو زیردست — ہو رہا ہی دل تیرا شیطان پرست
میں پنے کے بند میں اٹکا ہی تو — سر سے پا تک چھند میں اکڑا ہی تو
معرفت کا نور تجپر تار ہی — وجد نیں ہی یہہ خود یکا بار ہی
روشنی یہہ نیں تجھے اندھار ہی — بسکہ تیرا نفس تجکو یار ہی
نفس کے ہی نور کا تجہ پر جھلک — تن سے گئی نیں ہی لگی تیری یہہ جھلک
کر نہ تو اس نور ناقص پر غرور — ذرّہ ہو رہ جب پہچانا نہیں تو سور
نور گر یہہ نفس دکھلاوے تجھے — تو ضلالت میں لیجا ڈالے تجھے
جب تک تجکو ہی تیرا میں پنا — تم برتے پردوں کو سمجھو اب بنا
آنکھ میں یک بال گر آتا ہی آڑ — وہ سو آتا ہی نظر میں جوں پہاڑ
وثوق تیرا ہی تجھے سُفد خیال — تو جو کہتا ہی سو سب بد ہی خیال

میں پنے

میں پینے کی جاوے جب غفلت نکل — تب اُسے حاصل حقیقت ہوی کُل

مارتا رہ نیستی کا دم جسم — نیستی ہووے تو نیں ہستی کا غم

ایک ذرّہ تجکو ہستی ہوئی تو — کافری اور بُت پرستی ہوئی وو

گر کیا تو اپنی ہستی آشکار — تب کریگا سرزنش سے روزگار

حکایت اخوان شیخ نیشاپوری

شیخ نیشاپور یوں کر ایک بار — سب مریداں ساتھ لیکر آئے بار

آپ خر پر اور مریداں پیش و پس — باو سارا اُس منے خر نے و بس

شیخ پر وہ حال سب تھا آشکار — پھاڑ کپڑے گر پڑے وہاں نعرہ مار

سب مریداں ہو گئے آپس میں دنگ — شیخ کی حالت سے لائے دِل میں تنگ

یک مرید آکر کیا اُس شے سوال — کیا سبب پیدا ہوا حضرت یہ حال

شیخ بولے اے عزیزاں کیا کہوں — نفس کا ہی روز میرے پر اچھوں

جو ہوا اس خر پہ میں پا در رکاب — سات میرے ہو چلے سب شیخ و شاب

خطرہ آیا تب مجھے اس طور کا — جو ہوں میں بھی بایزید اِس دور کا

آج گر میں اسو ضا کی مجکو شان — کیا عجب جو قبر میں پاؤں امان

بس دیا خر نے جواب اسکا مگر — یعنے یہہ ہے فکر تیری گوز خر

اس فکر سے دلمنے آتش کرے — بیخود یکے حال سے مستی چھوڑے

جب تلک تجکو منی ہے اور غرور — تو حقیقت سے پرا ہے دور دور

میں پنے کو چھوڑ معذور بسے چال — راہ کے دندو نسے آپسکو سنبھال

طبع میں تیرے غروری ہے اگر — مو بمو تیرا ہے فرعون دگر

جب تلک باقی ہے تیرے میں منی — آفتو نسے نیں ہے تجکو ایمنی

میں نہ کہ میں پنا کچھ نیں پھیلا — جگ منے ابلیس اپکو مت کہلا

خطاب کردن حق تعالے بموسیٰ علیہ السلام

حق تعالی نے کہا موسیٰ سنگات — جا کے تو شیطان سے کچھ پوچھ بات

پس ملا موسیٰ کو وہ شیطاں کہیں — بعدزاں ہنس کر اسے پوچھا وہیں

پس کہا وہ یاد رکھ تو یک سخن — کرنہ تو ہرگز منی میرے نمن

نیں تو ہوگا تو بھی میرے سار کا — میں پنے سے راندہ اس دربار کا

بال بھر گر تجکو باقی ہے منی — حق منے تیرے ہے دونگر کی کنی

کام مردونکا ہے ناکامی منے — تا سرانجامی سرانجامی منے

خود نمائی و خود بینی ہے تجھے — بے سخن ہے دشمن دینی تجھے

حکایت یکی عابد خود بین گوید

ایک عابد

ایک کوئی عابد تھا در عہد کلیم | تھا مکمل صاحب قلب سلیم
لیکن اسکو تھا بڑا داڑھی سے پیار | نت رکھے داڑیکو کنگھی سے سنوار
از قضا دیکھا اُسے موسیٰ کہیں | دوڑ کر نزدیک آیا اُنکے وہیں
پس کہا اُسنے کہ ای سالارِ طور | عرض کر میری خدا سے یک ضرور
جو میں کرتا ہوں عبادت روز و شب | ذوق نئیں حاصل مجھے ہو کیا سبب
بعد زاں موسیٰ گئے جب طور پر | حال عابد کا کہے رب سے مگر
پس کہا حقنے کہ بولو اُسکو جا | ذوق تو طاعت کا پاوے از کجا
ذوق ہے تجکو تو داڑھی کے سنگات | جو پھراتا ہے کنگھی سے اُسپہ ہات
جب دیا عابد کو موسیٰ لا جواب | توڑنے داڑھی لگا عابد شتاب
پھر کہ بھیجا وحی موسیٰ کو خدا | شغل سے داڑھی کے نئیں عابد جدا
ای جو تو داڑھی سے کرتا ہے پیار | نئیں ہے تجکو اِس دریا خونکا شمار
چھوڑ دے جلدی سے داڑھیکا خیال | شوق سے جا دیکھہ دریائے کمال

کرتو اس داڑھی سے ترک جابجا   تو سلامت ہوکے کر پہنچیگا

حکایت غرق شدن مرد ریش دراز

ایک احمق جسکی داڑھی تھی بڑی | اب میں ڈوبنے لگا تھا جس گھڑی
دیکھکر اسکو کوئی بولا ز دور | پھینک دے یہہ تو بُرا ہوتا ضرور

تب کہا اُسنے کہ ای پاکیزہ خو
تو برا نیں ہی میری داڑھی ہی یو

پس کہا اس مردنے ہنس کر مگر
گر یہہ داڑھی تو جا اب ڈوب کر

ای جو تجکو شرم داڑھی کی نہیں
ذات تیری ایک کاڑی کی نہیں

دلمیں جب تک نفس اور شیطان ہی
تجکو او فرعون اور ہامان ہی

گر تجھے موسیٰ مثل ہی زور و تاب
جا پکڑ فرعون کی داڑھی شتاب

تک نکو فرعون کا کچھ دلمیں ڈر
جوڑ کر داڑھی سے داڑھی جنگ کر

گر نکو داڑھی کی پروا ای عزیز
گر تجھے ہی دینکی فکر و تمیز

دینکے رستے میں ہی فرزانہ وو
جو رکھے نا ریش خاطر شانہ او

سوال کردن مرغ نوزدہم بہدہد

پس کیا اُنیسواں پنچھی سُوال
کیوں سفر میں جیو رکھا جاو سنبھال

رہنمائی کر مجھے اس باتکی
تا ہمت ہووے مجھے تجھ سات کی

بول ایسی بات مجسے تو ضرور
جستے آسان ہووے مجھ پر راہ دور

دلکو دو نمیں کس طرح کی جمعیت
تا کہ ہووے تفرقہ سے اُنسیت
ای آرام جاں

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ دل کو شاد رکھ
طبع کو وسواس سے آزاد رکھ

یاد حق سے رکھ تو اپنے دل کو شاد
جب بسر جاوے تو کر تو اسکو یاد

شادی جاں دید مرداں اس سے ہی
زندگی خرچ کرداں اس سے ہے

تو بھی شادی سے ہی دائم زندہ رہ
شوق سے جوں آسماں گردندہ رہ

اس سے بہتر کیا ہووےگا انفلان
ہونیگا تو جس سے یکدم شادماں

حکایت وعظ گفتن عزیز بخلق خدا

کیا کہا ہی خوب کوئی صاحب نفس
شاد ہو نہیں یاد سے ستر برس

جب مجھے رب سار کا ہیگا دھنی
پاک مطلق نام جسکا ہی غنی

تجکو یہہ غفلت کی سر پر بھول ہے
خلق کے عیبوں میں تو مشغول ہے

کب تجھے یاد آویگا پروردگار
تا خوشی گذرے تجکو روزگار

عیب جوئی سے اوّل آزاد ہو
پس خدا کی یاد سے دل شاد ہو

جب تلک ہی چشم تیری عیب بین
کس طرح تو ہو سکیگا غیب بین

عیب میں لوگوں کے تو ہی مو شگاف
عیب کو اپنے رکھا ہی کر غلاف

گر تو اپنے عیب سے مشغول ہوئے
گرچہ تو معیوب ہی مقبول ہوئے

حکایت یکی بیخود و دیگر مست

ہو گیا تھا مست کوئی پیکر شراب
کر لیا تھا حال کو اپنے خراب

دیکھکر بدمست اُس کوئی ہوشیار — باندھہ مُشکاں لیچلا وہ اپنے تھار
ناگہاں مستِ دگر آیا نظر — بر برآتا اور کرتا شور و شر
مست آخر دیکھکر اُس مست کو — طیش کھا بولا کہ ای بدمست تو
دو پیالے کم پیے ہوتے مگر — تو بھی رہتا مجہ سریکا باخبر
ای بیگانے عیب پر تیرے نین — دیکھنا کیوں نیں اپس عیبوں کے دِن
عیب بیں ہی تو جلک عاشق نہیں — عاشق کام کے لائق نہیں
عشق سے گر تجکو ہوتی کچھ خبر — دس کے ہوتے عیب کے تجہ ہنر

حکایت کسی عاشق شدن بر زن سفید رود

کوئی جوانِ شیر صورت نامور — ناگہاں عاشق ہوا کس نار پر
از قضا اس نار کے ابرو کنار — ایک ذرّہ تھی سفیدی آشکار
اُس سفیدی سے جواں تھا بیخبر — گرچہ دائم زن پہ تھی اسکی نظر
عشق سے جو کوئی رہتا ہی نزار — کب نظر آتا ہی اُسکو عیب یار
بعد مدت کے ہوا وہ عشق سرد — رنج سے پایا خلاصی شیر مرد
نظر میں آئی سفیدی نار کی — بعد زاں پوچھا کہ ای زن پیار کی
انکھہ پر تیری سفیدی آئی کب — وہ کہی تیرا ہوا کم عشق جب

عشق میں تیرے ہوا نقصان جون	عیب پیدا ہو کے آیا مجکو یوں
ای جو غفلت کا ہی تیرے دلمیں شور	دیکھ اپنے عیب تو ای مرد کور
عیب کب لگ خلق کے دیکھیگا تو	دیکھ اپنے تو سمجھ کر عیب کو
عیب تیرے سجہ نظر آوینگے جب	عیب لوگوں کے نظر میں آوین تب

حکایت دیگر برین حکایت

مارتا تہا محتسب کس مست کو	مستنے بولا کہ ای بدمست تو
معنت کے کھا کھا کے سب تکڑے حرام	تجکو معزوری کی مستی ہی تمام
مست تر مجھسے زیادہ تو دسے	نین وے مستی تیری دستی کسے
مجہ پہ ناحق تو زبردستی نہ کر	مستی اپنی دیکھ بدمستی نہ کر

سوال کردن مرغ بیستم بہدہد

بیسواں پنکھی کہا ای رہنما	میں اگر پہنچا تو مانگو شی سو کیا
فضل جب میرے پہ ہو درگاہ سے	نیں سمجتا کیا منگو نیں شاہ سے
چیز جو خوبی کی ہو سو مجکو بول	تا منگوں میں شاہ سے وہاں دل کھول

جواب دادن ہدہد اورا

بس کہا ہدہد کہ ای نادان تجہ	او ملا تو کیا رہا ارمان تجہ

کیا ہو ویگا اس سے بہتر کوئی شئی
وہ جہانکا آرزو تو وہی ہی

جس کو وہ پایا سو سب پایا اُسنے
تو بھی جا منگ لے اُسے اُسکے کنے

جب وہ صاحب آشنا تیرا ہوا
تو سمجھ لے دو جہاں تیرا ہوا

حکایت شیخ بوعلی رحمۃ اللہ علیہ

رود باری بوعلی مرتے بر ان
بات یہہ کیا خوب بولے ہیں قرآن

جو گگن کے مجہہ کھولے ہیں کواڑ
بہشت میں مسند بچھی ہی اُستوار

قدسیاں دیتے ہیں مجکو یوں ندا
جلد آ ای عاشقِ حق جلد آ

شکر کر شادی کُنا ای بُوعلی
جو نہیں پایا مکاں تو کوئی ولی

گرچہ یہہ سب عطا ہی مجکو ولے
جیو میرا بات کس پر نا ڈھلے

میں تو کچھ گو چیز سے کمتر نہیں
یہہ عطا مجکو ہوا تو غم نہیں

عشق سے ہی جیو میرا گذشت
میں نہ دوزخ مانگتا ہوں نا بہشت

میں تجھے منگتا ہوں ای پروردگار
عشق سے تیرے میرا کاروبار

تو ہوا میرا تو سب کچھ ہی مجھے
دین اور دنیا میں خواہش ہی مجھے

آرزو میری جو کچھ ہی سو توں
نا ہی مطلب دیں سے اور نا کفر سوں

تجھسے مقصد ہی میرا ہر دو جہاں
یہہ جہاں ہونا نہ مجکو وہ جہاں

جیو میرا حاضر ہی لیوگا تو لے | تب جدا کر آپ سے مجکو وے

حکایت حضرت داود علیہ السلام

حق کہا یوں حضرت داود کو | یوں میرے بندونکو جاکر بول تو
گر نہ میں دوزخ بناتا نا بہشت | بندگی میری نتھی تمنا کو زشت
گر نہ میں پیدا جو کرتا نار و نور | کیا عبادت میں اتھا تمنے قصور
گر نہ ہوتا خوف میرا اور رجا | کیا نہ لاتے بندگی میری بجا
ہی روا سبکو جو مجہ سجدے کریں | صدق سے میری عبادت سب کریں
بول بندونکو جو کھینچیں سب سے ہاتھ | بندگی میری کریں دل و جان ساتھ
ہی جو کچھہ دو جگ منے میرے سوائی | ذرہ ذرہ تور کر سب کو جلائے
جب وہ سب جل بل کہ ہو جاوے بھسم | نا رہے اسمیں رتی کچھہ بیش و کم
پس بھسم کو بھی اُڑا دیوے تمام | تا کہ حاصل ہوئی قربت کا مقام
جس کو دیتا ہی بہشت اور حور و | اسکو رکھتا ہی الیس سے دور و

حکایت سلطان محمود کہ ایاز را سلطنت بخشیدہ بود

وہ جو تہا سلطان غزنی کا ایاز | شاہ نے اسکو کیا یوں سرفراز
پادشاہی تخت و افسر سب دیا | ملک و کشور لاؤ لشکر سب دیا

پس کہا جا تخت پر بیٹھ ای ایاز | ملک کو دے قول لشکر کو نواز

خلق و عالم شاہ کا یہہ دیکھ رنگ | ہو رہے حیرت سے اپنے دل میں دنگ

پس لگے کرنے اپس میں آپ بات | نیں کیا یوں شاہ کوئی بندے سنگات

لیکن اس ساعت ایاز ہوشیار | چھوڑ کر سینہ لگا رونے کو زار

پس کہے لوگاں کہ دیوانہ ہے تو | پایا اپس کے شہ سے بیگانا ہے تو

پادشاہی آئی ہے جب تجکو یوں | شکر کر اور شاد ہو روتا ہے کیوں

پس ایاز حالی دیا انکو جواب | ہو تمھیں سب غافلاں اندر ثواب

نیں سمجھتے تم کہ شاہ ہے کامگار | مجکو اپنے قرب سے کرتا ہے بار

کام فرماتا ہے مجکو پادشاہ | جو رہوں میں دور مشغول سپاہ

میں سو مطلق کسو ضا راضی نہیں | جو رہے سلطاں کہیں اور میں کہیں

مجکو تخت و تاج سے درکار نیں | پادشاہی مجکو جز دیدار نیں

میں نہ رہ سکتا ہوں اس سے یکنفس | پادشاہی کی نہیں مجکو ہوس

سیکھ لے ای مرد طالب ما کیا | بندگی یہہ ہے جو کرتا تھا ایاز

جب تلک تجمیں نہیں ہمت کمال | وصل کی دولت ہونا تجکو محال

دوزخ و جنت پہ ہے جب لگ نظر | نیں تجھے اسبا تکی ہرگز خبر

جب گذر کر جائیگا دونوں سے تو
صبح دولت تجکو دکھلاویگی موں

مرد ہی جو چھوڑ دے دونوں سبھی
دل نکو رکھہ اُسپہ بھی اِسپر بھی

چھوڑ دے دونوں سے جو ہووے فرد
گر ہی عورت تو کہینگے اُسکو مرد

مناجات بی بی رابعہ در جناب باری تعالی کردن

رابعہ بولی کہ ای دانائی راز
دشمنونکو دیکے یہہ دنیا نواز

دوستونکو آخرت سب دی تمام
میں تو ہوں بیزار دونوں سے مدام

تا دنی تا آخرت چاہئے مجھے
گر تو میرا ہی تو کیا غم ہی مجھے

ہرگزان دونوں سے میں پرکم نہیں
گر تو ہی مجھ مہرباں تو غم نہیں

گر دو عالم پر کروں کوری نظر
جانتی ہوں اس نظر کو کفر کر

جسکو وو رب ہی تو سب کچھ ہی اُسے
دو جہاں میں رونق و رنگ ہی اُسے

بت ہی تیری راہ کا اسکے سوائے
کفر ہی گر جیکو بھی خاطر میں لائے

حکایت سلطان محمود غزنوی ظفر یافتن بر سومنات ہند

شہر سورٹھہ پر جو شاہِ غزنوی
جبکہ پائے غیب سے فتح قوی

ہندوانکا بت جو تھا وہ سومنات
از قضا آیا مگر سلطانکے ہات

جمع ہو کر ہندواں آنے لگے
دس برابر بت کے زر دینے لگے

پادشہ نے زر بہ نار کھہ کر نظر ۔ بت کو فرمایا کہ ڈالیں پھوڑ کر
پس کہے لوگاں کہ زر لینا اچھا ۔ لشکری کو بانٹ کر دینا اچھا
شاہ بولا مجکو تو یہہ ڈر ہی بڑا ۔ جو مجھے آزر برابر کر کھڑا
حشر میں آواز دیوے گا سروش ۔ جو وہ بت گر ہی تو یہہ بت فروش
بعد ازاں اُس بت کو ڈالے توڑ کر ۔ آنکھ من اُستے نکل آئے گہر
جب سُنا ہی تو وہ آوازِ الست ۔ مت بلیٰ کہنے سے کر کوتاہ دست
جو اول سے تجکو وہ اقرار ہی ۔ اب تجھے کس بات سے انکار ہی
جو بندھا ہی عہد تو میثاق میں ۔ مت بسر جا اسکو رکھکر طاق میں
جوں اول کیا ہی تو اقرار الست ۔ کر نہ تو آخر کو انکارِ الست

حکایت

جبکہ شاہ غزنوی کر قصد جنگ ۔ ہند کو لڑنے چلا ہندوانکے سنگ
دیکھکر لشکر اُنہونکا بے شمار ۔ دل میں وہ بولا کہ ای پروردگار
گر میں اس لشکر پہ پاتا ہوں ظفر ۔ جو غنیمت آئیگی سو سربسر
سب لُٹا دیونگا فقیرونکو تمام ۔ ایک جو اپنے پہ سمجھونگا حرام
عاقبت کو فتح پایا شہریار ۔ ہاتھ آئی جو غنیمت بے شمار
جو کرے اُس پر نظر حکمت شناس ۔ چل سکے نا ایک غنیمت پر قیاس

اسو ضع بعد غنیمت پائے جب ہندواں سارے ہزیمت پائے تب
شاہ فرمایا کہ یہہ سب مال و زر ترت درویشانکو دیوئیں بانٹ کر
تاکہ ہووے نظر کو میری وفا نیں زیاں اسباتمیں غیر از نفا
پس کہے لوگاں کہ یہہ سب مال و نقد کیا کرینگے وے گدایاں بیخبر
یا سپاہ کو دے جو آوے تیر کام یا خزانے میں جتن کر رکھہ تمام
شاہ تو یہہ بات سُن حیراں رہا فکر و اندیشہ میں سرگرداں رہا
از قضا لشکر میں یک دیوانہ تھا لیکن وہ اپنے مکاں فرزانہ تھا
شاہ نے اُسکو ندا کر دور سوں دل منے بولا کہ ای محمود توں
ساتھہ اس مجذوب کے کر مصلحات جو کہیگا بے غرض ہو تجسے بات
پس دیوانے کو بُلا شاہِ جہاں کھول کر اپنا کہا رازِ نہاں
تب کہا دیوانہ سن ای بادشاہ یہہ سنوارا کار تیرا ہی الٰہ
بار دیگر گر تجھے ہی اُسسے کام بانٹ دے سارا فقیروں کو تمام
جس نے یہہ نصرت دیا ہی تجکو آج اُسکو سب معلوم ہی تیرا مزاج
بعد ازاں محمود نے وہ مال سب کل فقیروں کو دیا در حال تب

سوال کردن مرغ بیست و یکم

بعد زاں آیا پنکھی اِک تیسواں ۔ پس کہا اے پیشوائے رہرواں
کیا ہے لائق چیز اوس درگاہ کی ۔ جو لیا ویں ہم نظر اس شاہ کی
دست خالی نیں روا جانا وہاں ۔ تحفہ لازم ہے کہ لیجانا وہاں

جواب دادن ہدہد اورا

پس کہا ہدہد کہ یہہ بولا بجا ۔ جو نہیں کچھ وہاں سو تو یہاں سے لیجا
جو لیجاویگا یہاں سے وہ ہے سب ۔ زیرہ کر بانکو لیجانا کیا سبب
علم ہے وہاں حکمت اسرار ہے ۔ طاعت روحانیاں بسیار ہے
کیا نہیں بولوں تجھے میں ایفلان ۔ عاجزی اور درد دل اور سوز جان
گر تو لیجاوے تو یہہ مقبول ہے ۔ شاہ کن وہ تحفہ معقول ہے
گر کرے تو درد دل سے ایک آہ ۔ گوئی اسکی جا نگی تا پیشگاہ
خاص جاگہہ آہ کی ہے مغز جاں ۔ پوست اسکا کیا ہے نفسِ بدگماں
باہر آوے آہ کر جاگہہ سے خاص ۔ رنج غم سے کر ستے یل میں خلاص

حکایت یوسف را زلیخا در زندان فرستادن و ضرب تعلیق

جب زلیخا طیش بیدا دلیے آئی ۔ ترت یوسف کو بندیخانہ ڈلائی
پس غلاموں سے طلب کر یک غلام ۔ حکم فرمائی کہ اے با اہتمام

مارتو یوسف کو لکڑیاں جا پچاس
تب وہ بیچارہ غلام نرم دل
ناگہاں چمڑا کہیں آیا نظر
جب لگیں لکڑیاں اُٹھے یوسف پکار
پس کہا آخر کو یوسف سے غلام
گر نہ دیکھیگی زلیخا تجھ داغ
ہاتھ اُٹھاکے دلکو گھٹ کر ایکبار
گرچہ ہی تجھ نازنیں تن پر زیاں
پس اُچائے ہاتھ یوسف مبتلا
جب کہ مارا کھینچ کر یک ہاتھ دو
تب زلیخا نے کہا وہ سن کے آہ
سب تمھیں ناچیز وے اماں تمام
گرچہ بیٹھی قلق کر ساری غمیں
گر تجھے بھی دل کے اندر درد ہی
عشق کا جس دل منے ہی تاب و تب
تا صدا آوے مجھے مانند طاس
دیکھ یوسف کو ہوا دلمیں خجل
مارنے چمڑیکو لاگا کھینچ کر
تب زلیخا اُسکو بولی اور مار
میں تجھے کہتا ہوں سُن ای نیکنام
ہوویگی مطلق میرے پر یہ دماغ
مارتا ہوں ایک لکڑی اُستوار
ہی و لے تجھ پر نشاں محکوا ماں
دوکھ اُٹھاسا توں گگن کھل بلا
آہ یوسف نے کی یک غمناک ہو
سیر ہوئی اب میں یہ سُنکر ایک آہ
آہ نے اس بارگی کر دیا ہی کام
آہ ایک ماتم زدہ بیکی کر نگیں
سیپ میں دُر مثل جوں فرد ہی
کب خوشی اُسکو رہیگی روز و شب

حکایت یکی غلام از دنیا دست شوئیدہ بود

کوئی صاحب کو تھا ایک زنگی غلام
دھولیا وہ ہاتھ دنیا سے تمام

رات ساری وہ غلام پاکباز
صبح تک کرتا تھا دائم وہ نماز

تا کہا صاحب کہ ای مرد خدا
جب تو جاگیگا مجھے بھی دے جگا

بھی وضو کر کے کرون تجہ سنگ نماز
پس جواب اُسکو دیا یوں پاک باز

تار جتنے وقت بیرا کھائے جب
وہ جگاؤ کہے تو مجکو کیا عجب

ای دھنی گر تجکو ہوگا درد دیں
آپ سے تو آپ جاگیگا یقیں

جب جگادیگا تجھے بھی اور کوئی
وہ عبادت اُسکی ہی تیری نہ ہوئی

جسکے دلمیں دینکا کچھ درد نئیں
سر پہ انکے خاک باد او رمرد نئیں

درد سے ہی اصل میں جسکی سرشت
محو اُسکے آگے ہی دوزخ بہشت

حکایت بو علی سینا را خبر دادن از بہشت و دوزخ

بو علی طوسی کہ پیر عہد تھے
دین کے رستے میں صاحب جہد تھے

جس مکاں پر وہ رکھے ہونگے قدم
واں تلک پہنچا ہوویگا اور کم

وہ کئے ہیں ذکر یوں اُستاد کا
حال میں اپنے بیاں ارشاد کا

جو سیاست اہل دوزخ زار زار
اہل جنت سے پوچھینگے آشکار

کیا تمھارا حال ہی جنت منے
کیا خوشی اور کیوں ہو تم راحت منے

آرام

تب

تب کہینگے بہشتی سن اسو ضا — ہی نہ اب جنت میں خوبی کس وضا

جب سے دیکھے ہیں جمال لایزال — تا دسے جنت میں خوبی کچھہ کمال

جب نظر آیا جمال تاب دار — ہوگیا تب سات جنت میں اندھار

اہل جنت یوں کہینگے جب جواب — اہل دوزخ پھر کے دیوینگے جواب

ای تمہیں جنت سے بھی پرداکر — دیکھہ کر اُسکے جمال پاک کو

آگ کی ہمکو نہیں حسرت ہنوز — ایک دوزخ میں نہیں ہی دل کو سوز

آگ حسرت کی جہانسے کاتہ کر — آگ کو دوزخ کہی وہانکا اثر

جسکو اُسکے دید کی حسرت ہووے — کب اسے اس آگ سے غیرت ہووے

زخم دل کو آہ حسرت ہی ضرور — رنج کی لذت کو راحت ہی ضرور

گر تیرا اس تھا دل مجروح ہا — محرم اسرار ذوق روح ہی

گر تیرا زخمی ہی دل تو دم نگا ر — داغ حسرت زخم پر کر استوار

سوال مرغ بیت و دویم

بس کیا باویسواں پنکھی سوال — راہ کی سختی نہایت ہی کمال

بولنا ہمکو تو ای دانا رسول — یہاں سے کتیں فرسنگ ہی درگہہ اُمول

جواب دادن ہدہد اُورا

پس کہا ہدہد نے اُس پنکھی سنگات — راہ میں بچتا ہی تو وادی ہی سات

جو فرشتو نکو نہیں معلوم لیک — کوئی وہاں لینے جاکے پھر آیا نہ ایک

جو گیا ہی وہ رہا ہی وہاں اٹک — پھر نہیں آیا جو کوئی پہنچے بھٹک

ہی اول وادی طلب کی سخت تر — عشق کی وادی ہی دوسری پُرخطر

معرفت کی تیسرے وادی پہچان — وادی استغنا کی چوتھی اہی سُجان

پانچویں توحید کی وادی ہی پاک — ہی چھٹی حیرت کی وادی خوفناک

ساتویں ہی وادی فقر و فنا — اس سے آگے رہ نہیں سوکھنا کیا

وہاں کسو کا نا رہے کسکو روش — گم ہی سب راہ و روش الّا کشش

حکایت وادی طلب

جب تو وادی میں طلب کی آئیگا — دمبدم ہر ہر قدم دُکھ پائیگا

ہر گھڑی پیش آئینگے سو سو بلا — آسماں اُس سوز کا ہی ایک جلا

کام ہر کوشش یہاں اکسیر — رہے سدا کوشش منے ساری عمر

مال کا یہاں ترک کرنا ہی ضرور — ملک اپنا چھوڑ کر جانا ہی دور

لہو کو پانی کرکے دیکھلانا ہی یہاں — جیو کو رنج و درد میں پانا ہی یہاں

سب علائق سے تو اپنے دلکو توڑ — جو چیز تیرا پیارا ہی دے اسکو چھوڑ

جب کہ تو اس

جب گنواویگا اپس کے سب صفات — تب دیکھاویگا تجھے وہ نور ذات

ہووےگا جب دل پہ وہ نور آشکار — یک طلب سے ہوئینگے چندیں ہزار

گر اگن کا گمات تیرے آئے آڑ — یا بلا کا آپڑے تجپر پہاڑ

جا پڑیگا تو سو پروانہ نمن — شوق سے ناچیگا دیوانہ نمن

ہو مشتاقوں نمن ہو جائیگا — جرعہ ساقی پاس لینے آئیگا

شوق سے جب ہوئیگا تو جرعہ نوش — نا رہیگا دو جہاں کا تجکو ہوش

غرق دریا میں رہیگا خشک لب — سر جانا نکو کریگا جو طلب

جب تیرا جیو آرزو سر کی کرے — اژدہا جان ستاں سے نا ڈرے

کفر اور ایماں اگر درپیش آئے — سر پہ لیویگا جو کوئی بات پائے

راہ یکتری ہر کہاں ہی کفر و دیں — واں تو نا یہہ ہی نا وہ ای امیں

حکایت امیر المومنین سیدنا عمر و سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما

عمر و عثمان تھے ملکے ای رفیق — یوں لکھے ہی گنج نامہ اس طریق

جو منگے دینے بدل حق جان پاک — قالب آدم کو جو تھا آب و خاک

پس کہا یہہ جیو بھروں تنکے اندر — جو فرشتو نکو نہ ہو اس کی خبر

حکم فرمایا فرشتوں کو تمام — تا کریں آدم کو سجدہ والسلام

پس فرشتوں نے رکھے سر پر زمیں
یہہ جو تھا ابلیس لایا دل میں یوں
میں کروں آدم کو سجدہ کس سبب
جانتا ہوں میں کہ آدم خاک ہے
دیکھو بارے سر کو وہ ہی سو کیا
جو نہ تھا ابلیس کا سر خاک پر
پس کہا حق نے کہ ای جاسوس راہ
گنج پنہاں تھا سو تو دیکھا عیاں
پادشاہ جب گنج رکھتے ہیں کہیں
تو سو میرا گنج دیکھا آشکار
پس کہا ابلیس دے مہلت مجھے
تب کہا حق تجکو مہلت ہے دے
جو کیا ہے اس وضا بد نیستی
پس کہا ابلیس کہ ای پروردگار
لعن بھی تیری ہے رحمت بھی تیری

اس سبب کوئی سر کو دیکھا نہیں
یہاں نہیں کوئی دیکھتا سجدہ کو یوں
کیوں نہ دیکھوں سر حق انکھیوں سے اب
وہ سوا الحق سر عزی ماک ہے
گر خدا کا تے میرے سر کو تو کیا
سر مولا کو نہ دیکھا بھر نظر
تو کیا ہے اب سو لولا پر نگاہ
تجکو ماروں تا نہ بولے در جہاں
مار ست تے ہیں رکھو نا ریکو ہیں
سر کتا نا تو کیا حال اختیار
جو کیا ہوں سے عبادت بھی تجھے
طوق لعنت پاؤنگا میرے گلے
دور ہو جو ہے تو میرا لعنتی
گر جو کچھ کرتا ہے تیرا اختیار
جو تو دیوے مجکو سو قسمت میری

مجکو تو لعنت سے تیرے پاک نیں — زہر بھی ہونا کہ سب تریاق نیں

تا تھی ہی خلق جس لعنت سے اب — میں اسے لیتا ہوں سر پر با ادب

رد عالم کو کیا ہوں میں قبول — بس بنا ہوں لعنتی میں بر فضول

آدمی کو اس وضع ہونا طلب — نیں تو دعوا سربسر جھوٹا ہی سب

ڈھونڈھتا ہی تو مگر پاتا نہیں — کیا او گم ہی گم طلب ہی تجہ یقیں

حکایت شیخ شبلی بوقت سفر کردن از دنیا

جب کہ مرتے وقت شبلی بیقرار — سونڈھکہ چشماں و دل سے سوز و زار

جا نوا اپنے گلیمیں باندھ کر — خاک پر گرتے تھے ہوکر بیخبر

اشک سے کب خاک تر کرتے تھے وے — خاک سر پر لے کبھی دھرتے تھے وے

کوئی پوچھا ای شیخ اس حالت سے منے — جا نوا ڈالا ہی کوئی دنیا منے

شیخ بولے کیا کروں جلتا ہی جان — آگ سے غیرت کی باطن میں نہاں

جب کہا ابلیس کو حق لعنتی — حرف میں کا جب نکالا وہ سنی

مجکو اس نسبت سے غیرت ہی تمام — آگ میں جلتا ہوں اسے صبح و شام

لفظ لعنت گرچہ ہی محض غضب — حرف میں میں کے لطیفہ ہی عجب

طالب صادق نہیں تو اے عزیز — سنگ گوہر میں ہی گر تجکو تمیز

گر تجھے گو ہیارا سنگ ہی رَنْد
صدق دعوی میں طلب کے پائی گند

سنگ و گوہر کو سمجھنا ہی خطا
وہ جو کچھ بخشے سو تجکو ہی عطا

گر تجھے معشوق مارے لے پتھر
خوب ہی اُسکو جو کوئی دیوے گہر

مرد کو ہونا طلب اور انتظار
تا کرے جیو و صدم رہ پر نثار

تا رہے یک تل طلب کو چھوڑ کر
تار کھے آسود گی پر کب نظر

ایک تل ہووے طلب سے کر جُدا
ہی او مرتد نیں اُسے راہ ہُدا

حکایت مجنون کہ لطف شرن

از قضا کوئی راہ میں صاحب نگاہ
چھلنتے مجنوں کو دیکھا خاک راہ

پس پوچھا مجنوں کو ڈھنڈھتا ہے کیا
ڈھونڈھتا لیلی کو ہوں بولکر کہا

ہنس کے بولا کیوں تو ہوتا ہے ہلاک
خاک میں کہاں پائیگا وہ دُرِ پاک

پس کہا مجنوں کہ ڈھونڈھتا ہوں مگر
کہیں بُت لیلی ملے مجکو کنکر

حکایت امام یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ

یوسفِ ہمداں امام روزگار
صاحب اِسرار و شیخ نامدار

کیا کہے ہیں و و زمیں سے تا گگن
گر تو دیکھے کھول کر اپنے نین

ہی سبھی ہر روز یعقوب دِگر
پوچھتا ہی اپنے یوسف کی خبر

درد ہونا مرد کو اور انتظار — حرف ان دونوں میں کرنا روزگار

گر نہیں دونوں بھی تجھکو تو بھی تو — ڈھونڈھتا رہ شوق سے اسرار کو

صبر لازم ہی طلب میں مرد کو — کہاں ہی لیکن صبر اہل درد کو

صبر کرنا ہی تجھے یہاں خواہ مخواہ — پائیگا اسنے تو بھی یکروز راہ

جوں کہ ماں کے پیٹ سے چھوٹا بچا — لہو اپس کا آپ پیتا ہی کچا

تو بھی باطن میں اسیکے رہ وہیں — خون دل کھا رنج و غم کو سہہ وہیں

سالکوں کے دلمیں ہی منزل مقام — جلد جانی سے نہیں کب انکو کام

تو بھی لہو پی صبر کر مردوں نمن — تا کہ حاصل ہووے مطلق وہ سجن

حکایت سلطان محمود غزنوی و خاک بیز

ایک دن جاتا تھا کہیں محمود تیز — راہ میں اسکو ملا ایک خاک بیز

وہ کیا تھا جا بجا ماٹی کے گنج — کسب میں مشغول تھا با سعی و رنج

شاہ کے دلمیں جو کچھ آیا خیال — جب چلا ماٹی میں بازو بند ڈال

شہ جو آیا پھر کہ وہاں بار دگر — جیوں اتھا یوں خاک بیز آیا نظر

پس کہا ای خاک بیز بوالہوس — کل جو پایا تو سو نہیں تجھکو ہی بس

کیا سبب یہہ کھینچتا ہی درد و رنج — مات کرسی کو تیرے بس ہی وہ گنج

پس کہا یوں خاک پیزای پادشا — خاک سے پایا ہوں میں اقبال و جا
خاک نے مجکو کیا ہی سرفراز — خاک سے کیونکر ہوں میں بے نیاز
خاک سے پایا ہوں میں اپنی طلب — خاک سے ہی آس میری روز و شب
مرد ہو رہ تا کہ یہہ در ہوئے باز — مت چھپا سر تا کہ ہوئے سرفراز
تو طلب میں رہ سدا ای مستمند — بند نیں دروازہ یہہ ہیں نین بند

نکتہ دا

بولتا تھا کوئی بیخود ای الٰہ — کھول دے دروازہ اور دے مجکو راہ
رابعہ واں روز یک بولی مگر — بند تھا دروازہ کب یہہ بیخبر
ہی یہہ دروازہ کھلا لیکن تو آ — منگ لے جو مانگتا ہی ای گدا

حقیقت عشق

بعد ازاں ہی عشق کی وادی کبل — کسکو ہی طاقت وہاں لگ جاوے چل
اگ کے دریا اور غم کے پہاڑ — درمیاں آتے ہیں کئی کئی ہتھاڑ
عاقبت اندیش کو وہاں کام نیں — ایک ذرہ جیکو وہاں آرام نیں
جای وہاں تک چلکے وہ مرد نہنگ — جسکو عالم کا نہو وے نام ننگ
وہ نجانے کفر کیا اور کیا ہی دین — وہ نہ سمجھے شک نہ پہچانیں یقین

ا پڑے آز کرا گن جوں ستی | نار کھے کچھ جیو کی پڑوا یک رتی
یک و بد اور سب اُسے یکسان ہی | عشق جب آوے تو یہہ مُہ کان ہی
ھیلتا ہی عشق کا جو کوئی قمار | نقد ہستی ایکدم دیتا ہی ہار
شق آتش عقل سے جوں دود ہی | عشق آگے عقل سب نابود ہی
عقل مایہ عشق کو دیوے سو کھوئے | عشق کی غم سے خلاصی کیونکہ ہوئے
جو تیرے تنکو گئے تک نیں غبار | یہہ مقرر دل کشا کیوں ہو طیار
دیکھیہ اصل عشق کیا ہی ای گدا | گر دیا ہی غیب میں انکھیاں خُدا
غیب کی انکھیاں جو تجہ پار ہوے | ذرہ ذرہ سب تجھے ہمراز ہوئے
عقل کی انکھیو نسے دیکھیگا اگر | تا دسیگا عشق تجکو بال بھر
عشق کو در کار ہی یہاں مرد کار | نار کھے دل کو اپس کے اُستوار
تا تو مرد کار نا عاشق ہُوا | عاشقی کے رکس وضا لائق ہُوا
زندہ دل کو کام یہہ ہی ساز وار | تا کرے ہردم اپس کا جیو نثار

حکایت عاشق و معشوق گوید

ہی دکھن میں قصبہ یک نوشہ نگر | جو ندی گنگا سے ہی نزدیک تر
اُسمیں سُن رہتے تھے کوئی شخص دو | خوب صورت پاک سیرت نیک خو

ایک کو بیٹا تھا جو روشن گہر
از قضا وے چھوٹ پن کے سن منے
ناگہاں محبت ہوئی دونوں منے
عاشق جانی ہوئے ایکس سے ایک
پس کیئے قول و قرار آپسمیں مفت
کھل کھلی اسباتکی جب ناگہاں
شرم سے دونوں میں لاڈالے حجاب
جب نہیں آپسکی سدہ میں آشنے
بعدہ کئی روز کے شادیکے کاج
آگ حسرتکی اُٹھی دلسے بھڑک
پس کہی دلسے کہ اے دل کیا علاج
کس طرح وعدہ نبھاؤں یار کا
ای فلک کیا جفا کیا جور ہی
وہ سوا اپنے دل منے یوں زار زار
جمع بی بیاں گھر منے باہر مرد

ایک کو بیٹی سندر تھی جون حنا
وے بچے تھے درس میں ملا کنے
آپھنسے وے عشق کے پھاندے منے
یار پنہانی ہوئے ایکس کے ایک
جو نہوویں ایکس کے بعد جفت
بات پائے کہیں سندر کے باپ ماں
پس ہوئے حسرت سے دو نو جل کباب
کہیں کیئے ماباپ اُسکے نامزد
ہو گئی دلمیں سندر آتش مزاج
جاں جگر جلنے لگے غمسے ترک
نیں خلاصی مجکو جیو دینے کے باج
کیوں رکھوں خاطر اپس دلدار کا
ہای یہ کیسا ستم کا طور ہی
لوگ تو شادی منے سب کامگار
شاد و خورم تھے سبھی زن و مرد

جا بجا مسند بچھائے تھے تمام — بکتی تھیں باہر سو بھر دیگیں طعام

تب تلک شب گشت نوشہ پھیر کر — آ کے پہنچا دھوم سے دولھن کے گھر

لوگ نوشے کے آگے کئی پیشوا — بی بیاں ہوئیں چھوڑ دولھن کو جدا

کوئی رہا نئیں اس منجی خانے سنجھا — تب سمجھ کر وقت فرصت کا نگا

کوٹھری کا قفل سے در بند کر — پس کہی دل سے کہ ایدل کیا جگر

وقت ہمت کا ہی کر ہمت رجال — کر مددگاری مجھے بھی لے سنبھال

ایدل اب یہہ جیو تجھے کیا کام آئے — جو بیگانہ تنکو میرے ہاتھ لائے

آتنے آگے زندگی میں نئیں نفا — حیف ہی عاشق کہے گر بیوفا

پس اپسکے تیل سے کپڑے بھگا — آگ دیتی شمع کے نزدیک جا

ہو گئی یک پل منے جلبل کے راکھ — غمسے عالم ہو رہا سب دردناک

از قضا عاشق بھی اس غلغل ابیں — تھا مگر اپنے پریشاں حال میں

دیکھکر چوسلے میں دکھ کھتے انگار — جا پڑا ایک آہ کر بے اختیار

ہو گیا ایک پل منے وہ بھی فنا — جا ملا اُس آشنا سے آشنا

عاشقاں تئیں یوں فدا کرتے ہیں جان — تو کہاں اور تجکو یہہ ہمت کہاں

حکایت عاشق شدن گدا بر ایاز

کوئی گدا پیدا کیا عشق ایاز — ہو گیا سارے جہان میں فاش راز

باہر آتا جب ایاز شہ سوار — دوڑتا آگے یہہ جاتا خاکسار

جس طرف جاتا تھا وہ گھوڑا دوڑا — یوں ہی ہوتا اُسکے آگے وہ گدا

کوئی کہا محمود کو جاکر مگر — ہے گدا عاشق ایاز خاص پر

دوسرے دنکو ہوا سلطان سوار — ساتھہ اُسکے وہ ایاز کامگار

وہ گدا عاشق بھی ہمراہ ہو — دوڑتا تھا خوش خوش آگے پیش رو

بادشہ نے جو کیا اس پر نظر — دیکھے آیا عاشق بے پاؤ سر

ہیبت چوگاں سر سو چوگاں کا پٹا — دوڑتا تھا جونکہ میدان کا پتا

پس بلا اُسکو کہا ای شہ رکیبک — کیا تو ہونے چاہتا میرا شریک

پس کہا درویش نے ای بادشاہ — عشق بازیکو گدا کیا پادشاہ

بلکہ ہے عشق گدا اُسسے زیاد — جو گدا اسے عشق رکھتا ہے سوا

نہیں ہے اب اس راہ میں ذرہ شک — مفلسی سے عشق پاتا ہے نمک

عشق تیرا تو ہوا دولت کے زور — عشق میرا رنج اور محنت کے زور

وصل کا سامان حاصل ہے تجھے — صبر کہاں ہے ہجر دردل ہے تجھے

چھوڑ دے یہہ وصل کا سب کروفر — ہجر میں آ صبر کر مرد ہے اگر

پس کہا

پس کہا شہ کیا سبب ابر کو چھوڑ ۔ کوئی وو چوگان سے جک کھتا ہی جور

تب گدا بولا کہ ای شاہ جہاں ۔ کوئی بھی ہی مجہ سریکا سر گراں

میں بھی اور کوئی بھی یہہ دونوں جنے ۔ ہی ہمیشہ یار کے چوگان منے

اسکو میری مجکو اسکی ہی خبر ۔ ہیں ہمیں ہر ایک یوں سرگشتہ تر

لیکن اتنا فرق ہی بے گفتگوئے ۔ نزد اسکے بغل بوسے کیونکہ ہوئے

گرچہ ہیں دونو ہیں بے پاؤں سر ۔ ہی ولے مجہ رنج اس تے بیشتر

زخم چوگاں گرچہ تن پر کھای کوئی ۔ مجکو ہر دم زخم میرے جیو پہ ہوئے

کوئی ہیں گرچہ زخماں بیقیاس ۔ دور تا ہی بیٹھہ سو اسکے اس پاس

کوئی کو یہہ حضوری نت دسے ۔ یہہ خوشی تو مجکو ہر دم نیں دسے

کو نیکے تو مغز میں ہی بو وصل ۔ لے گیا ہی مجسے کوئی گوئے وصل

بعد ازاں شہ نے کہا سن ای گدا ۔ ہی گدا اور کوئی تو مفلس سدا

گر تو مفلس ہی تو لیا اسکی دلیل ۔ مفلسی کی کیا وضا کیا ہی سبیل

پس گدا بولا کہ میں مفلس نہیں ۔ مفلسی کی صورت مجلس نہیں

جب تلک یہہ جیو ہی میرا تن منے ۔ ہوں بصادق مفلسی کے فن منے

جب کرونگا جیکو جانا پر نثار ۔ مفلسی کا ہوئیگا تب اعتبار

تو بھی ای محمود اب ہو جانفشان | جانفشانی عاقبت کا ہی نشان
بات اتنی کرکے وہ مفلس گدا | جی کیا یک پلمیں جاناں پر فدا
یہہ تماشہ دیکھکر محمود شاہ | دل منے کیتا کیا افسوس و آہ
نیں جگت یہہ کلام تا ہر مرد کو | جانتا ہی کیا وہ عاشق درد کو

حکایت لیلی و مجنون کہ عاشق صادق بود

لوگ لیلی کے کہیں مجنونکے تئیں | چھوڑتے تھے نا اپس محلت کتیں
ایکدن جنگل میں جاکر ہو تنگ | پوست دنبہ لیا وہ کس سے منگ
بعدزاں اس جلد کو تن پر پہن | سر کو نیچے کر ہوا دنبہ زمن
پس کہا راعی کو ایصاحب شرف | ہانک دنبو میں مجھے لیلی طرف
تا میں دیکھوں دور سے لیلی کو جا | لے ثواب اتنا براے کبریا
بعدزاں یہہ سخن راعی نے سنا | جوں کہا مجنوں نے اسنے یوں کیا
عاقبت مجنوں جو پہونچا جاکے وہاں | دور سے لیلی کو دیکھا ناگہاں
ہو گیا یکبارگی بیہوش و تاب | سب نکل جاتا رہا جب جوش و تاب
موج کا پانی ہوا سر سے گذر | لے گیا راعی ہزاں بھی ہانک کر
بہار لا چھنکا جو تک سامنہ پہنچ | جوش سے تھنڈا پڑا سارا اسیر

پس کہا

پس لگا پھرنیکو مجنوں ننگ ہرنگ
تب کہا کوئی دوست ای مجنو بھرنگ

تجکو جو پوشاک چاہئے سو مجھے
بول دے در حال تا لادوں تجھے

تب کہا مجنوں کہ ای غم خوار دوست
نیں مجھے پوشاک بہتر غیر پوست

پوست لا کر دے مجھے گر ہی تو دوست
بہ زر زربفت و اطلس ہی یہہ پوست

اسمیں دیکھا ہوں جمال دوست کو
دوست رکھتا ہوں نیں تب سے پوست کو

دل منے تیرے ہی گرچہ عشق دوست
تو بھی جا مجنوں نکے مانند ڈھونڈ بھی پوست

پوست بندھکر ہو بھرنگ اثر دکچہ
سب اثر ادے ماسوی اللہ ہی جو تجھے

حکایت عربیکہ از عرب در ہند آمدہ بود

کوئی عرب سے ہند میں آیا عرب
رسم راہ و ہانکا دیکھا اسنے عجب

کئیں بھر نکانکی گیا مجلس منے
دیکھنا ہی تو نیں کوئی کس منے

سب جواری اور شرابی داؤگیر
سب لٹیرے اور چیتورے بینظیر

پانت پر لا ہاتھ پر دھر چات جائیں
جو ادھر سے آئے سو ادھر اڑائیں

ہاتھ میں ہر ایک کے جام شراب
چاکھنا اسکا مزہ کھانا کباب

دیکھ انکو عرب تو شیدا ہوا
شوق انکے بزم کا پیدا ہوا

وہ عرب بھی جا ملا انمیں وہیں
سر پنہاں تھا اسے سمجھا نہیں

وہ بھرنگا بھی عرب کو دیکھکر
سب لگے کہنے کو آجا ای بھرنگ
لادیا اسکو بھی یک جام شراب
لے گئے یاران جو کچھ تھا اُسکے پاس
جام دوسرا دیکے پھر دوسرا بھرنگ
آگیا پھر کر عرب کو وہ عرب
پوچھنے کو آئے لوگاں کیا ہُوا
چور لے گئے یا گیا کوئی لوٹ کر
ہند کا جانا ہُوا کیوں شوم تجھ
پس عرب کہنے لگا با درد و سوز
وہ کہے آجا مجھے میں وہاں گیا
کہاں گیا وہ مال و زر کہاں وہ لباس
پس کہے لوگاں وے کیسے تھے بھرنگ
پس کہا دیکھو مجھے تم ای عزیز
جسطرح سے میں کھڑا ہوں ننگ دھرنگ

مفت روزی غیب کی سمجھا مگر
ہو ہمارے ساتھ ملکر ایک ننگ
یہہ پیا سو ہو گیا مست و خراب
نقد و زر اور تن پہ تھا جو کچھ لباس
پس اسے گھر سے نکالا ننگ و دھرنگ
بھیک منگتا ہو کے مرتا روز و شب
کہاں گنوایا کس وضا اپنا ردا
کس سبب سے یوں گیا تو ٹوٹ کر
گیا دیکھا وہاں کیا ہُوا معلوم تجھ
میں بھرنگو نیں گیا تھا ایک روز
اِستے آگے ہوش مجکو نیں رہا
کچھ نہ تھا کس بات کا مجکو قیاس
بول ہمکو نا ہو ویں اون سنگ ننگ
یوں ہی ہی در گل بھرنگونکی تمیز
اپنی وضع دیکھو تمھیں سارے بھرنگ

یوں ہی آجا تو بھی اس مارگ منے
شوق گر تجکو ہی رگ رگ منے

رکھہ قدم اس راہ میں مردوں نمن
دے اڑا کر جان و تن اور مال و دھن

کھینچ کر جیو سے پکڑ اسرار عشق
ہوکے جا ایک جام سے سرشار عشق

حکایت مردیکہ بکشتن معشوق قصد کردہ بود

ایک کا معشوق مرتا تھا مگر
کوئی دیا عاشق کو جا اسکی خبر

لیکے دوڑا تیز تر خنجر آب دار
تا سنئے دل بر کو اپنے ہات مار

پس کہے لوگاں کہ کیا کرتا ہی کام
وہ تو اب یک پلمیں ہوتا ہی تمام

سر پہ اپنے تو عبث لیتا ہی خون
کون ایسا کام کرتا ہی زبون

مار نا مردیکو کیا حاصل ہوا
جو کرے یہہ کام وہ جاہل ہوا

پس دیا عاشق نے یوں اسکا جواب
مار نا معشوق کا ہی مجکو لاب

تا مجھے بھی مار ڈالیں لوگ یہاں
اسپہ دوزخ میں جلاویں مجکو واں

ہی بزرگی اس منے دہری مجھے
جو کہیں معشوق کا خونی مجھے

عاشقاں تو اسو ضا جانباز ہیں
جیو میں اپنے دو جہاں سے باز ہیں

حکایت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

جب خلیل اللہ کا آیا اجل
جیو نہ عزرائیل کو دینے اول

پس کہے رب سے تمھیں بھی جا کہو
جیو نہیں دیتا خلیل اعدو تو

تب کہا حق نے اگر ہی تو خلیل
کر خلیل اپنے پہ اپنا جیو سبیل

گر تو رکھتا ہی اپس کا جیو دریغ
ہی بڑی نزدیک میری تیز تیغ

نا کہا کوئی انکو ای شمع جہاں
کیوں نہ عزرائیل کو دیتے ہیں جاں

عاشقاں ہوتے ہیں جانبازان راہ
تم سو کیو رکھتے ہو اپنا جیو نگاہ

یوں کہا میں کیا کروں اب ترک جاں
پاؤں عزرائیل کا ہی درمیاں

مجکو اُس آتش منے جب جبرئیل
آکے پوچھا کیا ہی مطلب یا خلیل

نیں کیا میں اسطرف ہرگز نگاہ
تھی نظر میری بفرمان اللہ

جب کیا نیں میں نظر جبرئیل کو
جیو کب دیتا ہوں عزرائیل کو

جب تلک جیو آپ تیں مانگتا ہی رب
دوسریکو جان میں دیتا ہوں کب

وہ مانگے جب جاں کروں نیں عذر کیوں
ایک جاں کیا لاکھ جاں ہووے تو دوں

دربیان وادی سیوم کہ درباب معرفت عشق گوید

معرفت کی آئے وادی بعد ازاں
پائے نا جسکی نہایت سالکاں

بسکہ اُس مارگ میں ہیں کانٹے بہت
سالکوں پر آپڑیں آفتے بہت

راہ ہر ایک کی نہ ایکہی طور ہی
سالک تن سالک جاں اور ہی

یہ ہر یکس کو ہی ہر یک رہ ضرور — حد مقرر کس کی ہی نزدیک و دور

کیونکہ چل سکتی ہی مکڑی ناتواں — ایکدم چل جائیگا ہاتھی جہاں

زور سے مچھر اُڑیگا کہاں تلک — تیز تر بارا چلیگا جہاں للک

سیر گر ہر ایک کی ہو اس قدر — ایک سانیں ہر کمال ایک دھر

مختلف ہی ایک سے ایکس کی سیر — ایک روش پر آ سکے نیں کوئی طیر

تو تفاوت معرفت میں ہی بہت — کوئی مسجد ڈھونڈھے اور کوئی پوجے بت

جب حقیقت کے گگن کا آفتاب — معرفت کے خلق کوں دکھلاوے تاب

تب موافق ہوئیگا بینا ہر ایک — راز اپنا پائیگا سینا ہر ایک

نا دکھیگا وہ کسے بمغز پوست — کچھ نظر آوے نہ اُسکو غیر دوست

ہر طرف اُسکو دسیگا روئے یار — ذرّہ ذرّہ ہو اُسے آئینہ وار

صد ہزار اسرار اُس زیر نقاب — یوں نظر آوینگے جوں ہی آفتاب

یہہ سو کب جب ہوئینگے چندیں شمار — ایک و اِسرار میں ہوئے مرد کار

ہوئی جو کوئی مرد کامل پاکباز — وہ کرے غوّاص دریا کارساز

آنکا اِسرار کا جب تجکو ذوق — ہر گھڑی تجبیر کریگا تازہ شوق

ہوئیگی جب پیاس تجکو بر کمال — صد ہزاراں لہو تجھے ہوویں حلال

غرق کر دریائی عرفان میں اپس — تا تو سر بر خاک پا جا بیٹھہ بس
ہیں تجھے حاصل اگر شادی کبھی — جا کے اپنے سر پہ کر ماتم تبھی
ہیں اگر تجکو میسّر وصل یار — ہر گھڑی ماتم سے نا دل کو بنا
ہیں نظر آتا جمالِ یار گر — چپ نہ رہ جا کے طلب اِصرار کر
ہیں طلب تو شرم رکھہ دلمیں ای یار — خر مثل کب تک رہیگا بیمہار

حکایت سنگ شدن مردے در شہر چین

چین میں کوئی ہو گیا مرد پتھر — پس وہ روتا ہی ابھی تک نین بھر
جو آنسوں پڑتے ہیں اُسکے چک سے ڈھل — بھوں پہ ہو جاتے ہیں وے کنکر سے گل
وے کنکر گر ہاتھہ بادل کے چڑھیں — حشر تک افسوس کے آنجھو جھڑیں
کیا ہی اِنساں وہ پتھر کا اے عزیز — علم ہی جا چین کو کرے تمیز
علم ہی جو یوں ہوا ہی سنگ سخت — سنگ سے بے ہمتو نکلے ایک لخت
بسکہ ہی تاریک یہہ محنت سرا — علم کا جوہر ہی اِسمیں رہنما
علم کا گوہر اگر تجھہ ہاتھہ آئے — رہنما اپنا تو اُس ظلمت میں پائے
یہہ وہ گوہر ہی کہ اسکندر جسے — لیو کر ظلمت میں بولا ہر کسے
پس لیا کوئی اُس گوہر کو نہیں — جب نکل کر آئے ظلمت سے وہیں

وہ گھر

وہ گہر آخر ہوا یوں بے بہا — سب رہے وے یکطرف افسوس کھا

جن لیا تھا وہ گوہر پستائیا — بہت سے کیونکر نہ میں لے آئیا

جن لیا نا وہ بھی پھر پستایا بہت — دلمیں نا لینے کا غم کھایا بہت

ہو ویں اُس گوہر کے پستانے منے — جو لیا اور نیں بھی وہ دونوں جتنے

تو تو اس ظلمت منے ای بیخبر — ہے سکندر سکے تمن سے راہ پر

علم کا گوہر اگر پایا ہے تو — دو جہانکا راہ بر پایا ہے تو

جب تو یہاں سنے جائیگا چلکر وہاں — نا رہیگا یہہ جہاں نا وہ جہاں

وہ جہاں دو نو جہانسے ہے جُدا — نیں ہے تن سے جاں نا تن جاں سے خدا

دو جہانسے بہار وہ درگاہ ہے — وہاں تو انساں خاص کا جاگاہ ہے

گر تو انپر جا کے وہاں ای پاک باز — ہر نفس ہیں پائیگا سو بھانت راز

ہے اگر اس راہ سے رہ جاے تو — ہے روا رد کر کے حسرت کھاے تو

شب کو مت سو دنکو کم کم کھا طعام — تا طلب ہووے تجھے پیدا تمام

کر طلب یہاں تک جو کم ہووے طلب — بھول جاوے دنکی روٹی خواب شب

حکایت مرد عاشق کہ در مزار خفتہ بود

ایک عاشق تھا دیوانہ بیخبر — سو رہا تھا نیند میں یک گور پر

عشق کی لذت سے جو ہی کامیاب	وہ ہوا دو نو جہانمیں فتح یاب

دربیان وادی چہارم در حقیقت استغنا گوید

آئے استغنا کی وادی بعد ازاں	نا کسے دعوا ہی ہے نا معنے وہاں
بے نیازی کی وہاں ایسی پون	جو کہیگا تو اب اڑیگا بر گگن
اڑ گئی سب اس ہوا سے قوم عاد	کسکو وہاں پروا اتھا اور کسکو یاد
نوح کے طوفان نے گردو با جہاں	کیا کمی ہو گئی کیا بر کم وہاں
یہہ سو ہیگا بے نیازی کا جناب	گر موا اور کوئی جیا تو کیا حساب
سات دریا یہہ جو ہیں اتنے کبیر	وہاں سو یک چوبچی میں ہیں سب جونکہ شیر
یہہ ستارے سات اور سورج چند	ایک چنگاری ہی حق مقلی مگر
سات جنت کو نہیں کچھ وہاں وقار	سات دوزخ سرد ہیں مانند کار
ایک نفس وہاں سو سو ہاتھی آئے جب	ایک چیونٹی کی ہی روزی سے سبب
نا بھرے لوتا اپس کا ایک کوا	جیت کرے ایک قافلہ نو ہی روا
ہوئیں گم اس تھا جو لاکھوں اگر	نا ایک آدھا ہوئے تجھنے بہرہ ور
جل گئے غم سے ہزاروں جب ملک	نا لیا آدم کی صورت نے جھلک
صد ہزاروں تن چھوٹے جب رو حسے	بن گئی تب ایک کشتی نوح سے

صد ہزاراں خاک میں جب سر ہوئے — تا خلیل اللہ صاحب سر ہوئے

صد ہزاراں جب کٹتے طفلوں کے سیس — تا ہوے موسی کلیم اللہ انیس

صد ہزاراں جب ہووے زنار بند — تا ہوئے معتصد سے عیسی ارجمند

صد ہزاراں جان و دل تاراج آئے — تا محمد ایک شب معراج پائے

تا تو نکو قدر نا جھوٹے کو واں — کچھ تو تو قربان کر کچھ ابغلاں

گر ہزاراں دل جو دیکھا ہی کتاب — تو سمجھ لے جونکہ دیکھا ایک خواب

گر ہزاروں جیو سے خالی ہوئیں تن — دو سو اس دریا میں ہی شبنم نمن

بے نیاز یکا جہاں میں نیں حساب — گرچہ ہووے یک جہاں سارا خراب

چھر سریں گر انجم و افلاک سات — پیر تے سمجھو یرا ایک جھڑ کے پات

گر عدم ہو جانے دنیا چار دانگ — تو سمجھ جنیو ہتی کی تو تی ایک تانگ

گر دو عالم ہو کے جاوے سب عدم — سنگ ریزہ جاں ریگستاں سے کم

نار ہے کر جن و انسانکا اثر — جانتے ہیں ہی مہیو کا یک بندر

یہہ جہاں گر خاک میں ملجائے تو کیا — پشم سے جوں کسکی یک مو کم ہوا

جزو و کل گر ہو کے جاوے سب عدم — تو سمجھ لے کھانس کا یک پات کم

ہو کے جاوے گم اگر یہہ چرخ تند — سات دریا میں ستگ گویا کہ بند

حکایت اشارہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

یوسف ہمداں کہ مردِ راہ تھے / سینہ صاف و پاک دل آگاہ تھے

وہ کہے ہیں گر تو جاوے عرش تک / پس اترا آوے زمینکے فرش لگ

تھا جو کچھ اور ہوئیگا خالی جو ہے / ذرّہ ذرّہ دیکھ لے ہر ایک شی

کیا ہے یہ کل اس بحر کا بوند ایک / خواہ بد آوے نظر میں خواہ نیک

سخت تر وادی ہے کچھ یہ سہل نئیں / سہل کر سمجھا تو پس تو اہل نئیں

گر ابل کر ہوئی دریا خون دل / نیں کٹی ہے بات تیری ایک تل

گر چلے تو راہ یہ ساری عمر / جان لے اوّل قدم ای بیخبر

نا کسے اس راہ کا پایاں دسے / نا کسے اس درد کا درماں دسے

سب عمر گر دوڑنا تو جلئے گا / تا ابد بانگ جرس نا پائیگا

گر تو ماندا ہو پڑیگا راہ میں / ہوئیگا جوں یک پتھر اس گاہ میں

نا کھڑے رہتے نہ چلنے بنکے آتے / نا تو کچھ مرنے سے نا جینے سے پائے

پس یہاں سختی سے نا سر کو تو چھپا / رات دن رستے میں اپنا سر کھپا

کام سارے چھوڑ کر یہ کام کر / کام میں تھوڑی بہت سی عمر بھر

کام کرتا رہ جو کچھ ہو آتے سو / دیکھ لے یوسف کو کیا ہو جاوے او

ہر وضع رہ ہر کام میں ای یار تو — خوب نیں ہیگا رہے بیکار تو
کام سے مت بیخبر ہورہ اجان — جب تلک ہووے تجھے حاصل پچھان
جب تلک تو کام کو جانا نہیں — کیا تجھے حاصل جو پہچانا نہیں
بے نیازی دیکھتا رہ یہاں جنم — خواہ خوش ہو خواہ رہا دلمیں ہو غم
برق استغنای پر جب کڑ کڑک — جل اُٹھے سو سو جہاں یکدم بھڑک
تو نہ رکھ اس برق کا کچھ دلمیں چاک — یکجہاں جل کر گیا تو کیا ہی باک

حکایت کسی کہ او را ہاتف آواز دادہ بود

جب نجومی یار آ کرنے منگے — خاک تختے پر بسچھار اکھے آگے
پس کرے وہاں نقش دھرتی اور فلک — چاند اور سورج ستارے یک بیک
بعد ازاں اُسپر لکھے بارہ برج — کئی ستاروں کا تنزل کئی عروج
کہیں نحوست کہیں سعادت کر دکھا — موت کا گھر کہیں جنم کا کر دکھا
کچھ رہا نیں جب حساب نحس و سعد — پس مگر تختے کو جھٹکے اسکے بعد
ہووے پلمیں وہ نقش تب بے نشاں — اس جہاں کا نقش بھی ایسا ہی جان
نیں ہے استغنا کی گر تیرے میں تاب — جا کنارہ بیٹھ کیا تجکو صواب

حکایت مگس شیرینی شہد را دیدہ بطمع در خم ستان در شدہ بود

کس نے بولا راز دل کوئی اہل زار
ہو گیا جب پردۂ اسرار باز

ہاتف غیبی کہا تب اُسکے سنگ
ایغلاں کیا مانگنا ہی تو سو سنگ

پس کہا وو کیا منگوں جو انبیا
سب جنم سو سے ہیں نت رنج و بلا

ہی جو کچھ رنج و بلا جگ میں جتا
انبیا پر اس سے اگلا تھا و تا

جب نبیونکو یہہ بلا ہووے نصیب
پاونگا راحت کہا لسنے میں غریب

پس نہ میں عزت نہ میں خواری منگوں
خوب ہی جی درد سے دلکو رنگوں

جو کہ خاصوں پر کھڑا ہی درد رنج
کہاں ملے ہم عام لوگوں کو یہہ گنج

وو جو تھے خاصے سو انکا حال یوں
میں بچارا اب لا سکتا ہوں کیوں

یوں کہا گر میں نجے تو کیا نفا
نیں کھڑا جب لگ تیرے سر پر نفا

گرچہ ہیگا تو بھی در بحر خطر
ہی و لے کھلکے ہمن پانی اوپر

پس اول دلمیں اپس کے کر بچار
جا پڑا تو کب نکل سکتا ہی بار

کہاں نہنگ قعر کا تجھکو سمجھ
پائیگا تو راہ یہاں تک کیوں سمجھ

ایک مکھی پھرتی چار یکو چلے
کہیں وو دیکھی شہد کی کوٹھی و دے

شوق سے مد کے گیا جب ملیں جوش
شاد شاداں ہو لگی کرنے خروش

جو مجھے لیجلے اسکو ٹھی بھیتر
میں اُسے دیتی ہوں یکجو نقد زر

آرزو کے جھاڑ کو کر آئیے بار — شہد کی کوٹھی مجھے بہتر ہی تھار

از قضا پیدا ہوا کوئی ناگہاں — لیکے زر اسکو پہنچایا جو واں

جوں مکھی خوش ہو گئی کوٹھی منجھا — بند ہو گئی شہد میں ایکا ایک توں

سست ہو گئی بند بھر بھر نے منے — جیو لگا جانیکو تر بھرتے سے منے

بس لگی کہنے کو یہہ کیا قہر ہی — شہد میٹھا مجہ پہ جانے زہر ہی

گرچہ یک جو زر دییں آئی ہوں یہاں — اب وو جو دوں جو لیجاویگا وہاں

کوئی اس وادی منے آسودہ نیں — کون ہی جو دکھ منے آلودہ نیں

تو سو غفلت میں پڑا ہی ای عزیز — کہاں سنے اس وادیکی ہی تجکو تمیز

عمر بے حاصل کیا ہی صرف سب — کیا اچھی حاصل کریگا تو سو اب

اٹھ کھڑا ہو کاٹ سودائیکی بات — جیو کی پروا چھوڑ دے اور دلکو آنٹ

جب تلک اس دل چکی ہی جہاں سنے منی — گلت رہا ہی شرک کی یہاں سنے منی

حکایت عاشق شدن خرقہ پوش بر دختر سگبانہ

کوئی تھا کہیں شیخ مرد خرقہ پوش — دختر سگباں پہ کھویا عقل و ہوش

ہو گیا یوں عشق میں اسکے زبون — جو چلا دل سے ابل کر موج خون

دیکھنے کو زن سکے دلمیں دھرا امنگ — سو رہے شب کو کتو نکے جا کے سنگ

ماں کو جب دختر کے سُن ہوئی یہہ خبر ۔ پس کہی ای آ ایک کام کر

جا کُنے میرے جاتن کر ایکسال ۔ مذہب گبری و سگبانی سنبھال

گر تو عاشق ہی تو کر یہہ کام نقد ۔ پس تجھے لڑکی دیونگی کر عقد

شیخ تھے جوں عشق پر ثابت قدم ۔ پس کہے اسکا نہیں ہی مجکو غم

وے چلے دور تے کتو نکلے لیکہ ہاتھ ۔ خوش سے لگے کرنیکو خدمت دن و رات

تا اِلا بازار میں کوئی دوستدار ۔ پس کہا اُن کیا کیا تو خستیا

زہد مردونکے ہمن کر تیس سال ۔ کیوں ہوا سگبان گبر بدفعال

پس کہا عاشق نہ کر قصا دراز ۔ گر سمجھتا تیں تو اِس پر دیکی راز

حکمت تقدیر سے چارا نہیں ۔ جو ازل سے ہی سو سب ہووے وہیں

کسکو ہی معلوم یہہ علم قدیم ۔ عاقبت کیا ہوئیگا سوای ندیم

گر خدا چاہے تو میرے ہاتھ سے ۔ یہہ کہتے دیوے چھُڑا اسبا تسے

کیا کہوں دل کا تجھے میں درد و آہ ۔ خوں ہوا لیکن ہوا نیں مرد راہ

راز داں اسرار کا جو ہوئی سو ۔ بات کو میری سمجھ میں لائے او

گر کہو نمیں راہ کا دُکھ آہ و آہ ۔ سو رہینگے جب ہمیں گم کرکے راہ

حکایت مریدیکہ از پیر خود ارشاد طلب نمود

پیپر سے

پیر سے بولا ایس کے کوئی مرید
کچھ مجھے بولو کہا جا ای پلید

دل کو اول دھوکے کر تو صاف خوب
پس کہونگا میں تجھے یک نکتہ خوب

مشک کی بو پائیگا کب گندہ مغز
مست مجنوں کب سنیگا نکتہ نغز

دربیان وادی پنجم در حقیقت توحید

آئے وادی بعدزاں توحید کی
منزل تجرید اور تفرید کی

ملکے سب اسہی جنگل میں آئینگے
جمع ہو آخر کو یک ہو جائینگے

بہت ہوئیں استعداد یا تھوڑے سنو
ایک یکیں میں تب رہینگے ایک ہو

جو کہیں ایک ہو ویں ہوئے یک کنے
فرق کرتے کس سے کس کو نا بنے

نہیں ہے یک اب جو وہ کہنے میں آئے
بلک ایسا ہے کہ وہ دو جا کوئی نہ پائے

ایک ہے ایسا نہ از روئے عدد
نا ازل معلوم اُس کو نا ابد

جب ازل کو اور ابد کو کوئی نہ پائے
ہیچ پن دونوں منے کچھ بھی نا آئے

جو ہمیں سب ہیچ ہیں اور ہیچ سب
ہیچ پن کوئی اصل میں کیا پائے کب

حکایت مرد دیوانہ کہ ازو احوال جہاں پرسید

پس دیوانہ سے کہا یوں کوئی عزیز
بول مجکو یہہ جہاں کیا ہی سو چیز

پس کہا وہ یہہ جہاں بن نام و ننگ
یک درخت موم ہے سو ہمہ رنگ

جب رگڑ کر ڈالیں اُسے یوں لیکے ہاتھ — ہوئیگا سب موم ملکر ایک ذات
چونکہ یہہ سب موم ہی بھی کچھ نہیں — جان وہاں کس ذاتکی خواہش نہیں
ہوئے جب یکسو دوئی کچھ نا رہے — یہاں تو کوئی یہہ کہے وہ نا کہے

حکایت بو علی قلندر کہ پیرزن یک رقعہ نذر آوردہ بود

ایک بوڑھی کوئی بو علی کے پیر لگے — رقعۂ زر کر نذر بولی کہ لے
شیخ بولے کے مجھے ہی عہد یوں — جو خدا یا دے مگر کس سے نہ لوں
بعد ازاں بولی بوڑھی ای بو علی — نیں گئی تجھسے ابھی تک احولی
مرد یہاں ہرگز نہ جانے کسکو غیر — ہی اگر کعبہ وگر ہی نقش دیر
اُسنے سو اُسنیں اُسنے کہے — ذات سے حقکی ہمیشہ مل رہے
وہ کبھی دیکھے نہ غیر از حق کسے — وہ نجانے غیر حق مطلق کسے
وہ سو لسکے ساتھ اُسنے اسمیں جم — اور جدا تینوں صفت سے ہی جنم
بحر میں وحدت کے جو کوئی گم نہیں — شکل ہی مردم کی لیکن مرد نہیں
عاقبت ایک روز وہ خورشید غیب — منہہ دیکھا دیگا ایس کا کھول جیب
جو ملا خورشید سے ایس کے سو — نیک و بد سے اپنے فارغ ہی سو وہ
جب تلک تو ہی تلک ہی نیک و بد — گم ہوا تو نیک نا کوئی پائے بد

لے رہا ہی تو جلگ راہ وجود
نیک و بد ہوتا ہی سب تجکو نمود

کاش ہوتا تو عدم اول نمن
تا نہ ہوتا تجکو کچھہ یہہ ما و من

آ ابھی تو ہو صفات بد سے پاک
بعد زاں کچھہ یہاں نہ کچھہ ہو یا کہ خاک

کیا سمجھہ تجکو جو تن میں ایفلان
کیا نجاست کیا بلائیں ہیں نہاں

سانپ بیچھوں تنکے ہیں پر دانز
سوئے ہیں خاموش ہو کر بیخبر

گر جگاوے گا تنک انکو پک بلا
زود دوڑیں ہو کے ہر یک بلا

سانپ بیچھوں تن میں ہر یک کے تو ہیں
خوب دیکھیگا تو دوزخ میں جو ہیں

سانپ بیچھو تن کے کر سب دور لو
بعد زاں جا گور میں آسودہ سو

نیں تو یہہ بیچھوں تجھے اور سانپ جم
کل شتے رہینگے قیامت تک جنم

وہ جدا یا بیہودہ کیا بکتا ہی بول
شیخ کی توحید کا اسرار کھول

مرد سالک آئی اس وادی میں جب
تا رہے آپس میں آپیں وہ جب

ہو وے گم یہہ جب کہ پیدا ہووے وہ
ہو گیا گم جو کوئی پایا ہی کہ سہ

جز سے کل ہو کر نہ جز تا کل رہے
جاں و تن جا کر صفت صورت رہے

دیکھہ اس مکتب کا یہہ سیر عجب
صد ہزاراں عقل ہیں یہاں خشک لب

یہاں نگاہ میں عقل کو کچھہ نیں دھندا
جو کہ ما کے پیٹ سے بہرا اندھا

جسکو یہہ ٹک کر جھلک پنا دکھائے | وہ دو عالم سے الپ کا منہہ پھرائے
سب خودی اپنی گنوا خود ہو رہے | سد سے اپنے جا کے باسد ہو رہے
نیست ہو کر ہست کا لیتا ہے شان | ہیں نہی ہی بھی یہہ نیں طلق پہچان

حکایت حضرت لقمان کہ سرکشی از جناب کبریا کردہ بود

سرخسی لقمان کہے ہیں ای الہ | میں بندا بوڑھا ہوں اور سرباؤ راہ
پس رکھیں بوڑھے بندے کو شاد کام | کرکے آزاد اسکو نافرمائیں کام
میں عبادت میں کیا ہوں سرسفید | مجکو بھی آزادگی کی ہی امید
پس کہا ہاتف کہ سن ای بندہ خاص | بندگی سے جو منگے ہووے خلاص
عقل اسکی ہوئے کم تکلیف جائے | چھوڑ کر دونوں کو اس درگہ میں آئے
شیخ نے بولے کہ میں منگتا ہوں تجہ | عقل اور تکلیف نیں درکار مجہ
پس یکایک ہو گئے دیوانہ شیخ | عقل اور تکلیف سے بیگانہ شیخ
پس کہے کوئی یہہ گرہ کھولو تمھیں | بندنیں تو کیا ہوا بولو تمھیں
یہاں نہ بندگی اور آزادی رہے | دل منے کچھ غم نہ کچھ شادی رہے
بے صفت ہوں اور نہیں ہیں بے صفت | مرد عارف ہوں و لے نیں معرفت
نیں سمجھتا میں ہوں یا تو ہی ہے | ہو گیا سب محو میں تو نا رہے

حکایت معشوق

حکایت عاشق و معشوق گوید

کہیں ہوا معشوق کسکا غرق آب — عاشق اسکا بھی پڑا جا کر شتاب
ڈوبنے دونوں لگے پانی میں جوں — تب کہا معشوق نے عاشق سے یوں
میں تو یہاں اگر پڑا تھا ناگہاں — آپ سے اگر پڑا تو کیوں یہاں
پس کہا میں یوں پڑا ہوں انکے — آپ سے میں نیں جدا نا جان کر
کئیں مدت سے میں سو ملتے سنگات — ہو رہا ہوں یک بدن میں یونکہ بات

حکایت سلطان محمود و گفت گوئی ایاز

غزنوی محمود سلطاں نامدار — دیکھنے لشکر کو نکلا ایک بار
جمع کر لشکر و حشم کو ایک ٹھار — ایک بلندی پر ہوا شہ ایکبار
خاص تھے خلوت منے وہ اہل راز — ایک حسن پر دماں اور دیم ایاز
شاہ اپنا دیکھکر لشکر حشم — دل لیہ دل کھو رہے اتھے سب ایکدم
شادماں خاطر ہو بولا ای ایاز — تو سو ہے محبوب میرا دل نواز
ہے جیتا یہہ ملک اور لشکر سپاہ — اب یہہ تیرا تو سو میرا پادشاہ
گرچہ یہہ بولا شہ عالی گہر — چپ رہا سنکر ایاز نامور
پس حسن بولا وہاں جب بالضرور — ای ایاز بے ادب اتنا غرور

شاہ نے تجکو نوازا تھا سو یوں | تو ادب اسکا بجا لایا سو کیوں

پس ایاز اُسکو دیا حالی جواب | میں ہمیں تو غافل از راہِ صواب

ایک تو یوں ہی زمیں کو چوم کر | عجز کیتا یا پڑا میں خاک پر

پس مقابل شاہ کے انعام پر | میں ہوا گویا برابر سر بسر

کون ہو نمیں تا برابر کر سکوں | خود نمائی کا سخن میں کیونکروں

میں غلام اسکا ہوں وہ مالک و لے | حکم اُسکا ہی نہیں ہیں کچھ و لے

یہہ سخن سُنکر حسن بولا شاباس | آفریں ہی ای ایاز حق شناس

کیوں نہو روزی تجھے انعام شاہ | کیوں نہو وے دمبدم پیغام شاہ

یہہ سخن جو تو کہا سو ہی صواب | بول دیگر بھی ابھی جو ہی جواب

بعد ازاں بولا ایاز ہوشیار | راز پنہاں کو کہو نمیں آشکار

شاہ سے خلوت اگر ہوتی تجھے | بات کی لذت دگر ہوتی تجھے

تو سو حالی راز کا واقف نہیں | کیا کہوں تجسے جو تو ہمدم نہیں

پس حسنکو شاہ فرمایا خطاب | حاضری لے فوجکی جا کر شتاب

جو ہوا خلوت کہا شہ ای ایاز | اس جواب خاص کا کر کشف راز

بعد ازاں بولا ایاز نامور | شاہ جب کرتا ہی میرے پر نظر

روشنی سے اس نظر کی لے سخن
محو ہو جاتا ہی میرا تن بدن

شاہ کے پرتو سے میرا ہیہ جو د
گم ہو جاتا ہی کرو نمیں کہوں سجود

تو کیا جو ایک نوازش ہا ہزار
وہ نوازش جان تو اسکی بہار

میں کیا ہوں تا کہ بندگی کر دیکھاوں
تو ہی جوں خورشید روشن میں نا ہو چھاوں

چھاوں جب خورشید میں گم ہو کے جائے
چھاوں کا نام و نشان ہر گز نپائے

جب بندا ہووے فنا تب حق رہے
باطل اُٹھ جاوے تو حق مطلق رہے

حکایت وادی ششم حیرت گوید

بعد ازاں حیرت کی وادی پیش آئے
مرد یہاں حسرت سے اپنی سدگنوائے

ہر نفس اُسکو ہووے کھاند نیکی دھار
پھور چھاتی روئے نلل زار زار

آہ درد و سوز سے نت تلملے
درد غم سے شب تلے نا دن تلے

ہوئے ہر یک موئی اسکی نیشتر
خون دل آوے اُبل کر پیشتر

مرد حیراں کب وہاں تک راہ پائے
معرفت کی راہ حیرت سے گنوائے

جو اُسے توحید دل پر آئی سو
پلمیں گم ہو پلمیں گم ہو جا سو

گر اُسے پوچھیں کہ تو بھی ہی کہ نیں
او کہے کچھ نیں سمجھتا ہوں سو میں

مرد عاشق ہوں ولے کسکو کہوں
نا مسلماں ہوں نکافر ہوں اچھوں

عشق میرے کی مجھے کچھ نہیں خبر | ہی ولیکن عشق کا دلمیں اثر

حکایت دختر کسے پادشاہ کہ خوبصورت بود

تھا کہیں کوئی پادشاہ نامدار | اسکی دختر ایک تھی چنچل نگار

طرۂ شب رنگ جسکا دام دل | رخ نورانی آفتاب کام دل

حسن میں از بسکہ تھی رشک پری | دھوندھتی پریوں پہ تھی وہ سروری

نوش لب نوشیں دہن شیریں سخن | بے تکلف خضر کا چشمۂ ذقن

غمزہ جادو گر تبسم دلفریب | خوش نگاہ دشمن صبر و شکیب

ہوشیاراں دیکھ اسکے نین مست | ہوئیں پلمیں بیخود و بے پا و دست

دلبر نازک ادا شیریں مقال | جلوہ گر سر تا قدم اسکا جمال

از قضا اس شاہ کا بھی یک غلام | حسن میں تھا غیرت ماہ تمام

یوسف ثانی کہا جاوے جسے | جگمیں جوڑا کوئی اسکا نا دسے

جس گلی بازار میں چلجای او | نار و نر حیرت سے جاوے دنگ ہو

نا کہاں دیکھی اسے چنچل کہیں | عقل و ہوش اپنا گنوائی سب وہیں

جوش کھا کر گر پری یکبار گی | تن میں جیو نے کیا آوارگی

عشق کے آنے سے گئی سب عقل ناتھ | سد نکل گئی ہوئی صبوری سینہ بہات

جب نیند ہوئی دلہن رات وہ بیقرار — تب سہیلیوں سے لگی کرنے بیچار

از قضا اسکی سہیلیاں تھیں جو دس — تھیں وے سب فن میں نکو دسترس

خوش گلو گانے میتے ہر یک پری — ناچنے میں طاق ہر یک چھند بھری

گیانمیں اور گن میں ہر یک سحر کار — چاند کو آسمانسے لاویں اُتار

بعد ازاں اوشاہزادی ان سنگات — راز دل ظاہر کری اور جیو کی بات

جیو میرے پر عشق نے لایا ہی زور — ہوئی میں یک ماہ سے مکھ کی چکور

عشق نے اسکے کیا ہی مجکو زیر — رنج وحسرت نے لیا ہی مجکو گھیر

وہ سو میرے باپکا ہیگا غلام — کیوں کروں میں پختہ سودای خام

گر اُسے بھلاؤں نہیں جو اپنے سنگ — نا رہے ہرگز میرا ناموس و ننگ

صبر کرنے کی بھی نہیں طاقت مجھے — درد سہنے کی کہاں ہمت مجھے

نا کسے میں راز دل کا کہہ سکوں — نا بغیر از یار کے میں رہ سکوں

کون ہی جو اسکو مجھسے لا ملائے — اور اُسے میری حقیقت کہہ سنائے

پس لگیں کہنیکو وے سب حور زاد — جمع رکھہ خاطر اور کر دلکو شاد

ہم اُسے اس رات لاویں اسو ضا — جو نہ سمجھے راز اسکو کس وضا

بعد ازاں اُٹھہ کر سو یک ناری چلی — اس غلام خوش لقا سے جا ملی

نازسے جام وصراحی کر طلب
بزم کو خلوت کے کیتی پُر طرب

بعدزاں دارو پیئے بیہوشی ملا
اسکو دو بستہ جام بھر دیتے پلا

ہوگیا جب مست بیخود وہ غلام
یہہ سندر دلمیں ہوئی پشادکام

چھند بھریاں ناریاں اسکو اُٹھا
لاکے اُسکے پلنگ کو آگے رکھا

لا رکھا اُس نازپرور کے حضور
وہ بہت دل میں ہوئی اپنے سرور

لیکے بیٹھی اُسکو اپنے تخت پر
اور نثار اُسپر کیئے درو گہر

جو گئی یکباس جاتی جب رین
اُس غلام مست نے کھولے نین

دیکھتا کیا ہی کہ زرکا ہی محل
تخت پر بیٹھی ہی زرکے یک چنچل

ہر طرف جلتی ہی شمع عنبریں
ریختہ گاتی ہیں آگے نازنیں

فرش عالی ہی مصفا جابجا
قصر و ایواں جوں بہشت دلکشا

نازنیں ہیں مثل حوراں باطرب
لے کھڑی ہیں جام شیشے باادب

اور آپیں شاہزادی کامگار
مست ہوکر دیکھتی ہی روی یار

عشقکی مے سے نین سرشار تھے
نرگس شاداب گوہر بار تھے

ہوگئی ہی عقل گم بیہوش جان
نیں سمجھتی یہہ جہاں نا وہ جہاں

دلمیں حسرت شوقکا سینہ میں جوش
حبیب سے خاموش لب سے بادہ نوش

بلوی سے

بوی سے عنبر کے ہی تر مغز سر
لذت می سے جگر ہی باجبر

لگ رہی ہیں چلک سے رخ باتازے
کان موسیقار کے آواز سے

جونکہ دیکھا کھول کر چلپ او غلام
اس پری پیکر نے دیتا بھر کے جام

دیکھتے اسکو جواں حیراں ہوا
فکر اندیشہ میں سرگرداں ہوا

خواب و بیداری کیا نیں فہم کچھ
بیخودی نیں با خود دیکا وہم کچھ

راز کا بھی کچھ سررشتہ نا سمجھ
دیکھکر صورت پڑا پل میں الجھ

بعدزاں وہ نازنیں خودپرست
یار کے دیدار سے ہو جا کے مست

قند سے لب سے شکر لینے لگے
بوسۂ بادام پر دینے لگے

شوق کے کب جوش سے چومے نین
ہات میں لے بوسے دیو کب ذقن

چاند سے چہرے اوپر قرباں جائے
لب پریشاں ہو سیہ زلفوں پہ جائے

ناگہانی صبح کا آیا پیام
سو گیا آخر کو مستی سے غلام

بعدزاں وے پر مکر سب نازنیاں
لے گیاں تھیاں اسکو جہاں تے لادھریاں

آشکارا جب ہوا غوغائی روز
یہہ غلام انکھیاں نہ کھولے لگ ہنوز

دل منے اگر بھی اسکے وہ نار
بہہ چلے چشموں سے آنسو بےشمار

حال سے شب کے پڑا حیرت منے
خون دل کھانے لگا حسرت منے

پھاڑ کر کپڑے کیا سب تن کے چاک
ڈال کر سر پر اپسکے گرد خاک

پوچھنے کو آئے لوگاں حال جوں
پس کہا میں کیا کہوں بولوں کیوں

شب کو میرے بر میں تھا ایک آفتاب
ناگہاں جا اسکو بیداری خواب

خواب گر بولوں تو میں تھا جاگتا
جاگتا بولوں تو سپنا ہی تا

میں جو کچھ دیکھا ہوں اپسکی
خواب میں بھی کون دیکھیگا بشر

حال گذرا ہی جو مجھپر آج رات
کیا کہوں کہنے میں نیں آتی ہی بات

پس کہے لوگاں اُسے ای مرد نیک
بول آخر ٹک کچھ   یا تو نے ایک

پس لگا کہنے کہ نیں مجکو خبر
میں نہ ایسا کوئی دیکھا ہوں بشر

تب کہے دیکھا ہونگا خواب تو
جتنے ہی دیوانگی تجکو اجھوں

یوں وہ بولا ہی مجھے معلوم نیں
خواب و بیداری ذرا مفہوم نیں

میں نجانوں مست یا ہشیار تھا
خواب میں تھا یا کہ میں بیدار تھا

نا مجھے یہہ بات جاتی ہی بسر
نا نظر آتا ہی اُسکا کہیں اثر

کیا کہوں کیسی تھی وہ صاحب جمال
نیں کہیں دنیا میں کوئی اسکی مثال

یہہ سورج اُسکے آگے یک ذرہ ہی
ذرہ کب سورج طرف لیجاوے

نیں کہا جاتا ہی اُسکا کچھ نشان
گرچہ میں دیکھا ہوں انکھیوں سے عیاں

ما ہو رہا ہوں

ہورہا ہوں جان کر انجان میں | نت ہوں اس حیرت منے حیران میں

حکایت دختر یکہ مادرش بر بیت او میگرید

گور پر دختر کے کوئی روتی تھی ماں | راہ رو کوئی شخص جاتا تھا وہاں

پس کہا مرد و لئے بہتر تو ہی نار | جو ہوا پنہاں نہ کر ستر آشکار

جانتی ہے تو پری جو کس سے دور | اُسکی خاطر اس وضا ہی ناصبور

خورش ہے اسکا حال جو سمجھا ہے سو | کس پہ تو روتی ہے زار و زار ہو

وای مہری پر نہیں مجکو سمجھ | زار و گریاں کس سے ہوں نت اُٹھ

یہہ نہیں مجکو خبر روتی ہوں کیوں | دکھ منے گلجانت حسرتیں ہوں

دل گیا ہے گم اُسی منزل منے | بلکہ منزل بھی نظر آتی نہیں

تا تو اس گھر کا مجھے دروازہ پائیے | نا سرشتہ عقل کا کچھ ہاتھ آئیے

جائے جو کوئی وہاں تلک سر گم کر | چار دیواری کر اور گم کرے

تب ایک آدھا شخص وہاں جب پاریا | ایک پلمیں سب سے اسرار پائیے

حکایت صوفی کہ بر راہ معرفت

کوئی صوفی راہ سے جاتا تھا | راہ سے آواز اُسنے یوں سُنا

اُسکو کبھی گھر کی میرے پائی ہے | دیو نہیں مجھکو تو مشکل آئی ہے

جو پڑا ہوں میں اسکے گھر سے بار
اُسکے غم سے ہی میرا دل خار خار

پس کہا صوفی کہ در بند ہی اگر
جمع رکھہ خاطر نہیں کچھہ گھر کو ڈر

ہیں تو دروازہ پکڑ کر بیٹھہ رہ
قفل کی بھی کوئی کھولیگا گرہ

ہی ولیکن مجکو مشکل سخت تر
نہیں مجھے کھیلی سپر تی ہی نہ در

آپڑا ہوں وادئ حسرت میں
ہر نفس گذرے مجھے حیرت میں

حیرت و حسرت کے کب تک دن بھروں
گم کیا ہوں سو کہاں ڈھوندھتا پھروں

ایکذرہ گر تو حیرت میں پڑے
دمبدم ہر لحظہ حسرتمیں پڑے

حکایت مرید کہ پیر خود را در خواب دیدہ بود

پیر کو کوئی خواب میں دیکھا مرید
پس لگا کرنے کو جا گفت و شنید

ہیں تو تیرے غم سے ای شمع جہاں
رات و دن جلتا ہوں نت غم میں عیاں

حال تیرا کس طرح ہی واں سو بول
گو ہر معنے بیان اپنا سو رول

پس کہا اس پیر نے حیرت سے گات
کاٹتا ہوں میں یہاں حیرت سے رات

ہی کیا استہار مجکو قید و بند
تمسے حیران ہوں زیادہ چار چند

اسجہاں کی مجکو حیرت ہی جو اک
ایک دو نگر ہی تمہیں سمجھو لیک

وادی ہفتم فقر و فنا

بعدزاں ہی وادی فقر و فنا
یہاں سو گنگے اور بہرے ہوکے رہنا

کیا ہی یہہ وادی فراموشی محض
بیخودی مستی و بیہوشی محض

شمس روشن جگ منیں ہووے جب نمود
چھاؤں مکا ہرگز نہ ہووے کہیں وجود

جب سمندر کی ہلوری جوش کہائے
نقش کچھہ ہرگز سمندر پر نپائے

کیا ہی یہہ دنیا سراسر نقش آب
ہوویگا یہہ نقش یک پلمیں خراب

اس سمندر میں جو کوئی گم ہوجائے
اسکو آسائش سو کم ہونیں نپائے

دل کو اس دریای آسایش اندر
ہی نہیں ہونے میں کم چارہ دگر

آئے جو گم ہو پھر آسایش کے یار
جان اسکو صنع حق کا رازدار

سختہ سالک وہ جو ہی مردانہ مرد
سیر کرنے جب منگے میدان درد

ہوویں گم اول قدم دہرتی منے
پس قدم دوسریکو جا کر کیوں لینے

جب نام پہلے منے گم ہووے تب
پھر کے آوے وہ تو دستا ہی عجب

لیکہ آتا ہی کبہوں گم گشتہ وو
ہوئی جدا کیوں بند ملا دریا میں سو

جسکو اس عالم سے ہی یکبار اثر
اسکو اس عالم میں نئیں یکمو خبر

حکایت پروانہارا گوید

جمع آئے ایکدن سارے پتنگ
شمع کے طالب ہوئے سب ایک رنگ

پس لگے کہنے یہاں سنے کوئی جائے — ہی کہاں شمع خبر جلد لیسے لائے

بعد ازاں جا کر پتنگ یک دور سے — دیکھ آیا نور کو کہیں شمع کے

جسطرح حاصل کیا تھا معرفت — شمع کی کرنے لگا سب سے صفت

بعد ازاں دوسرا پتنگ وہاں سے چلا — جا پڑا سو شمع پہ کچھ کچھ جلا

وہ سیانا اسکو بھی بولا ہیں — کچھ خبر تحقیق اسکو بھی نہیں

تیسرا بھی اُٹھکے خوش دوڑا گیا — شمع پر جل کر انگارا ہوا

دیکھکر اسکو سیانا دور سو لیا — شمع کے بہمرنگ سن مکھ نور کوں

بس کہا اسکو خبر ہی شمع کی — جو اگن باہر اندر ہی شمع کی

کیا سمجھتا ہی وہ شمع بیخبر — ہی جسے یکذرہ ہستی کی خبر

ہوئے جو یوں بیخبر او بے اثر — اسکو سمجھو سب سے نکلا با خبر

جسم جاں سے بیخبر جب لگ آئی — وہ خبر جاناں کی بولو کیونکہ پائی

ہی تجھے یک بال بھر اپنی خبر — جیو میں تیرے آئیں ہر دم سو خطر

دم گذرتا ہی سو نہیں محروم تھا — دوسرے کو سوز کب معلوم تھا

حکایت یکی صوفی کہ در راہ میرفت

کوئی صوفی راہ سے جاتا اتھا — پیچھے سے کوئی رند بھی آتا اتھا

ناگہاں اس رند نے صوفی کیتیں / کھینچ موکی ماری گردن پر ہیں

سو سن کر اس مکیکا صوفی نے دکھ / رند سے بولا اپس کا موڑ مکھ

ایقلاں جسکو تو مارا ہی تا ل / ہو گئے ہیں اسکو مر کر تیس سال

رند بولا ہی مجھے آتا عجب / مر گیا جو بات یوں کرتا ہی کب

تجکو یہہ ہر دم ہی جلک بیدم نہیں / بال بھر تو ہی تلک محرم نہیں

بال بھر گر ہی اضافت درمیاں / ہی تجھے سو سو مسافت درمیاں

خواہش اس منزل کی ہی تجکو اگر / رکھہ نکو آپکی ہستی بال بھر

پاس تیرے ہی جو کچھہ سب دے جلا / سر پہ نا پگڑی رہے اور نقش پا

مت اندیشہ کر کفنکا کچھہ کبھی / جا اگن میں پر ستی ہو کر ابھی

خاک ہو کر جائے تیرا رخت جب / ذرہ خود بینی تیری گم ہوئے تب

جو کہ پردا ہی تجھے تیرا وجود / وہاں کہا اس مال دولت کو نمود

ہی جو کچھہ نزدیک تیرے دور کر / خلوت دلکو اپسکی نور کر

ہوئیگی جب دلکو تیرے بیخودی / جائیگی گم ہوکے نیکی اور بدی

جب گئی نیکی بدی عاشق ہی تو / پس قبائے عشق کے لائق ہی تو

حکایت پادشاہ بلہ اسیر شدن خواص صوت لعو

پادشاہ کوئی تھا بڑا نامور / اسکو بیٹا ایک تھا رشک قمر

پاک سیرت خوش لقا یوسف مثال / مکھ پونم کا چاند اور ابرو ہلال

کوئی نہتا خوبی منے کو اسکی جوڑ / چاند کو تو لیں تو اسمیں بھی ہے کھوڑ

رخ نورانی غیرت ماہ تمام / جگ کے خوباں سب کہیں اسکے غلام

کر سکے کوئی کس وضع اسکی صفت / جس صفت کو وہاں نہ تھی کچھ معرفت

رات کو آتا اگر بیرد یسے باہر / آفتاب تازہ ہوتا آشکار

چھوڑ دیتا مکھ پہ جب لف سیاہ / چھپکے جاتا انکے پردہ میں ماہ

جس طرف کرتا نگاہ نرگس نمین / اسطرف نرگس کے کھیلتے صد چمن

ہنس کے مکھ سے پھول جب کرتا نثار / باغ کھیلتے کئی ہزاراں صد بہار

کہیں نہ دکھتا تھا دہن کا کچھ نشاں / جو عدم ہی سو نشاں اسکا کہاں

فتنہ جا دو جہاں تھا وو جواں / الاماں فتنہ سے اسکے الاماں

جب نکلتا باہر کہیں ہوکر سوار / ساتھ چلتے ہر طرف شمشیر دار

کوئی مگر اسکی طرف کرتا نگاہ / مار ڈالے اسکو جانسے بیگناہ

ناگہانی از قضا درویش ایک / ناپکا کچھ برا سمجھا نہ نیک

پلک بیک اسکے اوپر شیدا ہوا / سوز دلمیں عشق کا پیدا ہوا

غوطہ دل کے

غوطہ دل کے خون میں کھانے لگا
گرچہ دلمیں چپ نہ رہ سکتا تھا وہ
جان و دلمیں لے رہا جب عشق غم
رات کو کوچہ پہ اُسکے کرکے تھار
کوئی نہ تھا محرم اسے کچھ درد و غم
نا رہا باقی تو کچھ مرنے سے منے
اس گلی میں جب کبھی شہزادہ جاے
از قضا شہزادہ نکلا ایک روز
ہر طرف لوگونمیں بھاگو بھاگ ہوئے
ساتھ کے جو تھے نقیباں راہزن
غُل پڑا ہر تھار مارا مار کا
سنکے وہ درویش بھی یہ غُلغلا
ہو گیا بیہوش شہزادیکو دیکھ
گھا ہوا تھا بیچاری نعرہ مار
بہہ چلے انکھیوں سے ہو کر اشک خوں

سرد آہیں دمبدم کھانے لگا
کس سے آتا کچھ نہ کہہ سکتا تھا وہ
دیکھنے ہر دم لگا رنج و الم
دمبدم روتا تھا نت وہ زار زار
درد و غم نت کھینچتا تھا اور ستم
دن گذرتے تھے سو دم بھرنے منے
نیم جاں درویش وہ بھی جان پائے
پھر گیا بازار میں غوغای سوز
چوک کے کل پھیرو بارا بات ہوئے
کئی غریبوں کو دئے خونی کفن
شور محشر کا اُٹھا ایک بار کا
دور سے دیکھا نظر اپنی چلا
خون مارا جوش شہزادیکو دیکھ
اڑ گئی صبوری دل سے اور آرام وار
ہو گیا بیہوش یک پلمیں سو یوں

رنگ اڑ جا کر پڑا مونہہ جوں بھٹک — رہ گیا جیو اٹک ہونٹوں میں اٹک

کوئی رقیب اس راز سے آگاہ ہو — شاہ سے چغلی لگایا جا کے وو

جو تیرے نور البصر پر ایک گدا — عاشق جانی ہی اور جیو سے فدا

شاہ غیرت سے ہوا بیہوش وہیں — دل منے غصے سے لایا جوش وہیں

پس کہا لیجاؤ اُسے سولی تلے — رحم اسکے حال پر کوئی ہرگز نلے

سنکے دوڑے یہہ نقیباں او وزیر — لیچلے حالی گدا کو کر اسیر

لیکے آئے جب اُسے سولی کنار — حیف کھا رویا جگت سب زار زار

نا اُسے وہاں کوئی شفاعت خواہ تھا — نا کوئی اُس درد سے آگاہ تھا

جب اُسے سولی پہ دینے کو لگے — تب گدا پردہاں کے آکے آگے

عجز و زاری سے لگا کہنے کو یوں — بے گنہ تم مارتے ہو مجکو کیوں

دیو مجھے فرصت تو بارے اس قدر — جو کروں میں سجدہ حقکو یاد کر

بعدزاں فرصت دیا اسکو وزیر — تا کرے سجدہ خدا کو وہ فقیر

پس گدا سجدہ میں بولا ای الہ — مارتا ہی شاہ مجکو بے گناہ

جب تلک اس تنکو ہی جیو کا وصال — شاہزادیکا مجھے دیکھلا جمال

تا دیکھوں دیدار اسکا ایک بار — شوق سے اس جیو کو ڈالوں اسپہ وار

آشکا جب

آئیگا وہ جس گھڑی مجھکے نظر — ہوئیگا جیو مجکو دینا سہل تر

یا الہی کر اجابت یہہ دُعا — یو نچہ ہی آخر کو میرا مُدعا

میں سو تیرا ہوں بندا با صدق سوز — گرچہ عاشق ہوں نہیں کافر ہنوز

جوں دو عالم کا ہی تو حاجت روا — یوں ابھی کر تو میری حاجت روا

جاں فشانی پر لگا درحال تیر — جو دعا یوں عجز سے مانگا فقیر

ناگہاں اس راز کا آواز کہیں — کان میں آیا وزیر شہ کے وہیں

وہ مناجات و دعا درویش کی — دردمندی زار سے دلریش کی

عرض کی وہ شاہ سے جب بسر — شاہ کا دل یہہ سُن ہوا زیر و زبر

پس کہا اب شاہزادیکو لیجا تُو — جاکے اس درویش سے جلدی ملاؤ

تا کرے دلداری اس درویشکی — نوش لب سے فکر اسکے ریش کی

جو لگا ہی اسکو تیر انیشتر — لطف کا مرہم اسے پیشتر

پس تیرا دیکھا اُنے ہی بہت قہر — دے اُسے شربت کہ مونہہ کا ہی زہر

دلبر لیبے نلے اُسے جو لسنے اوچا — آئیگا تو اُسکو اپنے سات لیا

بعد زاں شہزادہ یہہ سُنکر خبر — صدق سے لایا بجا حکم پدر

دلبری سے جاکے اس درویش پاس — دیکھتا کیا تو پڑا ہی وہ نراس

لوٹ تا ہی خاک پر سولی تلہار | عالم یک روتا ہی اسپر زار زار

اشک خوں سے اسکے ہووے خاک تر | نا اسے کچھ تن کی سدھ ہی نا خبر

دیکھ شہزادے نے اسکا حال جب | بھر لیئے آنکھو نمیں اپنے نیر کوں

پس چھپانیکو لگا ہر چند آنسو | نیں ہوئے نینوں سے بند ہرگز آنجھو

جوش کھا دل کے لہو سے یہہ چلے | قطرہ قطرہ لعل گوہر ہو ڈھلے

عشق میں جو شخص یوں صادق ہووے | کیوں نہ معشوق اس اپر عاشق ہووے

عاقبت وہ شاہ زادہ لطف سوں | پاس جا بیٹھا وہ پھر درویش کوں

جب کیا درویش نے بالا نظر | شاہ زادیکو دیکھا وہ نین بھر

پس کہا ای شاہ زادہ نامدار | مار سکتا ہی اگر تو مجھکو مار

فوج و لشکر کیا تجھے درکار تھا | مجکو بس اتنا تیرا دیدار تھا

بول کر یہہ بات یک نعرہ کیا | جان شیریں یار شیریں کو دیا

اک نظر سے دیکھ دلبر کا جمال | ہو گیا یک پل میں پانی سا خیال

بوند تھا سو جا ملا اس سمدور سے | ہو گیا نابود ذرہ شور سے

پائیگا تو کہاں سے ای سالک خبر | جب تلک دل میں ہوا زیر و زبر

جیو تیرا لذت سے نت آلودہ ہی | خواب اور غفلت منے آسودہ ہی

چھوڑ دے غفلت کو پیش اندیش ہو
خویش سے بیخویش ہو کر بیش ہو

ہوئیگی جس وقت بیخویشی تجھے
پائیگی اسوقت درویشی تجھے

دل منے ہمت پکڑ مردانہ ہو
دے جلا کر عقل کو دیوانہ ہو

نیں تو بارے آ تماشہ دیکھ جا
کس طرح ہوتے ہیں مردانہ فنا

حکایت شنیدن مرغان تمام بیان وادیہا

جب سنیں پنکھیوں نے یہ باتیں تمام
ہفت وادی کا بیاں منزل و مقام

ہوش سب کا یک بیک جاتا رہا
جو اتیا دکھ کس سے جاویگا سہا

ہو گئے سب یکطرف سے بیقرار
مر گئے کتنے اسی منزل میں تھار

بیٹھ رہے بعضے و بعضے اٹھ چلے
کئی سو مارگ میں بھی ہیبت سے گلے

کوئی ہمت سیتی لیا در پیش راہ
رنج و راحت پر کیا نیں وہ نگاہ

الغرض یوں کئی برس لگ یہ چلے
صرف کر کر عمر کیتی راہ طے

رنج و سختی راہ میں دیکھے جو وہ
جانتا ہے کیا نہیں دیکھا سو وہ

رہ گیا کوئی راہ میں نگر پکڑ
کوئی سو بادے تھنڈ میں رہ گیا اکڑ

کوئی گرمی کی نہ لا کر دل میں تاب
دھوپ میں جلبل کے ہو کر جوں کباب

کوئی رستا چھوڑ کر ہو گھابرا
باز و بحری کے پڑا جنگلاں میں جا

کوئی پانی بن جنگل میں خشک لب — مر گیا رکھہ دلمیں پانیکی طلب

کوئی بھوک سے مر گیا کھانے بنا — کوئی دکھی ہوکر ہوا جیو سے فنا

کوئی رستہ میں تماشہ دیکھ کچھ — رہ گیا سنگات پونکے سنگ ہچنہ

عاقبت لاکھوں لشے کوئی ایک جا بونہ — شاہ کی درگاہ کوں پہنچیا مگر

تیس ۳۰ پنکھی دل شکستہ ناتواں — بے پر و بے بال سست و نیم جاں

آئے جو سیمرغ کی درگاہ لگ — ہوش و طاقت سے جدا ہوکر الگ

دیکھکر سیمرغ کی درگہہ بلند — ہوگئے حیرت سے ہر یک پائی بند

برق استغنا کی کڑکی یوں وہاں — جو پڑے تو جای جلکر یہہ جہاں

کئی ہزاراں خلق صاحب اعتبار — ہیں کھڑے دیدار کا رکھہ انتظار

کئی ہزاراں چاند تارے آفتاب — منتظر ہیں واں نہیں کسکا حساب

کل یہہ سب ذرہ ممن حیران ہیں — سب ہوا میں اسکی سرگرداں ہیں

یہہ پنکھیرو دیکھکر وہانکا وصول — سب ایکند رہو گئے دلمیں ملول

پس لگے کہنے کہ ایسے لوگ یہاں — ہیں پریشاں تو ہمیں جاکر کہاں

ہیں جہاں ذرہ برابر آفتاب — کون سا ہم سے غریبوں کا حساب

او ہمیں سمجھے اتھے سو سب غلط — سب ہماری محنتیں ہوئیں غلط

ای دریغا او ہمارا رنج و راہ — ہو گیا ناچیز سارا اور تباہ

ہو گئے جب یہہ پنکھیرو سب ہراس — توٹ کر اُنپر پڑا گویا اکاس

سب یکایک دلمیں بیکل ہو رہے — جونکہ مرغی نیم بسمل ہو رہے

ناگہاں سیمرغ کی درگاہ سے — ایک بیک آیا جلال و جاہ سے

دیکھکر اُن تیس پنکھیونکو نزار — بال و پر سے لچہ و مچہ بوئی کے سار

پاؤں سے سر لگ سبھی حیرت منے — جان و دل سے رنج اور حسرت منے

بعد ازاں پوچھا کہ ای قوم غریب — کیوں ہوئی تمکو یہہ حیرانی نصیب

کہا لسنے آئے ہیں تمھیں اور ہو سو کون — دکھ منے گلتے ہو جوں پانی میں لون

کہاں تمہارا ملک اور کہاں گانو ہے — کیا تمہارا نام اور کہاں ٹھانو ہے

کیا سبب آئے ہیں اس درگاہ سے — کیونکہ بچکے آئے ہیں وے راہ سے

پس دیا اس تیس پنکھیوں نے جواب — دیکھنے آئے ہیں یہہ وہ عالیجناب

ہے ہمارا پادشاہ سیمرغ جوں — دیکھتے اسکو ہمیں نا آنے کیوں

ہیں ہمیں بندے سبھی درگاہ کے — خاکروب ہم سبھی ہیں اسکی راہ کے

کئی مدت سے راہ طی کر سدہ گنوائے — صد ہزار و لسنے ہمیں یہاں تیس آئے

شاہ کے ملنے کی ہے دلمیں امید — چک ہووے ہیں انتظار میں سفید

آئی ہیں یہاں لک و لیکن کچھ ہنر | لب ہمارے پر کریگا شہ نظر

پس کہا وہ بیک ای بیجا صلاں | شہ کی استغنا کے بالکل غافلاں

یہاں تو مشکل ہی بڑی لوگونکی بار | پس تمنے وہاں غریبوں کا کیا شمار

تم ہوئے یا نہیں ہوئے تو کیا یہاں | کہاں تمنکو کون گنتا ہی یہاں

صد ہزاراں عالم اس درگاہ میں | ایک چیونٹی کے تمن ہیں راہ میں

کہاں تمھارے ہاتھ سے ہوا ئیگا | کہاں تمھارے باج کم ہو جائیگا

یہہ سخن سن پنکھیاں امیدوار | ہو گئے سب دلمیں اپنے بیقرار

پس لگے کہنے کو گر ہمناں کو شاہ | اس و ضاد کھلائیگا خواریکی راہ

وہ نہیں خواری مگر ہمسکو شرف | سو شرف اسکے ہیں ہمکو ہر طرف

کیا کہی ہے خوب مجنوں نے یہہ بات | گر کہیں مجھ آفریں سب کائنات

آفریں کسکی مجھے درکار نئیں | شادماں لیلی کی گالی سے ہوں میں

اسکی گالی آفریں سے خلق کے | مجکو شیریں تر ہو میوے سے لگے

یوں ہی ہم سب پنکھیونکی ہے تمیز | اسکی خواری سب سے ہمکو ہی عزیز

آگ سے ڈرتا ہی کب دلمیں پتنگ | جب سے ہی اسکی محبت شمع سنگ

گرچہ استغنا ہی شہکا بیشمار | ہیں ہمیں تو لطف سے امیدوار

جب کہیا پنچھیوں نے باصدق سوں ہو گیا اسپر شب تاریک روز

فضل ربانی ہوا فریاد رس جو برس تھا سو ہوا سب سے سرس

صدر قربت کے اوپر سبکو بلائے تخت عزت پر مکاں ساروں نے پائے

بعد ازاں رقعہ دئے لا سکے ہات پس کہے اسکو پڑھو تم غور ساتھ

جونکہ اُن پنکھیوں نے وو رقعہ اُٹھائے شرم سے ہرگز نہ اپنا سر اُٹھائے

یہاں جو کچھ فعلاں کئے تھے سو تمام لک بیک رقعہ منے تھا والسلام

سخت سب افعال سے تھا فعل یو جو چلے تھے نفس کی خواہش میں او

یوسف اپنے کو کوئے میں ڈال کر بیچکر کھائے خدا سے کچھ نہ ڈر

حکایت حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف پیمبر حق پسند جیسے ہوتا تھا ستاروں کا سپند

بیچ ڈالا اسکو دس بھائیوں نے جب لکھ لیا مالک نے یک خط اُنسے تب

از قضا یوسف ہوئے جب بادشاہ لیکے مالک سے رکھے رقعہ نگاہ

جب وے بھائی مصر میں کنعاں سے آئے قحط سے روٹی بدل پانی گنوائے

تیں پچھانے شاہ کو جو کون ہے منہہ کا اسکے کس وضع کا لون ہے

پس کہیا یوسف نے ای یاران مگر خط عبری جانتے ہو یا سنچہ کر

ہے ہمارے پاس عبری ایک خط | گر تمھیں باچینگے تو ہی نیک خط
پڑھ سناؤگے اگر وہ خط ہمن | جو منگوگے سو دیونگا بے سخن
پس کے عبری خوان تعجب پاو | پس کہیو وہ خط کہاں ہے لاؤ سو
خط پڑھنیکو جو یوسف سے لیئے | شرم سے سب یار سر نیچے کیئے
خاک ہو گیئے اگ حسرت سے تمام | آب ہو گیئے خوی میں گل کر تمام
خوف سے نین پڑھ سکے لرزہ میں آ گیئے | دل منے اپنے ہزاراں حیف کھائے
ہو گئی منہ میں زباں پھرنے سے بند | تنکے سارے سست ہو گیئے بند و بند
پس کہے یوسف کہ چپ کیوں ہو تم | ہو گیئے ہو کس سبب اس بھانت گم
بعد ازاں بولے کہ ای شاہ جہاں | خوب ہے اس سے گردن مار ناں
کیا سمجھتا ہے تو ای مرد دغل | جو نہ آویگا صباح تجہ پر خلل
بیچتا ہے یوسف اپنے کو جو یوں | ہوئیگا آخر تیرا احوال کیوں
ہوئیگا جدن او یوسف بادشاہ | کیا کریگا عذر تو ای رو سیاہ
ایکدن تو بھی گداؤں کے ممن | جائیگا بھوکا ننگا یوسف کے دھن
ہوئیگا آخر پشیمانی سے جفت | پس نہ تو یوسف کو اپنے بیچ مفت

حکایت خجل شدن ہمہ غان

ہوے گردنبھی

ہو گئے پنکھی خجل خط دیکھکر
آگ سے غمکے ہو سٹے جلبل کے خاک
ہو گئے اس دھات ناامید جب
بہ گئے سارے گنہ یک موج سے
آفتاب قرب نے کیتا ظہور
عکس سے سیمرغ کے سب ایکبار
جب اپس پر بھی گئے پنکھی نظر
ہو گئے حیران پنکھی دلمیں یو
یکدگر اسمیں حیراں ہو رہے
نیں رہی گز سے کسکی پہچان
جب ہوئے سیمرغ سارے ایک رنگ
نیں ہوا معلوم کسکو کسکا حال
ای جناب پاک یہ کیا ہی سبب
ایک ایکس کو نہیں سکتے پہچان
بعد ازاں درگاہ سے آیا خطاب

اشک حسرت سے لئے نینونکو دھو
دلمیں دکھ سینہ میں آہ و دردناک
بحر کو بخشش کے آیا جوش تب
سرفراز کیا لگا سر اوج سے
محویت میں ہو گئے سب غرق نور
چہرۂ سیمرغ دیکھے آشکار
صورت سیمرغ دیکھے یکدگر
کیا آپیں سیمرغ ہیں کیا ہینگے وو
یہہ اُسے سیمرغ بولے وہ اسے
جو ہوں وو میں یا نہیں آخر نداں
ہو رہا ہر یک پنکھی حیراں دل میں
پس گئے درگاہ عزت سے سوال
جوں ہمیں ہو گئے ہیں سیمرغ سب
بلکہ آپسکو نہیں سکتے پہچان
جو مثال آرسی ہے یہ جناب

ہو نیگی جسکو طلب جس چیز کی ‏ شکل اُسکی ہو گیگی اُس چیز کی

اور اگر دیکھے اُس آئینہ اندر ‏ آئیگی اسکو وہی صورت نظر

تیس پنکھی تم جو یہاں تک آئے ہو ‏ تم اپس کو آپ ظاہر پائے ہو

گر تمھیں چالیس ہوتے یا پچاس ‏ یوں ہی کر لیتے اپسمیں آپ شناس

گرچہ کم یا بیش تم سب آئے ہو ‏ تم اپس کو آپ ظاہر پائے ہو

ہیں تو مجکو دیکھنیکا کسکو تاب ‏ دیکھ سکتا کب ہی شب پر آفتاب

او پنکھی اتنے جو آتے تھے ادھر ‏ پس گئے ہیں وے سبھی رستے سے پھر

ہر یکس کو صورت مقصود ہو ‏ ہر یکس کو معنے معبود ہو

جو تمھیں تیس پنکھی سیمرغ کاج ‏ آئے ہیں یہاں لگ تمیں محنت آج

پس تمھیں سیمرغ ہونا کیا عجب ‏ محو ہو تم آپ اپسکے سب میں سب

اصل میں سیمرغ سمجھو مجکو تم ‏ سایہ تھا سو ہو گیا سورج میں گم

حکایت حقیقت بقا بعد فنا

جو فنا میں گم رہے پنکھی خموش ‏ پس کہیں مدت کے پھر کر پائے ہوش

بیخودی میں جا کے با خود آئے پھر ‏ سر فنا میں دے بقا کو پائے پھر

اس فنا اور اُس بقا کا کچھ بیاں ‏ جو پوچھے تو نیں دیا تھا کچھ نشان

جونکہ اسرار بقا بعد از فنا
نیں سمجھتا ہی ہر یک نا آشنا

مغز کو اسباب کے اور پا سکے
جو دنیا سے ہاتھ دھو کر آ سکے

ہی جلگ تو در وجود در عدم
کب سکیگا رکھ تو اس میں قدم

اس فنا سے اور اس بقا سے در گذر
تا تجھے ہووے بقا کی کچھ خبر

دیکھ اوّل تو کیا تھا کیا ہی اب
اب نہیں سمجھا تو سمجھیگا تو کب

اصل میں تھا تو سو نطفہ خوار و زار
بعد ازاں عاقل ہوا اور ہوشیار

پس سمجھے اسرار سے واقف کیئے
معرفت کی اسپہ آگاہی دیئے

بعد ازاں دنیا سے کر ڈالے فنا
اس فنا میں راز پنہاں ہی گھنا

اس فنا کے بعد کر بخشے لقا
ہر صبح اُٹھ دیکھنا تیرا لقا

گر نہیں کسبات سے تو راز دار
فکر کر ہوشیار ہو اور کچھ بیچار

جب تلک یاں نہیں ہوا ابدل فنا
پاشگا تو کس وضا عزو بقا ؛

جب تلک دیکھا نہیں تو درد و بنج
کہاں ملیگا تجکو کیونکر ستی یہ گنج

نیست ہو جاتا تجھے ہستی سلے
جب تلک تو ہی تو ہستی کیوں تلے

نیں ہوے لگ محو خواری و فنا
کہاں سے دیکھے گا تو سو نہ عزو بقا

حکایت عاشق شدن پادشاہ بر پسر وزیر

پادشاہ کوئی تھا جہان میں بے نظیر | ہفت کشور تھا جسے فرماں پذیر

جانتی تھی خلق اسکندر جسے | قاف سے تا قاف تھا لشکر اُسے

جاہ کا اسکے اتھا رخ ماہ پر | ماہ کا رخ شاہ کے تھا جاہ پر

از قضا اس شاہ کا تھا ایک وزیر | اسکو بیٹا ایک جوں بدر منیر

آفتاب آسمانِ دلبری | جگ کے محبوبوں نے اُسکو سروری

دنکو گر وہ ماہ نکلے گھر سے بار | جگ منے ہووے قیامت آشکار

منہہ نورانی عبرتِ خورشید ماہ | اُسپہ کالے ابر کی چھتری سیاہ

نوش لب وہ چشمۂ آبِ حیات | تسپہ خطِ سبز ہریالی صفات

نین سے دکھلاوے یوں افسونگری | جسکے آگے خجل ہووے سامری

سیم تن سیمیں بدن سیمیں ذقن | دام زلفاں عاشقوں کی صف شکن

فتنۂ جانِ جہاں خالِ سیاہ | سو قیامت کے برابر یک نگاہ

شرح اسکے حسن کا کہاں تک کروں | عمر اگر اس فکر میں ساری بھروں

الغرض شہ اُسکو یکدن دیکھکر | ہو گیا بیہوش و بیخود بیخبر

نقد جان اُسکی محبت میں دیا | آرزو سے عشق کا سودا کیا

رہ نہ سکے محبوب کے بن ایک پل | گم ہوا سدبدھ گنوایا دین و دل

خلوت و جلوت منے اسکے بغیر — صلح کل غمسے کیا راحت سے سیر

راتدن اسکو رکھے اپنے حضور — تا کرے یک پل جدا نظروں سے دور

دنکو سووے تو اڑاوے مکس و ملور — رات کو قربان ہووے جوں چکور

صبح سے تا شام دیکھے بادشاہ — دلکو الفت میں کیا اسکی تباہ

حسن کی اسکے کبھی دیکھے بہار — کب کرے رو رو گہر اسپر نثار

کب سپٹے می دیکھا اسکے مست نین — کب گنواوے دلسے اپنے خواب و چین

ایکدم تیں رہ سکے شہ اسکے باج — تا ہوا وہ بھی بیچارا لا علاج

شاہ کے ڈر سے کہیں نیں جا سکے — تا کبھی ماباپ کے پاس آسکے

ما باپ بھی فرزند کو ترسیں مدام — کیا کریں وہ تھا ولیکن سخت کام

یوں ہی گذرا جو کتنے دن روزگار — تا کہ اس نوخیز پر آیا بہار

از قضا سیں چار سو شہ کی نگر — کوئی اتھی خورشید سی ناری سندر

گئیں سو دیکھا اسکو فرزند وزیر — ہو گیا یکبار گی اسکا اسیر

وہ سندر بھی اسپہ ہو گئی مبتلا — ایکدن ناگاہ اس اندر بلا

اتفاقاً ایک شب شہ می پرست — سو رہا تھا اس رین ہو جا کے مست

جاگا اٹھا وہ یار کو نا دیکھکر — ڈھونڈھتا ناخوش ہو نکلا ہر کدھر

جا کے نکلا شاہ تو ویسے سامنے
تھے بیٹھے جس تھار پر دوں جنے

دیکھتا کیا ہی کہ دونو دلبراں
شاد بیٹھے ہیں خوشی سے کامراں

شاہ کے دلمیں بڑی غیرت سے آگ
پیچ کھایا تلخ ہو کر جونکہ ناگ

مست عاشق اور اسپر بیٹھا بادشاہ
کیوں کرے دلبر یہہ اُسکے کوئی نگاہ

پس لگا کہنے کو شہ وہیں دلمنے
کیا کہوا پنا کیا میں کس کسنے

میں تو اس نوخیز کو کس ناز سے
پالکر کیتا ہوں واقف راز سے

مال و دولت جان جیو اپنا نثار
ہاتھہ میں اسکے دیا سب اختیار

وہ سو مجکو چھوڑ کر اورونکے سات
جیو لگایا ہی سو یہہ کیسی ہی بات

اب مجھے واجب ہوا ہی بالضرور
جو کروں دنیا سے اسکا نام دور

بات ایسی بول کر وہ شہریار
بند کے مارو کر کہا خوب اُستوار

تا کہ جاوے تن بدن سب پھات پھات
سیر ہوئی دھرتی سو خونکو چاٹ چاٹ

پس کہا شہ نے کہ تو قی میں لیجاؤ
کھال اسکی دور کر سولی چڑھاؤ

یوں ہی لیگئے اسکو جلدی کھینچکر
تا جدا کر کھال دیویں دار پر

یہہ خبر سنکر وزیر آیا وہیں
خاک پائے پیتے رو یا وہیں

مارنے والوں کنتیں منت کیا
ہر یکس کو یک رتن بھاری بہا

پس کہا

پس کہا نیں اسچو انکا کچھ گناہ — اسپہ ہیگا مست کیفی پادشاہ
جائیگی جب کیف کی مستی اُتر — بعد زاں پچھتائیگا دل کے بھیتر
پس جو اسکو آج ماریگا جو کوے — جیو بچنا کس وضع سے اُسکا ہوے
پس وئے وے مارنے ہارے جواب — یہہ جو کچھ تو بولتا ہے نیں صواب
گر ابھی نیں مارتے ہیں ہم اِسے — پادشہ جیو سے نہ چھوڑیگا کسے
پس بندیخانہ منے جاکر وزیر — ایک واجب قتل کے لایا اسیر
کھال اسکی کھاڑکر سولی دیا — بعد زاں بیٹے کتیں پنہاں کیا
شاہ دوسرے دن ہوا ہوشیار جب — مارنے ہارونکو پوچھا حال تب
سب نے بولا حکم جو تھا یوں کیئے — پوست اُسکا کھینچکر سُولی دیئے
پادشہ سُنکر خوشی دلمیں کیا — ہر یکس کو نقد و زر خلعت دیا
پس کہا شہ نے کہ رہنے دو اسے — تا جہاں میں ہوی عبرت ہر کسے
جب سنے یہہ شہر کے لوگاں خبر — دیکھنے آنے لگے وے سر بسر
غرق خوں میں دیکھکر اس گوشت کوں — حیف کھا رونے لگے افسوس سُوں
چند روز اس شہر میں ماتم ہُوا — در دسے اسکے گھر و گھر غم ہوا
شاہ بھی آخر کو بعد از چند روز — دل منے یکبار پشیماں ہو کہ سوز

یاد کر باتوں کو اپنی دلدار کی
دمبدم غم و غصہ وہ کھانے لگا
جوش مارا عشق غصہ گم ہوا
پادشہ یہہ عشق اندیہہ یار وو
او محبت اور وہ بزم شراب
پس ہوا دلمیں پشیمان بادشاہ
دل سے سب جاتا رہا صبر و قرار
عاقبت کپڑے رنگا کر نیل سوں
ترک آن بانی کیا یکبار کا
آخرش نکرات کو او شہریار
دیکھکر اس ہدہد بیخبر کو جیفہ کھائے
بات یک یک اسکو آنکی یاد کر
دلپہ اسکے درد غم بھاری ہوا
کاٹ کر لینے لگا دانتوں سے ہاتھ
لوٹنے بھوں پر لگا مچھلی نمن

دلبر شیرین شکر گفتار کی
دلسے آہیں آتشیں لانے لگا
عیش جا کر درد غم ہمدم ہوا
وہ محبت اور خوشی دلدار وو
جا رہے سب تو کیوں نہ ہووے شہ کباب
خار ہو سلنے لگا سینہ میں آہ
گلشن زیبا لگا دسنے کو خوار
جا لگا بیٹھا ماتمی ہو سر نگوں
لے رہا سینہ سے غم یار کا
آپ آیا چاہ کے سولی کے کنار
دکھ سے رو رو سر پہ لیتا خاک پائے
درد سے رونے لگا فریاد کر
زخم شمشیر الم کاری ہوا
صد ہزاراں آہ اور افسوس سات
خون سے ہو گئے وے رو بر زمین

دیکھا انجموں

لکھتا انجھواں کو اسکے کوئی اگر
باد ساون کی جھڑی کرتا مگر

رات ساری ایکلا اور روز کوں
شمع کے مانند جلتا سوز سوں

جب فلک سے صبح کی چلتی پوں
شاہ جاتا اُٹھ واں سے گھر کے دھن

پڑکے رہتا مر کہیں پیاسا بھوکا
بند کر کھانا زباں کو جوں مُونگا

کسکو یہہ قدرت نہ تھی جو شاہ سات
کچھ کہے اور کچھ نکالے مُنہہ سے بات

اسطرح چالیس دن جب گئے گذر
سوک جا کانٹا ہوا اس شہ نامور

از قضا اس سوز سے گرداب میں
اپنے دلبر کو دیکھا شہ خواب میں

چاندسا چہرہ شفق میں غرق خوں
غم سے لالہ کی مثل تھا سرنگوں

بعدازاں شہ نے کہا ای دلربا
کیوں ہوا تو غرق خُوں میں اس وضا

تب کہا اُسنے کہ سُن ای بادشاہ
جب سے تو مارا ہی مجھکو بے گناہ

خوں میں تیری آشنائی سے ہوں میں
یوں سو تیری بیوفائی سے ہُوں میں

کیا کیا تھا میں نے جو تو یوں کیا
کھال میری کر جدی سولی دیا

یار سے یُوں یار کرتے ہیں کہیں
جو کیا تو نے کرے کافر نہیں

میں نہ چھوڑونگا قیامت میں تجھے
داد ناد یوے خُدا جب تک مجھے

ہووےگا دیوان محشر کا جبھی
میں الیس کا داد سُن لونگا تبھی

جب سُنا دلبر سے شہ نے یہہ جواب
تاب لے گئی نکل انکھیوں سے خواب

جیو میں اُسکے سوز و غم زیادہ ہُوا
درد و دکھ حد سے زیادہ تب ہُوا

ہوگیا دیوانہ سُدھ کو کھوے کر
زندگی سے ہاتھ اپنے دھوئی کر

پس کہا مجھ وا اے دکھیاریکے دُکھی
ہوگیا ہی تو سو مر جا کر سُکھی

ظلم سے میرے دیکھا ہی تو بھی دُکھ
کیا دیکھاؤنگا صباح میں تجھکو مُکھ

ہیں کیا میں نے ظلم تیرے اُوپر
ہی وہ میرا ظلم سب میرے اُپر

کون ایسا کوئی کرے جو میں کیا
پایا یہ اپنے مار کر تیشہ لیا

یہہ نہ اپنے پر کیا ہوں خوب میں
مار کر ڈالا ہوں جو محبوب میں

کر تو ای دلبر میرے پر اب نظر
جو کیا ہوں میں سو تو ہرگز نہ کر

گر کیا ہوں میں جو تیرے سے بدی
تو بدی مجھ سے نہ کر ہرگز کدھی

میں تو یوں غمناک ہوں دل چاک چاک
خاک پا تیریکو مجھ سر میں ہی جاگ

اب تجھے میں کسطرح ڈھونڈھوں کہاں
رحم کر میرے اُوپر تو جانِ جاں

گر کیا میں بیوفائی سے جفا
تو تو مجھسے بیوفا سے کر وفا

میں کیا گر خُون تیرا ظُلم سے
خُوں نہ کر دل کو میرے ہجر سے

مست ہو کر میں کیا ہوں یہہ خطا
تو گذر جا اس خطا سے کر عطا

تو لیا ہی

گیا ہی چھوڑ کر مجھکو جہاں / میں بھی میاں تجھ باج رہتا ہوں کہاں

ہو رہا ہوں میں تو غم سے جاں بلب / تا ہہ جیو دوں خوں بہا میں تو کب

نیں رہا جاتا ہی مجھ سے ایکدم / ایکدم اب ہی میرے سر صد ستم

موت کا کچھ ڈر نہیں مجھکو اپتا / ہی مجھے تیری جفا کا ڈر جیتا

عمر گر سب عذر خواہی میں بھروں / اس گنہ کا عذر آخر کیوں کروں

کاشکے کوئی کاٹتا میرا گلا / تا نجنت اس غم سے میں رہتا بھلا

نیں رہا کچھ مجھکو اب تاب فراق / جیو ہوا ہی تاب اور طاقت سے طاق

جیو میرا لے فضل سے ای داد گر / کچھ نہیں مجھکو رہی طاقت مگر

کیا کروں یہہ دکھہ سو اب تک بھروں / ہوش سے نیں دل ہی رہتا کیا کروں

یوں ہی بق بق ہوا خاموش جب / خامشی میں ہو گیا بے ہوش تب

ایسی ہوا و لیے میں فضل کردگار / تھا کہیں پنہاں وزیر نامدار

شاہ کو وہ دیکھکے بے ہوش و تاب / زود لایا شاہ کن بیٹا شتاب

بعد ازاں بھیجا اے نزدیک شاہ / شہ نے انکھیاں کھول کر دیکھا وہ ماہ

لے گیا در حال اُسے اپنے منہ پر / لگنے خوشی سے بھرکے دونونکے سر پر

ایک ایکس سے و نے ہم راز وہیاں / ہو گئے آپس منے دم ساز وہیں

نیں کسے وہانکی خبرای راز جو
کیا کہے اور کیا سنے آپس میں او

کوئی وہانکا واقفِ اسرار نیں
راز داں اس تھار کا اغیار نیں

کس کو طاقت جو کرے کوئی وہانکی بات
جو کرے وہ سر گنواوے جان و بات

وہاں سو عارف آپسے گنگا ہوائے
بات ہو بہرا سنے اندھا ہو جائے

وہاں سو خاموشی بغیر از بات نیں
بات کہنے کی ستا کس دھات نیں

ہو گئی باجا پنکھی اب یہاں تمام
کیا کہوں استے آگے والسلام

خاتمہ کتاب منطق الطیر

شکر کر وجدی کہ بر وجہہ صواب
ختم ہوئی توفیق حقسے یہہ کتاب

اصل میں یہہ تھا کلامِ فارسی
اہل معنے کو مثالِ آرسی

خوشتریں تصنیف شیخ نامدار
پیشوائے عارفانِ روزگار

شیخ صاحب دل فرید نامور
خاص جنکا ہے لقب عطار کر

وو نکالے ہیں جو یہہ عطری سخن
عطر پرورده کئے ہیں لونگگن

ہر بچن یک نافۂ اسرار ہے
مغز جانکو طبلۂ عطار ہے

عارفوں کے پاس وہ استاد ہے
طالبوں کے حق منے ارشاد ہے

فکر سے جیو کے کرے اسمیں نظر
معقصد دینی سے ہووے بہرہ ور

نفس